بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# خلاصۃ تفسیر القرآن

جلد ۲

# اسلامی معیشت

استاذ التفسیر مفتی حمید الرحمٰن عباسی مدظلہ
مدرسہ قاسم العلوم
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحن قسمنا بینھم معیشتھم
القرآن الحکیم

# خلاصۂ تفسیر القرآن

# اسلامی معیشت

## جلد سادس ٦

تالیف

استاذ تفسیر مولانا حمید الرحمان عباسی
انجمن خدام الدین ، شیرانوالہ روڈ ، لاہور

پبلشرز ، بک سیلرز
مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور

297.16
خ 78 ح
92109
6/11/0

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ———— خلاصہ تفسیر القرآن جلد سادس
اشاعت ———— دُوم
مؤلف ———— حمید الرحمان عباسی
تعداد ———— گیارہ سو
طباعت ———— اصغر پریس، لاہور
لاہور
کتابت ———— جی آر طاہر
قیمت ————

مکتبۃ الحسن
پبلشرز، بک سیلرز
33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور
042-7241355,042-7018002,0300-4339699

DATA ENTERED
۵۸-۱۲-۲۰۱۰

# تعارف

خلاصہ تفسیر القرآن کی یہ جلد سادس ۱۷۷ بحوث پر مشتمل ہے۔
اس میں صرف وہی آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویہ درج کی گئی ہیں جو اسلامی نظامِ معیشت سے متعلق ہیں۔ اوّلاً ایک عنوان قائم کیا گیا ہے اور پھر اس کے متعلق آیات نقل کر کے ساتھ ساتھ ترجمہ لفظی دے دیا ہے اور پھر سرسری اور واضح طور پر جو تفسیر نظر آئی وہ نقل کی ہے اور اس کے بعد اسی طور پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی نقل کیا ہے اور انداز اور اسلوب ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے انسان میں خود بخود ایک عملی جذبہ موجزن ہو جاتا ہے اور اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے عملی نمونے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس طرزِ انیق اور ممتاز کے دو مقاصد ہیں۔
اوّل یہ ہے کہ اس سے بعض لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں معیشت کے سلسلہ میں کوئی ٹھوس اور جامع منصوبہ نہیں پیش کیا گیا۔
اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ اسے پڑھ کر پیکرِ اسلام بن جائیں
آخر میں قارئین کرام سے ایک تو یہ گزارش ہے کہ ناچیز نے یہ سلسلہ تموّل کے لیے نہیں اختیار کیا بلکہ صرف اور صرف اشاعتِ دین کے لیے اختیار کیا ہے لہٰذا آپ بھی دامے درمے قدمے اور سخنے اس ناچیز کا تعاون کریں۔ ذاتی طور پر اسے خریدیں یا خرید کر مفت تقسیم کر کے اس کی اشاعت میں حصہ لیں۔

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | نام مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | تعارف | |
| ۱ | دولت ذریعۂ ترقی ہے۔ | ۹ |
| ۲ | حصولِ دولت کیلئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا چاہیئے۔ | ۱۴ |
| ۳ | انسان کی روزی باقی حیوانات کی روزی سے افضل ہے۔ | ۲۷ |
| ۴ | فراوانیٔ رزق سے بغاوت ہوجائیگی۔ | ۲۸ |
| ۵ | تقسیم روزی کا طریقہ۔ | ۳۳ |
| ۶ | پہلا ضابطہ۔ | ۳۵ |
| ۷ | دوسرا ضابطہ۔ | // |
| ۸ | تیسرا ضابطہ۔ | ۳۷ |
| ۹ | چوتھا ضابطہ۔ | ۳۹ |
| ۱۰ | پانچواں ضابطہ۔ | ۴۳ |
| ۱۱ | پہلا مسئلہ۔ | ۵۴ |
| ۱۲ | دوسرا مسئلہ۔ | // |
| ۱۳ | تیسرا مسئلہ۔ | // |
| ۱۴ | چوتھا مسئلہ۔ | ۵۵ |
| ۱۵ | پانچواں مسئلہ۔ | // |

| صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۷۲ | روزی کی خاطر عورت کو بھی محنت کرنا چاہیئے | ۱۶ |
| 〃 | حضرت ہاجرہ کی محنت کا بیان | ۱۷ |
| ۷۶ | حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں کی محنت کا بیان | ۱۸ |
| ۸۲ | حضرت ایوبؑ کی بیوی کی محنت کا بیان | ۱۹ |
| ۸۶ | حضرت فاطمہؓ کی محنت کا بیان | ۲۰ |
| ۸۸ | کسب رزق کے ساتھ دُعا بھی ضروری ہے | ۲۱ |
| ۹۳ | روزی کی خاطر حضرت ابراہیمؑ کی دُعا اور اس کی قبولیت | ۲۲ |
| ۹۵ | روزی کی خاطر حضرت موسیٰؑ کی دُعا اور اس کی قبولیت | ۲۳ |
| ۹۸ | روزی کی خاطر حضرت عیسیٰؑ کی دُعا اور اس کی قبولیت | ۲۴ |
| ۱۰۱ | حج کے موقعہ پر روزی کی خاطر جو دُعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے | ۲۵ |
| ۱۰۳ | کسبِ رزق کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار بھی ضروری ہے | ۲۶ |
| ۱۱۴ | یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کے فضائل و برکات | ۲۷ |
| ۱۲۰ | کسب رزق کے ساتھ کثرت ذکر اللہ بھی ضروری اور باعثِ برکت ہے | ۲۸ |
| ۱۲۵ | ترکِ ذکر اللہ سے تنگدستی پیدا ہوتی ہے | ۲۹ |
| ۱۲۷ | ذکر اللہ اور نماز کے اوقات میں کاروباری مشاغل نہیں ہونے چاہئیں | ۳۰ |
| ۱۳۰ | مویشیوں کے چارے وغیرہ کا انتظام بھی انسان کے سپرد ہے | ۳۱ |
| ۱۳۲ | سرمایہ بے کار نہیں رہنا چاہیئے | ۳۲ |
| ۱۳۸ | قانونِ وراثت | ۳۳ |
| ۱۴۴ | حقوق مقدمۃ المیراث | ۳۴ |
| ۱۴۵ | اولاد کا حصّہ | ۳۵ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ۳۶ | لڑکیوں کو حصّہ دینے کی اہمیّت | ۱۴۵ |
| ۳۷ | والدین کا حصّہ | ۱۴۸ |
| ۳۸ | شوہر اور بیوی کا حصّہ | ۱۵۰ |
| ۳۹ | کلالہ کی میراث | ۱۵۱ |
| ۴۰ | بہن بھائی کا حصّہ | ۱۵۲ |
| ۴۱ | وصیّت کے مسائل | ۱۵۳ |
| ۴۲ | غیر مضار کی تفسیر | ۱۵۵ |
| ۴۳ | تکملہ احکامِ شریعت | ۱۵۷ |
| ۴۴ | دولت میں انسان کی حیثیت ڈپو ہولڈر کی ہے | ۱۶۲ |
| ۴۵ | مشارکت | ۱۶۳ |
| ۴۶ | مضاربت | ۱۷۴ |
| ۴۷ | اسلامی اصول تجارت کی برکات | ۱۸۵ |
| ۴۸ | دولت مند امہات المؤمنین رضؓ | ۲۳۶ |
| ۴۹ | دولت مند علماء کرام وصوفیاء عظام | ۲۳۹ |
| ۵۰ | صنعت کی ابتدا حضرت آدمؑ سے ہوئی | ۲۴۴ |
| ۵۱ | حضرت نوحؑ نے بحری جہاز ایجاد کیا | ۲۴۹ |
| ۵۲ | حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے لوہے کے کارخانے قائم کئے | ۲۵۴ |
| ۵۳ | اُمّتِ محمدیہ کو بھاری صنعتیں قائم کرنے کا حکم | ۲۶۰ |
| ۵۴ | صنعتی منافع تقسیم کرنے کا طریقہ | ۲۶۴ |
| ۵۵ | تنخواہوں کا تقرر اور اضافہ محنت کی بنیاد پر ہونا چاہیئے | ۲۷۲ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۵۶ | معاوضہ پورا اور وقت مقررہ پر ادا کرنے کا حکم اور ساتھ کچھ زیادہ بھی دینے کی ترغیب | ۲۷۲ |
| ۵۷ | تقرر وکیل اور اسکی ذمہ داریاں | ۲۷۴ |
| ۵۸ | اجرت | ۲۸۰ |
| ۵۹ | اجرت ادا کرنے کا حکم | ۲۹۶ |
| ۶۰ | مزدوروں کی اقسام | ۲۹۹ |
| ۶۱ | زمین اور اسکے اندر کی پیداوار سب کے منافع کے لیے ہے لہٰذا اسے بیکار نہیں چھوڑنا چاہیئے | ۳۰۰ |
| ۶۲ | کاشت کاری انبیاءؑ کی سنت ہے | ۳۱۲ |
| ۶۳ | دوسرے کی زمین سے فائدہ اٹھانے کی پہلی صورت جو ناجائز ہے | ۳۱۹ |
| ۶۴ | دوسرے کی زمین سے فائدہ اٹھانے کی دوسری صورت | ۳۲۱ |
| ۶۵ | دوسرے کی زمین سے فائدہ اٹھانے کی تیسری صورت | ۳۲۲ |
| ۶۶ | دوسرے کی زمین سے فائدہ اٹھانے کی چوتھی صورت عطیہ ہے جو سب سے افضل ہے | ۳۲۵ |
| ۶۷ | امیر قطعۂ زمین کسی کو بطور جاگیر دے سکتا ہے | ۳۳۱ |
| ۶۸ | بنجر زمین کی آباد کاری | ۳۳۵ |
| ۶۹ | فالتو پانی گھاس اور آگ کسی سے روکنا جائز نہیں ہے | ۳۴۳ |
| ۷۰ | روزی فراہم کرنے کی برکات اور فضائل | ۳۵۰ |
| ۷۱ | بنجر زمین کو آباد کرنے والا اس کا مالک ہے | ۳۵۸ |
| ۷۲ | بنجر زمین کو آباد کرنے کے فضائل | ۳۶۲ |
| ۷۳ | زندہ زمین کو مُردہ بنانے کی ممانعت | ۳۶۴ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۷۴ | روزی روکنے کا پہلا عبرت ناک واقعہ | ۳۷۴ |
| ۷۵ | روزی روکنے کا دوسرا عبرت ناک واقعہ | ۳۷۶ |
| ۷۶ | روزی میں رکاوٹ بننے کا تیسرا عبرت ناک واقعہ | ۳۷۸ |
| ۷۷ | روزی روکنے والا ظالم اور مشرک ہے | ۳۸۵ |
| ۷۸ | پہلی مشرکانہ رسم کا بیان | ۳۹۰ |
| ۷۹ | دوسری مشرکانہ رسم کا بیان | ۳۹۱ |
| ۸۰ | تیسری مشرکانہ رسم کا بیان | ۳۹۵ |
| ۸۱ | چوتھی مشرکانہ رسم کا بیان | ۴۰۲ |
| ۸۳ | مروّجہ نذر و نیاز اور تحریمات غیر اللہ | ۴۰۳ |
| ۸۴ | گرانی میں بیچنے کے لیے غلّہ جمع کرنے کی ممانعت | ۴۰۵ |
| ۸۵ | حضرت عائشہ رضؓ کے خصوصی فضائل و کمالات اور بقیہ قصّہ افک | ۴۱۱ |
| ۸۶ | حضرت صدیقہؓ کی چند خصوصیات | ۴۱۷ |
| ۸۷ | صحابہ کرام رضؓ کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم | ۴۱۹ |
| ۸۸ | جاندار کی روزی روکنا منافقانہ عمل ہے | ۴۴۰ |
| ۸۹ | جانداروں کی روزی ضائع کرنے کی ممانعت اور اس کی سزا | ۴۵۸ |
| ۹۰ | حکایات برائے عبرت | ۴۶۱ |
| ۹۱ | جانداروں کی روزی ضائع کرنے کی دُنیاوی سزا | ۴۶۲ |
| ۹۲ | بوقت ضرورت کام آنے کیلئے حکومت اناج ذخیرہ کر سکتی ہے | ۴۷۵ |
| ۹۳ | ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی کی ممانعت | ۴۷۸ |

| نمبرشمار | مضمون | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ۹۴ | ملاوٹ اور ماپ تول میں کمی کرنے سے دنیاوی کاروبار میں خسارہ ہوگا | ۴۸۲ |
| ۹۵ | تر میوہ خشک کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے | ۴۹۳ |
| ۹۶ | درختوں پر پھل پکنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے | ۵۰۰ |
| ۹۷ | کسی آفت سے اگر میوہ تباہ ہو جائے تو بائع کو چاہیئے کہ خریدار کو قیمت واپس کرے | ۵۰۲ |
| ۹۸ | قبضہ کرنے سے پہلے منقولہ چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے | ۵۰۴ |
| ۹۹ | خریدار عیب ناک چیز واپس کرسکتا ہے۔ | ۵۰۷ |
| ۱۰۰ | مبیعہ کو دیکھنا بھی ضروری ہے | ۵۱۳ |
| ۱۰۱ | فالتو بیچنا ناجائز ہے | ۵۲۰ |
| ۱۰۲ | ایک سودے میں دوسودے اور ساتھ شرطیں لگانا ناجائز ہے | ۵۲۱ |
| ۱۰۳ | بیع میں کھیتی پھل اور جانور کی سواری مستثنیٰ کرنا جائز ہے | ۵۲۷ |
| ۱۰۴ | بیعانہ رکھنا جائز نہیں ہے | ۵۳۱ |
| ۱۰۵ | سودے کا عیب ظاہر کرنا ضروری ہے | ۵۳۲ |
| ۱۰۶ | جبری بیع نہیں ہوتی | ۵۳۶ |
| ۱۰۷ | نیلامی جائز ہے | ۵۳۸ |
| ۱۰۸ | اختلاف کی صورت میں قول بائع کا معتبر ہوگا | ۵۳۹ |
| ۱۰۹ | بیع سَلَم جائز ہے | ۵۴۴ |
| ۱۱۰ | رہن جائز ہے اور مُرتَہِن کو نفع اُٹھانا ناجائز ہے | ۵۴۵ |

# امت کی تباہی کا سبب مال کی حرص اور بقا اللہ تعالیٰ پر یقین کامل میں ہے

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کان لابن ادم وادیان من مال لابتغی ثالثا ولایملاء جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب (متفق علیہ) ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری بھی تلاش کرے گا۔ اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو آدمی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ وعن انس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یھرم ابن ادم ویشب منہ اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر (متفق علیہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں۔ مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد و اول فسادھا البخل والامل (رواہ البیھقی فی شعب الایمان) عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کی پہلی اصلاح یقین اور زہد ہے۔ اور اس میں پہلا فساد بخل اور حرص ہے۔ عن سفیان الثوری قال لیس الزھد فی الدنیا بلبس الغلیظ والخشن واکل الجشب انما الزھد فی الدنیا قصر الامل (رواہ فی شرح السنہ) سفیان سوری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا میں زہد موٹے، سخت کپڑے پہننے اور روکھی سوکھی روٹی کھانے کا نام نہیں ہے۔ یقیناً دنیا میں زہد امید کم کرنے کا نام ہے۔ یہ حدیث شرح سنہ میں ہے)۔ عن زید بن الحسین قال سمعت مالکا وسئل ای شئی الزھد فی الدنیا قال طیب الکسب وقصر الامل (رواہ البیھقی فی شعب الایمان) زید بن حسین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے مالک سے سنا ہے ان سے سوال کیا گیا تھا کہ دنیا میں زہد کیا چیز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ پاکیزہ کمائی اور آرزو کم کرنا۔ یہ پانچوں احادیث مشکوۃ سے منقول ہے ہیں۔

یہاں اس بحث میں کل پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت انسؓ سے اور دوسری حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ ان دونوں سے دنیا کی حرص اور لالچ کی مذمت معلوم ہوتی ہے اور تیسری حدیث عمرو بن شعیب سے مروی ہے۔ اس میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ایک اس امت کی اصلاح کا طریقہ اور وہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور زہد ہے اور دوسری چیز حرص اور لالچ کا نقصان کہ اس سے امت میں بخل پیدا ہو گا اور یہ امت اس لالچ کی وجہ سے تباہ ہو جائے گی۔ اور چوتھی حدیث حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے اور پانچویں حدیث زید بن حسین سے منقول ہے۔ ان دونوں میں زہد فی الدنیا کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ زہد فی الدنیا موٹے اور سخت کپڑے پہننے کا نام نہیں ہے اور روکھی سوکھی روٹی پر اکتفا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد رینا امید اور آرزو کم کرنے اور پاکیزہ کمائی کا نام ہے۔

# مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ

خدایا ہے تو ہی خلّاق و مختار　　تو ہی مالک تو ہی ستّار و غفّار
ترا ہی علم بحر بیکراں ہے　　تو ہی دانائے ہر سرّ و عیاں ہے
بجز تیرے نہیں داتا و مولا　　بہنگام مصیبت کارسازا
درِ رحمت ترا سب پر کھلا ہے　　پناہِ بیکساں بے کس نوازا
امیدِ عفو رکھتا ہے یہ بندہ　　پڑا ہے در پہ تیرے سرفگندہ
اگر تونے بھلایا اس حزیں کو　　کریگا کون چارہ دستگیرا
سوا تیرے سہارا ہی نہیں ہے　　تو ہی آرام جان ہے غمگسارا
کرم کریا خدا اس پر کرم کر　　نگاہِ لطف سے اس پر نظر کر
گناہوں کا یہ پتلا ہے اگرچہ　　ولیکن آسرا ہے تیرے در سے
کریگا مغفرت اسکی کریما　　طفیل مصطفےٰ وشافعینا
رہو صابر جھکے شرمندگی سے　　اٹھے نہ سر ترا اس بندگی سے

# عقیدۂ
# توحید باری تعالیٰ

یہ خلاصہ تفسیر القرآن کی جلد اوّل ہے۔ اس میں صرف عقیدۂ توحید کا بیان ہے۔ اس عقیدے کے سلسلہ میں زمانۂ قدیم سے انسانوں کے درمیان اختلاف رائے چلا آیا ہے۔ بعض لوگ تو اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی منکر ہیں جیسا کہ دہریے اور کمیونسٹ۔ اور بعض اس کا وجود مانتے ہیں مگر وہ مظاہر قدرت کو ہی خدا یا شریک خدا مانتے ہیں جیسا کہ آگ، پانی، روشنی، تاریکی، مشرق و مغرب، جنّات، فرشتے، انبیاء اولیاء وغیرہ۔

اور ہر ایک عقیدے والا اپنے مزعومہ خدا کی عبادت میں لگا رہا ہے اور لگا ہوا ہے۔ قرآن مجید نے ان تمام نظریات کی تردید کی ہے اور انہیں مذاہب باطلہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید ثابت کی ہے۔ اور اس عقیدہ کو عقلی اور نقلی دلائل سے مبرہن کیا ہے مگر یہ دلائل قرآن مجید کے متفرق مقامات پر موجود ہیں۔ ان کا استنباط ہر آدمی کے بس میں نہیں ہے اس لیے ناچیز نے تفسیر کے اس حصہ اوّل میں اکثر دلائل اور براہین کو جمع کر دیا ہے اور بعض وہ دلائل جو مکرر ہیں انہیں ترک

کر دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ان کا تکرار موقعہ اور محل کے اعتبار
سے آیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرامین
کا اسلوب اور انداز یہ رکھا ہے کہ کتاب کے شروع میں
دعوٰی توحید پیش کیا ہے اور پھر اس پر بطور دلائل عقلیہ
اللہ تعالٰی کی صفت خالقیت، مالکیت، ربوبیت اور اس
کی صفت علمی کو بیان کیا ہے۔

پھر اس کے بعد بطور دلائل نقلیہ چند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
سے فرامین اور ارشادات نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کے
اس اسلوب سے متاثر ہو کر ایمان لانے والوں کی جرأت اور استقامت
کے چند واقعات بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ پس جو آدمی ناچیز
کی اس تفسیر کو پڑھے گا انشاء اللہ العزیز اس کے اندر بھی ایسی
ہی جرأت و استقامت پیدا ہوگی اور وہ اپنی زبان سے یہ گواہی
دے گا۔

ابد سے تا ازل تو ہے ازل سے تا ابد تو ہے
خدایا سارے عالم میں احد تو ہے صمد تو ہے

## اسلامی معیشت جلد سابع

☆☆☆

اس کتاب کی تبویب جلد سادس کی طرح ہے اس میں مال غنیمت اور مال فے کی تعریف اور ان کی تقسیم کے اصول بیان ہوئے ہیں- حلال و حرام جانوروں اور پرندوں کی تفصیل اور انہیں ذبح کرنے کے طریقے مذکور ہیں- بہت ہی مفید تفسیر ہے-

## اللہ تعالیٰ کا نظام عدل

☆☆☆

اس کتاب کی تبویب بھی پہلی جلدوں جیسی ہے- اس میں عدل و انصاف کی تعریف اور عند اللہ اس کا تعین مذکور ہے- عادلانہ فیصلوں کے طریقے قانون شہادت اور حکام کو عادل بنانے کے اصول بیان کئے گئے ہیں اور عادلانہ فیصلوں کی برکات مذکور ہیں-

حکام اور وکلاء کے لیے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے-

# تمام شد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس نے اپنے اس ناکارہ خلق اور رُوسیاہ بندے سے اپنی مقدس کتاب قرآن حکیم کی تفسیر لکھنے کا کام لیا اور یہ عظیم کارنامہ سر انجام دینے کی اسے توفیق عطا فرمائی۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کا نام خلاصہ تفسیر القرآن جلد اول المعروف عقیدہ توحید باری تعالیٰ رکھا ہے اس کی تالیف تقریباً چھ ماہ میں مکمل ہوئی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور آئندہ مزید لکھنے کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔

ایں دعا از من است واز جملہ جہاں آمین باد

مؤلف

# مؤلف کی چند دیگر مفید تالیفات

**خلاصۃ القرآن**

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کے تمام متفرق مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ شروع میں ایک باب قائم کیا ہے اور پھر اس کے متعلقہ جو آیات ہیں وہ نقل کی ہیں اور تحت اللفظ ترجمہ بھی دیا ہے اور آخر میں ایک خلاصہ سا دے دیا ہے۔ اس کی کتابت سادہ ہے مگر علماء اور خطباء کے لیے بہت مفید ہے۔

**خلاصۃ تفسیر القرآن**
جلد خامس

یہ تفسیر بھی اسی خلاصۃ القرآن کی ہے اور اس کی ترتیب و تبویب بھی وہی ہے اور اس سے پہلے کی چار جلدیں جو توحید و رسالت، قیامت اور عبادات پر مشتمل ہیں۔ ابھی تک طاق النواء میں ہیں۔ تفسیر لکھنے کی ابتدا جلد خامس سے ہی کی ہے۔ یہ حقوق نسواں پر مشتمل ہے۔ عام فہم ہے اس میں عورتوں کے وہ تمام حقوق بیان کر دیئے گئے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیئے ہیں۔

**اسلامی معیشت**
جلد سادس

اس کی طرز تبویب بھی خلاصۃ القرآن کی طرح ہے۔ اسلامی معیشت کے تمام اصول اس میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلزم کا دنداں شکن جواب ہے۔

**خلاصۃ الاحادیث**

اس کتاب میں مشکوٰۃ کے کتاب الایمان سے لے کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک ہر باب کی دو تین جامع احادیث نقل کی گئی ہیں۔ یہ کتاب کالجیئیٹ طبقہ کے لیے بہت مفید ہے اور یہ انہی کی خاطر لکھی گئی ہے۔

انجمن خدّام الدّین، شیرانوالہ دروازہ لاہور،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

# دولت ذریعہ ترقی ہے

خالقِ کائنات نے انسانی ترقی اور عروج کے لیے دو بنیادیں رکھی ہیں ایک عورت اور دوسری دولت ۔ عورت کی تفصیلات تو جلد خامس میں بیان ہو ۔ اور دولت کی تفصیلات انشاء اللہ اس جلد سادس میں بیان ہونگی ۔

| | |
|---|---|
| وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ | اور مت دو بے سمجھوں کو اپنے |
| أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ | مال کیونکہ وہ اللہ نے دنیا میں تمہارے |
| لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ | قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے |
| فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا | اور انہیں اس مال میں سے کھلاتے |
| لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ٥ | اور پہناتے رہو اور نیک بات |
| سورۃ النسآء آیت ۵ | ان کو کہتے رہو ۔ |
| وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي | اور زمین پر ہر چلنے والی چیز کی رزق |
| الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا | صرف اللہ پر ہے اور وہ اس |
| وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا | کے رہنے اور سونپنے کی جگہ کو جانتا |
| وَمُسْتَوْدَعَهَا ط | ہے سب کچھ واضح کتاب میں |
| | لکھا ہوا ہے |

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ

سورۃ ابراہیم آیت ۳۴

اور اس اللہ نے تمہیں ہر وہ چیز دی ہے جو تم نے اس سے مانگی ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو نہیں کر سکتے بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَاۗىِٕنُهٗ ۡ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

سورۃ الحجر آیت ۲۰ - ۲۱

اور ہم نے تمہارے لیے اس میں بے شمار روزی کے اسباب پیدا کئے ہیں اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو اور ہمارے پاس اس روزی کے خزانے ہیں اور ہم اسے اندازہ معین پر نازل کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۰)

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت بخشی۔

## تفسیر

یہاں مختلف سورتوں کی مختلف آیات جمع کی گئی ہیں سب کا خلاصہ او

مقصد ایک ہی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو پیدا فرمایا ہے اور اس کی ترقی اور نشو و نما کے لیے روزی کے بے شمار اسباب ذرائع اور وسائل پیدا فرمائے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی اس کے پاس بڑے خزانے ہیں۔ انسانوں کو دینے سے اور ان کے استعمال اور خرچ کرنے سے اس کے خزانوں میں کمی نہیں آتی بلکہ انسان کے علاوہ اور جو جاندار حیوانات چرند و پرند ہیں ان کی روزی کا بھی وہی ذمہ دار ہے اور اس نے روزی کے جو خزانے پیدا فرمائے وہ اتنے بے شمار ہیں کہ انسان ان کو گننے اور شمار کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا اور اس کی ہمت نہیں کہ ان کا حساب کر سکے اور اگر بغور قدرت کے تکوینی نظام کا مطالعہ کیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مال خرچ کرنے اور گردش میں لانے سے بڑھتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو اس میں انجماد پیدا ہوتا ہے

## سوال

ان آیات سے توفی الواقع یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدائے بزرگ تر نے تمام انسان، جنات، حیوانات، چرند و پرند سب کے لیے روزی کا بڑا وسیع تر انتظام و انصرام فرمایا ہوا ہے لیکن بظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ باقی حیوانات تو کجا صرف انسان جو اشرف المخلوقات ہے ان میں سے بھی کروڑوں ایسے ہیں جو ایک نانِ جویں کو ترس رہے ہیں اور اس روزی کی خاطر شب و روز کے دنگا و فساد نے انسان کو قعرِ مذلت میں گرا دیا ہے اور اس کی خاطر اپنی عزت و آبرو بھی بیچ رہا ہے۔ نہ تو کسی کی جان محفوظ ہے اور نہ عزت اور مال اور اس کا باعث صرف یہ ہی دولت ہے تو پھر یہ دولت کس طرح ترقی اور عروج کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔

## جواب

ہر چیز کے استعمال کے لیے کچھ قواعد وضوابط اور کچھ اصول ہوتے ہیں جو چیز کا بنانے والا خود ہی انہیں وضع کرتا ہے اگر کوئی دوسرا اس چیز کو استعمال کرنا چاہے تو اس کے لیے لازمی ہے کہ اولاً تو اس بنانے والے صنعت کار سے رابطہ کرے تعلق جوڑے اور اس کے وضع کردہ اصولوں کو سیکھے اور ان کی روشنی میں اس چیز کو استعمال کرے اور استفادہ کرے تو یقیناً مستفید ہو جائے گا ورنہ استفادہ تو کجا بسا اوقات اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا اسی طرح یہ دنیا خالق کائنات کا ایک کارخانہ ہے ایک بہت بڑی صنعت ہے اور اس میں اس کی بنائی ہوئی ہر چیز موجود ہے اور یہ سارا کارخانہ اس نے انسان ہی کے لیے بنایا ہے لیکن انسان کو اس کی بنائی ہوئی چیزوں سے استفادے کے لیے یہی تین اصول اختیار کرنے پڑیں گے تب ان سے استفادہ کر سکے گا ورنہ نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے راہنما اصول بھی قرآن میں بیان فرما دیئے ہیں اور اپنی بنائی ہوئی ہر مشینری چلانے کے لیے طریقے بھی بتا دیئے ہیں اور وہ طریقے سکھانے کے لیے اپنی ہی فیکٹری سے اپنے ہی تیار کردہ ماہرین معلّمین، انجینئر (انبیاء علیہم السلام) دنیا میں بھیج دیئے ہیں اب انسان کا کام تو یہ ہے کہ اولاً تو خداوند پاک سے جو اس کارخانے کا خالق و مالک اور موجد ہے اس کے ساتھ ملیں اس کے ساتھ اپنا تعلق جوڑیں اس کی بنائی ہوئی مشینری حاصل کرنے کے لیے درخواست دیں اور اس کے فرستادہ گان سے راہنما اصول سیکھیں تب اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو ہاتھ لگائیں پھر استفادہ کریں لیکن انسان نے ان تینوں اصولوں کی

خلاف ورزی کی ہے نہ اس نے اس کے ساتھ تعلق جوڑا اور نہ اس کے بتائے ہوئے راہ نما اصولوں کو اپنایا اور نہ اس کے ماہرین کی قدر کی بلکہ اس کی بنائی ہوئی مشینری اپنی مرضی سے چلانے لگ گئے ہیں تو پھر ظاہر بات ہے کہ نقصان تو ہوگا اور پھر یقیناً انسان قعرِ مذلّت میں تو گرے گا اگرچہ بعض انسان ضرور اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لیکن اکثریت نافرمانوں کی ہے اور جنگل میں جب آگ لگتی ہے تو خشک درختوں کے ساتھ ہرے بھی جل جاتے ہیں - اسی طرح آج نافرمان انسانوں کی اکثریت کی وجہ سے پوری انسانیّت تباہ و برباد ہو رہی ہے اور یا اس مسئلے کو یوں سمجھیں کہ مثلاً ایک آدمی ایک پُرتکلف دعوت کا اہتمام کرے بڑے اچھے اچھے کھانے تیار کرے - اور تقسیم کرنے کا انتظام بھی اچھا کرائے مگر مدعوئین صاحبان اس کا نظم و ضبط تسلیم نہ کریں اپنی اپنی مرضی سے کھانا شروع کر دیں تو ظاہر بات ہے کہ کسی کو کھانا ملے گا اور کسی کو نہیں ملے گا اور اگر اس کا ضابطہ تسلیم کریں اس کے موافق کھائیں تو حسب قسمت سب کو کھانا مل جائے گا اسی طرح اللہ ربّ العزت نے انسان، جنّات، حیوانات، چرند و پرند سب کے لیے کھانے اور پینے کا وافر کھلا اور بہترین انتظام کیا ہے اب جو اس انتظام کو مانتا ہے اور اس کے موافق عمل کرتا ہے تو اسے بے حساب رزق ملتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں چلتا تو بہر حال اسے رُسوائی اٹھانی پڑتی ہے اور قعرِ مذلّت میں گرتا ہے -

اب ہم ذیل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اس کارخانہ کا مالک و خالق ہے تعلق قائم کرنے کے اصول بیان کریں گے اور اس کے بعد اس کی بنائی ہوئی مشینری کو استعمال کرنے کے طریقے عرض کریں گے -

## اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنیکا اصول اسکی عبادت ہے

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا | اے لوگو اپنے ربّ کی عبادت |
| رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ | کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں |
| وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ | جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچ جاؤ |
| تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ | جس نے تمہارے لیے زمین کو |
| الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً | فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور |
| وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً | اسی نے آسمان سے پانی برسایا |
| فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ | پھر اس کے ذریعہ تمہارے کھانے |
| رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا | کے لیے پھل پیدا کیے پھر اس کا |
| لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ | کوئی شریک نہ بناؤ۔ |
| هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا | حالانکہ تم جانتے ہو اسی نے |
| فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ | تمہارے لیے زمین کی ہر چیز بنائی |
| اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ | ہے پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ |
| فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ | ہوا اور ان کے سات آسمان برابر |
| وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ | کر دیئے اور وہ ہر چیز کے بنانے |
| (سورۃ بقرہ آیت ۲۱-۲۲-۲۹ | میں ماہر ہے۔ |

## تفسیر

ان آیتوں میں سات چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ لوگوں کو عبادت صرف ایک اللہ تعالیٰ کی کرنا چاہیئے اس کی تفصیل تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام

پر ہوگی۔ یہاں اجمالی طور پر اتنا کافی ہے کہ انسان کو اس کارخانہ کے خالق و مالک سے اتنا رابطہ کرنا چاہیئے جو وہ کھانے کے لیے دے وہ کھائے اور جس سے وہ منع کرے وہ نہ کھائے۔ جو وہ پینے کے لیے دے وہ پیئے اور جس سے وہ منع کرے وہ نہ پیئے اور جو لباس وہ پہننے کے لیے دے وہ پہنے اور جس سے وہ منع کرے وہ نہ پہنے۔ جدھر وہ چلنے کو کہے ادھر چلے اور جہاں سے وہ منع کرے وہاں نہ جائے جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ میں یہ ہی عملی نمونے ہیں کیونکہ وہ اللہ اس کارخانہ کا مالک ہے اور انسان کی حیثیت ایک غلام کی ہے اس کا کام مالک کے حکم کی تعمیل ہے اور یہ مضمون اعبدوا کے جملہ سے مستنبط کیا گیا ہے اور دوسری چیز اس آیت میں یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان کی تربیت اور نشوونما کا نظام بھی اسی خداوند پاک کے ہاتھ میں ہے۔ یہ مضمون ربکم سے لیا گیا ہے اور رب اصل میں تربیت کو کہتے ہیں اور مفردات امام راغب میں لکھا ہے کہ تربیت کسی چیز کو بنانا اور پھر تدریجی طور پر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے اور یہاں جو ربکم فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو بنایا ہے اور بناتا ہے اور وہی اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور بظاہر جو ماں اور باپ وغیرہ مرّبی نظر آتے ہیں اسی کا بنایا ہوا ایک نظام ہے اور حقیقتاً وہی مرّبی ہے پس خلاصہ یہ نکلا کہ بندگی اور عبادت جس کی تشریح پہلے بیان ہو چکی ہے اسی کا حق ہے اور کسی کا حق نہیں ہے انسان کو چاہیئے کہ سر مو اس کے حکم سے سرتابی نہ کرے۔

ثنا خواں پتا پتا ہے خدایا دم بدم تیرا
زمین و آسماں تیرے یہ موجود و عدم تیرا
جو دنیا میں ترا کھا کر تیرے شکوے کرے یارب
تعجب ہے کہ ان پر بھی ہو لطف و کرم تیرا

اور تیسری چیز جو اس آیت میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ نظامِ عالم جو چل رہا ہے یہ از سر خود نہیں بنا بلکہ اسی خداوند پاک نے اسے بنایا ہے اور یہ مضمون خلقکم سے لیا گیا ہے اور دوسرے مقام پر اسی مضمون کو الحی القیوم سے تعبیر فرمایا ہے۔ اصل میں اشیاء کی ترکیب صورت اور مادہ سے ہے جس صفت کے انعکاس سے صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ حیّ ہے اور جس اسم کی تاثیر سے مادہ پیدا ہوتا ہے وہ قیوم کہلاتا ہے تو حاصل یہ ہے کہ مادہ اور صورت کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ جب مادہ اور صورت کی انتہا اسی پر ہے تو پھر دوسرے کے دروازے پر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہو گی اس میں یہی دو چیزیں ہوں گی۔ (منقولہ از حاشیہ قرآن عزیز مولانا احمد علیؒ)

پس ثابت ہوا کہ سارے جہاں کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اسی کے ساتھ انسان کو بندگی والا تعلق قائم کرنا چاہیئے اور چوتھی چیز لعلکم تتقون کے اس جملے میں بیان فرمائی ہے یعنی تاکہ تم بچ جاؤ کیونکہ اصل کامیابی اس کے ساتھ تعلق جوڑنے پر موقوف ہے اور کامیابی سے مراد دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ پاک کا یہ دستور ہے کہ جہاں صرف دنیا کی کامیابی بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں فی الدنیا کی قید لگاتے ہیں اور جہاں آخرت کی کامیابی بیان کرنا مقصود ہوتی ہے وہاں فی الاخرۃ کا لفظ لگا دیتے ہیں اور جہاں دونوں کامیابیاں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں اس جملہ کو مطلق چھوڑا جاتا ہے اور یہاں لعلکم تتقون فی الدنیا و الاخرۃ کی قید نہیں ہے یا فی الدنیا یا فی الاخرۃ کی قید بھی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں دونوں جہان کی کامیابی بیان کرنا مقصود ہے اور اس سے آگے الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناءً میں پانچویں چیز کا بیان ہے یعنی اس اللہ تعالیٰ نے انسان کی سکونت

اور رہائش کے لیے اتنی بڑی عمارت بنائی ہے۔ پھر انسان کا یہ اولین فریضہ ہے
کہ اتنے بڑے اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرے اور اپنا فریضہ بندگی ادا کرتا رہے
اور چھٹی چیز یہ بیان فرمائی وانزل من السماء ماء اور اسی نے آسمان
سے بارش نازل فرمائی یعنی انسان کے لیے آب رسانی کا نظام قائم کیا۔
اس کا ایک حصہ یہ فرش زمین ہے اور دوسرا حصہ آسمان کا یہ بلند و بالا خلائی نظام
ہے اور تیسرا حصہ باران رحمت کا نزول ہے اور آب رسانی کا یہ سسٹم ہے درحقیقت
پانی کا اصل ذخیرہ سمندر ہے مگر یہ پانی جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں تک
پہنچانا باین وجہ دشوار ہے کہ اگر اس میں توسیع کی جائے تو پھر تمام بر اعظم کا وجود
ہی ختم ہو جائے گا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ پانی اس بری مخلوق کے لیے موزوں
بھی نہیں ہے اس لیے خالق کائنات نے اس مرکزی ذخیرے سے اپنی بری مخلوقات
تک وہ پانی پہنچانے کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ کہ سب سے پہلے اس ذخیرے
سے بخارات اڑاتا ہے پھر ان بخارات سے بادل بناتا ہے پھر ان بادلوں سے
کہیں بارش برساتا ہے کہیں برف برساتا ہے اور برف کے لیے اونچے اونچے
پہاڑ منتخب فرمائے ہیں اور وہ برف پگل پگل کر کے پانی زمین کے اندر جذب ہو
کر اور پاک صاف ہو کر ندیوں، برساتی نالوں، چشموں اور کنوؤں کے ذریعہ یہ پانی
انسانوں، حیوانوں، چرند پرند اور کیڑے مکوڑوں تک پہنچتا ہے اور چوتھا حصہ
یہ ہے کہ اس پانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ہر قسم کے پھل
فروٹ، سبزیاں اناج وغیرہ پیدا فرمائے ہیں۔ اور پانچویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ
تعالیٰ نے اس فرش زمین سے لے کر عرش بریں تک جو نظام قائم فرمایا ہے۔
اے بنی نوع انسان یہ سب کچھ تمہاری خاطر پیدا کیا ہے تم اس کی خاطر پیدا نہیں کئے
گئے پس معلوم ہوا کہ کائنات خداوندی میں سب سے اعلیٰ وارفع صرف انسان ہے

باقی سب اس کے خادم ہیں۔ اس میں یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ اے انسان جب یہ ساری مخلوق تیری خادم ہے اور تو مخدوم ہے تو پھر تجھے اپنے سے گھٹیا اور اپنے خادموں کی عبادت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تجھے تو اس ذات کی عبادت کرنا چاہیئے جو تجھ سے بھی اونچی بلند و بالا ہے اور اپنے سے کمتر کی عبادت کرنا اپنے آپ کو اس منصب عالی سے گرانا ہے اور اپنی عبادت کرانا یا اپنے جیسے کی عبادت کرنا یہ اپنے آپ کو خدائی منصب پر فائز کرنا ہے یا ایک گھٹیا کو خدائی منصب دینا ہے جو انسان کی شایان شان نہیں ہے اور یہ مضمون فلا تجعلوا اللہ اندادو انتم تعلمون میں بیان فرمایا ہے۔

جانور بھی پیدا ہوئے ہیں تیری دفا کے واسطے
یہ کھیتیاں سدا سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
یہ چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
یہ سب جہاں تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے

اور ساتویں چیز یہ بیان فرمائی کہ سبزیات اناج اور پھل فروٹ کے علاوہ بھی جو چیزیں زمین میں ہیں مثلاً پتھر، درخت، گھاس، پہاڑ، جانور چرند پرند وغیرہ یہ بھی سارے صرف انسان ہی کے لیے پیدا کیئے گئے ہیں ان کا مقصد صرف انسان کو نفع پہنچانا ہے اور یہ مضمون ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً میں بیان فرمایا۔

**سوال** اس آیت کریمہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے زمین کی ہر چیز جب انسان کے لیے ہے تو پھر انسان ہر چیز استعمال کر سکتا ہے تو پھر قرآن کریم میں یہ حلال و حرام کا امتیاز کیوں رکھا گیا ہے۔

**جواب** خلق لکم ما فی الارض جمیعاً لام انتفاع کے لیے ہے یعنی یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفع کے لیے پیدا فرمائی ہیں اور نفع دو قسم کا ہے ایک فوری اور وقتی اور دوسرا تاخیر اور تدبیر کے بعد حلال اشیاء سے مراد فوری منافع والی چیزیں ہیں جنہیں فوراً استعمال کرنا چاہیے تو بلا روک ٹوک استعمال کر سکتا ہے ان میں نقصان کا اندیشہ نہیں ہے اور حرام اشیاء کے استعمال سے فوری نقصان ہوتا ہے البتہ اگر تدابیر سے استعمال کیا جائے، تو فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر زہریلی چیزیں اگر انسان استعمال کرے گا تو فوراً نقصان ہوگا اور تدابیر سے استعمال کرے تو فائدہ ہوگا جیسا کہ حکماء اور ڈاکٹر حضرات کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حرام چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے انسان کو اگر انہیں استعمال کرے تو فوری طور پر نقصان ہوتا ہے اور یا ابر جلسی کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہیں اور اولین درجہ میں ان کا استعمال ناجائز ہے اور کسی تدبیر سے اگر استعمال کی جائیں تو وہ جائز ہیں اور ان میں منافع اور نقصان کی تفصیل مزید انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کریں گے۔ اور اس سے آگے والا جملہ ثم استوٰی الی السماء فسوٰی ھن سبع سموات۔ یہ پہلی آیت میں جو کلمات والسماء بناء آئے ہیں ان کی تشریح ہے۔ کیونکہ السماء کا جو لفظ ہے اس سے مراد بلندی ہے اب اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ بلندی ایک ہی ہے یا کوئی نہیں اور ثم استوٰی الی السماء فسوٰی ھن سبع سموات میں بتا دیا گیا کہ پہلے وہ بلندی ایک ہی تھی جس کو السماء تعبیر فرمایا ہے پھر اس کے سات حصے کر دیئے گئے جن کو سبع سموات سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

**سوال** قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سات ہیں

اور سائنس جدید کی تحقیق یہ ہے کہ ایک یہ نظامِ شمسی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی کروڑہا نظامِ شمسی ہیں اور وہ ہر نظامِ شمسی اس نظامِ شمسی سے کئی گنا بڑا ہے کیا سائنس جدید کی تحقیق قرآنی تحقیق سے زیادہ ہے۔

**جواب** سائنس جدید نے تو قدم قدم پر قرآنی علوم کی تصدیق کی ہے اور کر رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی تصدیق ہوتی رہے گی۔ اور فی الواقع اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سات ہیں اور سورہ طلاق والی آیت میں ہے ومن الارض مثلھن کہ زمینیں بھی آسمان کی طرح سات ہیں اور رب العلمین کے کلمے قرآن کریم میں بار بار ذکر کئے گئے ہیں اور عالمین کا یہ لفظ جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے اس پر اگر الؔ نہ ہو تو پھر یہ جمع قلّت میں شامل ہوتا ہے جس کا اطلاق تین افراد سے لے کر دس تک کیا جا سکتا ہے اور اگر اس پر الؔ آئی ہو تو پھر یہ لفظ جمع کثرت میں شامل ہوتا ہے اور جمع کثرت کا اطلاق کروڑوں اربوں، کھربوں وغیرہ ذالک تک کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جب رب العلمین کا ذکر بار بار فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صرف سات زمینوں اور سات آسمانوں کا ہی مالک نہیں ہے بلکہ وہ کروڑوں اربوں اور کھربوں جہانوں کا مالک ہے تو بظاہر ان آیتوں میں تعارض سا نظر آتا ہے اور ان دونوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ سبع سمٰوات سے مراد یہ نظامِ شمسی لیا جائے یعنی مشہور سبع سیّارات کی مدارت کرۂ شمسی، کرۂ قمر، کرۂ مریخ، کرۂ عطارد، کرۂ زحل، کرۂ مشتری، کرۂ زہرہ حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ماجدی میں تفسیر کبیر اور مظہری کے حوالہ سے سبع سمٰوات کی یہی تفصیل لکھی ہے اور رب العلمین کو عام ٹھہرایا جائے جس کا حصّہ یہ سبع سموات بھی لیے جائیں تو دونوں جملوں میں تطبیق بھی ہو سکتی ہے اور سائنس جدید کی تحقیقات

سے قرآن مجید کی تصدیق بھی ہو جائے گی اور حقیقت کا حال اللہ ہی جانتا ہے وہ جیسے چاہے کر سکتا ہے اور آٹھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ جس نے یہ نظام قائم فرمایا ہے وہ بڑا ماہر ہے بہرحال اتنا معلوم ہو گیا کہ یہ سارا نظام انسانی ترقی کے لیے بنایا گیا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۂ ھود آیت ۶)

اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے اور وہ جانتا ہے اسے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ لوح محفوظ میں ہے

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۰-۳۱)

بے شک تیرا رب کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ بھی کرتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل مت کرو بے شک ان کا قتل بڑا گناہ ہے

اَوَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے لیے تابعدار بنا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ ایسے

| | |
|---|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ | بھی ہیں جو اللہ کے معاملے میں |
| فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا | جھگڑتے ہیں۔ انہیں علم ہے نہ |
| هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ | ہدایت ہے اور نہ روشنی بخشنے والی |
| (سورہ لقمان آیت ۲۰) | کتاب۔ |
| اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ | کیا وہ نہیں دیکھتے کہ پانی کو خشک |
| الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ | زمین کی طرف چلا کر اس سے کھیتی |
| فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ | نکالتے ہیں جس سے ان کے |
| مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ | چارپائے اور وہ بھی کھاتے ہیں |
| اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝ | کیا وہ دیکھتے نہیں۔ |

(سورہ سجدہ آیت ۲۷)

# تفسیر

سورۃ بقرہ والی آیتوں میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام عالم اور اسباب روزی صرف انسان کے لیے بنائے ہیں اور ان آیتوں میں سے پہلی سورہ ہود والی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ نے انسان کے علاوہ بقیہ ہر ذی نفس کے لیے بھی روزی کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا ہے۔ لیکن اب شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر ذی نفس کو روزی کی ضرورت تو شکم مادر سے ہی شروع ہو جاتی ہے اور پھر قبر کے اندر بھی اسے روزی کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ قبر میں اس کی زندگی ہے خواہ پتھروں جیسی ہو بہر حال جس درجے کی اس کی زندگی ہے اسی درجے کی اس کو روزی کی وہاں ضرورت ہے اور شبہ یہ پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ذی نفس کے ان حالات اور ضروریات کا کیا پتہ ہے تو اس کے جواب میں

فرمایا ہے ویعلم مستقرھا و مستودعھا اور وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور سونپنے کی جگہ ۔ مستقر سے مراد شکم مادر سے لے کر تا دم مرگ تک کا دور ہے اور مستودع سے مراد مرگ سے لے کر تا قیامت کا زمانہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ نفس کے شکم مادر سے لے کر قیامت تک کے احوال اور ضروریات کو جانتا ہے اور اس کے موافق انہیں روزی دیتا ہے اب ماں کے رحم میں جس قسم کی روزی کی ضرورت ہے وہاں وہ روزی پہنچا رہا ہے اور اسی طرح اس دنیا میں ہر ذی نفس کے لیے مختلف ادوار آتے ہیں اور ہر دور کے موافق روزی کا بندوبست اور انتظام موجود ہے اور ظاہر بات ہے کہ جس خداوند پاک نے ان دو ادوار کی روزی کا انتظام فرمایا ہے قبر کے اندر بھی اس نے انتظام کیا ہوا ہوگا اب وہ کیسا ہے تو اس کا پتہ تجربے سے ہی ہوگا جس طرح ماں کے رحم میں اگر اسے کوئی کہتا کہ میاں یہ تیری عارضی منزل ہے یہاں سے تو نے منتقل ہونا ہے ۔ یہاں کے بعد ایک زمانہ اور دور آئے گا اس کو دنیا کہتے ہیں وہاں بڑے بڑے آسمان ہیں اور بڑی لمبی چوڑی زمین ہے بڑے اُونچے اُونچے پہاڑ ہیں وہاں کی نعمتیں اچھی ہیں اور یہ کوٹھری جس میں تو جکڑا ہوا ہے یہ تو کچھ نہیں ہے تو انسان اس کو کبھی نہ مانتا لیکن یہاں جب آتا ہے تو پھر وہ سب کچھ دیکھتا ہے اسے تجربہ ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی یقین آجائے گا اور آگے فرمایا ہے کہ ہر چیز لوح محفوظ میں موجود ہے جو صحیفہ علم الٰہی ہے ۔ یعنی علم الٰہی میں ہر چھوٹی بڑی چیز موجود ہے اور اس کی ضروریات اور تقاضوں کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے تو پھر کیسے کوئی چیز اس سے مخفی اور پوشیدہ رہ سکتی ہے یقیناً نہیں ۔

اور سورہ بنی اسرائیل خدالی آیات میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ جو روزی عطا

فرماتے ہیں یہ سب کو برابر نہیں دیتے بلکہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتے ہیں یعنی
اسے جتنی ضرورت ہوتی ہے اسے اتنی دیتے ہیں ضرورت سے زیادہ نہیں دیتے
اس کی مزید تفصیل آگے عنقریب آرہی ہے۔ یہاں اتنا فرمادیا ہے کہ وہ روزی
خوروں کے تقاضوں سے باخبر ہے وہ ان تقاضوں کو دیکھ کر روزی دیتا ہے
اور اگلی آیت کریمہ میں انسانوں کا ایک شبہ دور کرنا مقصود ہے اور وہ یہ ہے
کہ اکثر و بیشتر انسان اپنے آپ کو اپنا اور اپنی اولاد کا رزّاق سمجھتے ہیں اسی لیے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے تاکہ یہ بڑے
ہوکر ہمارے نان نفقہ میں شریک نہ ہوں۔ یہ ایسا ہی نمونہ تھا جیساکہ سانپنی کرتی
ہے کہ پیدا ہوتے ہی وہ اپنے سب بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے کہ اسکا پیٹ
خالی ہوجاتا ہے اور وہ اپنے ہی بچوں سے اپنا پیٹ بھرتی ہے اور اس دور
کے انسانوں کا بھی یہ حال تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ بچے اگر رہیں گے تو ہمارا پیٹ
نہیں بھرے گا اس لیے انہیں قتل کر دیتے تھے تو اللہ کے پیارے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ جل مجدہ کا یہ پیغام سنایا کہ تمہارا پیٹ بھی وہی
اللہ بھرتا ہے اور تمہارے بچوں کا پیٹ بھی وہ ہی بھرتا ہے تم اپنے پیٹ کی
خاطر انہیں قتل مت کرو یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر چونکہ انسان کو اللہ کی ذات پر
اور اس کے ان وعدوں پر یقین نہیں آتا اس کے لیے اللہ پاک نے سورہ لقمان
والی آیت میں اپنی قدرت کاملہ کے اور اپنے ایفاء عہد کے کچھ نمونے بیان فرمائے
ہیں اور فرمایا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ نے تمہارے لیے آسمانوں اور
زمین کی ہر چیز مسخّر کر دی ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں
اور باوجود قدرت کے یہ عظیم نمونے اور کرشمے دیکھ کر بھی اور ان کا شب و روز
مشاہدہ اور ملاحظہ کر کے پھر بھی بعض لوگوں کو یقین نہیں آتا اور اللہ کے بارے

ہیں جھگڑتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ نہیں یہ سارا نظام یوں ہی از سرِ خود بن گیا ہے کوئی اور اس کا بنانے والا نہیں ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں وہ ہے تو سہی مگر وہ اکیلا اتنا کام نہیں کر سکتا لازماً اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا تو قرآن مجید نے ان دونوں نظریات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ نظام از سرِ خود نہیں بنا بلکہ اسی ایک ذاتِ پاک نے اسے بنایا ہے اور وہ اس کے بنانے میں اور چلانے میں اکیلا اور تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور آگے فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جہاں خود بن گیا ہے یا اس کا کوئی شریک ہے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس سے آگے سورہ سجدہ والی آیت میں پروردگار نے اپنی قدرت کاملہ کے ایک اور نمونے کو بیان فرمایا ہے اگرچہ اجمالاً لقمان والی آیت میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے لیکن اس میں تفصیل ہے پہلے تفصیل نہیں تھی تو فرمایا کہ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف چلا کر اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس سے ان کے چارپائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو بہرحال اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی قدرت کاملہ کے یہ نمونے دکھا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم اپنی اولاد کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ تم نے اپنے آپ کو ان کا رزاق سمجھا ہوا ہے یہ غلط ہے تم ان کے رزاق نہیں ہو بلکہ میں ہی تم سب کا رزاق ہوں اور اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو میرے ان نمونوں کو دیکھ لو اور ان میں خوب غور کرلو تا کہ تمہارا یقین پختہ ہوجائے۔

| | |
|---|---|
| وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ | اور چارپایوں کو اس نے تمہارے |
| فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَ | لیے پیدا کیا ہے اور تمہارے |
| مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ | لیے ان میں جاڑے کا سامان ہے |
| فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ | اور بھی بہت سے فائدے ہیں |

| | |
|---|---|
| تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ | اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو |
| وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ | اور تمہارے لیے ان میں زینت |
| اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ | ہے جب شام چرا کر لاتے ہو اور |
| تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا | جب صبح انہیں چرانے کے لیے |
| بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ | لے جاتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ |
| اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ | اٹھا کر ایسے شہروں تک لے جاتے |
| الرَّحِيْمُ ۝ وَالْخَيْلَ | ہیں جن تک تم سوائے تکلیف کے |
| وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ | نہیں پہنچ سکتے تھے بے شک تمہارا |
| لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ | رب بڑا شفقت کرنے والا مہربان |
| وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ | ہے اور اس نے گھوڑے، خچر، |
| ( سورہ نحل آیت ۵ تا ۸ ) | گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری |
| | کرو اور زینت کے لیے اور وہ |
| | پیدا کرتا رہتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ |

## تفسیر

ان آیتوں میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک تو انعامات کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کھانے کے لیے، سردیوں سے بچانے کے لیے تمہارے بوجھ اٹھانے کے لیے اور تمہاری سواری کے لیے اور زیب و زینت کے لیے چارپائے پیدا فرمائے ہیں اور دوسرا ایک شبہ دور کرنا مقصود ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۱ - ۲۲ - اور ۲۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کا یہ سارا نظام صرف انسان کے لیے پیدا فرمایا ہے اور مقصود اصلی انسان

ہے اور یہ سب کچھ اسی کی روزی کی خاطر ہے اور سورہ ھود کی آیت ۶ اور سورہ سجدہ کی آیت ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزی کا نظام اللہ تعالیٰ نے جانوروں، چرند پرند سب کے لیے بھی بنایا ہے تو اس سورہ نحل کی آیت ۵ تا ۸ میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں وغیرہ کی روزی کا بھی انتظام کیا ہے اور انہیں انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے پس معلوم ہوا کہ اصل مقصود انسان ہی ہے۔

## انسان کی روزی باقیوں سے افضل ہے

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰) | اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے اور خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت عطا کی۔ |

## تفسیر

اس آیت کریمہ میں دو چیزیں بیان کرنا مقصود ہے ایک تو شبہ کا ازالہ کرنا ہے جو سورہ ھود کی آیت ۶ سے اور سورہ سجدہ کی آیت ۲۷ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دو آیتوں میں فرمایا ہے کہ انسان حیوانات چرند پرند کیڑے مکوڑوں سب کی روزی کا اللہ نے بندوبست کیا ہے مگر ان آیتوں میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ کیا ان سب کی روزی میں مساوات ہے یا کوئی امتیاز بھی ہے اور اس سورہ بنی اسرائیل کی آیت میں فرمایا ہے کہ بنی آدم کی روزی باقیوں کی روزی

سے عمدہ اور اعلیٰ ہے اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ بنی نوع انسان کو ساری مخلوق پر شرف فضیلت اور برتری حاصل ہے اس لیے اس کو سب سے اونچی روزی دی گئی ہے۔

## فراوانیٔ رزق سے بغاوت ہو جائیگی

| | |
|---|---|
| وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ | اور اگر اللہ روزی اپنے بندوں کے |
| لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی | لیے کھول دے تو وہ زمین پر |
| الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ | سرکشی کریں گے لیکن وہ ایک |
| بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ | اندازے سے اتارتا ہے جتنی چاہتا |
| اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ | ہے بے شک وہ اپنے بندوں |
| بَصِيْرٌ ۝ | سے اچھی طرح باخبر خوب دیکھنے |
| (سورہ شوریٰ آیت ۲۷) | والا ہے۔ |
| اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ | کیا وہ آپ کے رب کی رحمت |
| رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا | تقسیم کرتے ہیں ان کی روزی تو |
| بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِی | ہم نے ان کے درمیان دنیا کی |
| الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا | زندگی میں تقسیم کی ہے اور ہم نے |
| بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ | بعض کے بعض پر درجے بلند کئے |
| دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ | ہیں تاکہ ایک دوسرے کو محکوم |
| بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ | بنا کر رکھے اور آپ کے رب کی |
| رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا | رحمت اس سے کہیں بہتر ہے |
| يَجْمَعُوْنَ ۝ (سورۂ زخرف آیت ۳۲) | جو وہ جمع کرتے ہیں۔ |

# تفسیر

اس سے پہلے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۳۰ اور ۳۱ میں آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو روزی کے بے شمار خزانے پیدا کئے ہیں مگر سب کو برابر نہیں دیتا بلکہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتا ہے اور اب سورہ شوریٰ کی آیت ستائیس اور سورہ زخرف کی آیت بتیس میں اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ پاک ایسا کیوں کرتے ہیں۔ شوریٰ والی آیت میں فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ روزی کے دروازے سب کے لیے برابر کھول دیتے تو زمین میں بغاوت ہو جاتی اس لیے اللہ تعالیٰ جس کو جتنی روزی کی ضرورت ہے اتنی ہی عطا فرماتے ہیں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ بغاوت کیسے ہوگی تو اس کا جواب یہ کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ یہ اپنے مساوی کا وجود برداشت نہیں کرتا جب روزی میں سب برابر ہوں گے تو ایک دوسرے کا وجود مٹانے کی کوشش کریں گے نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری اس لیے روزی کے خزانے تو بے شمار پیدا کئے ہیں مگر تقسیم میں مساوات نہیں رکھی اور سورۂ زخرف کی آیت بتیس میں اس تقسیم کا طریقہ بیان فرما دیا ہے اور فرمایا کہ دنیا میں جو روزی کی تقسیم شروع ہے۔ یہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے ہم جس طرح چاہتے ہیں تقسیم کرتے ہیں اور ہم نے اس سلسلہ میں لوگوں کے مابین درجات مقرر کئے ہیں اور ایک حاکم اور دوسرے کو محکوم بنا دیا ہے یعنی حاکم روزی تقسیم کرے اور محکوم اس تقسیم کو قبول کرے اور اس سلسلہ میں بنظر غائر اگر دیکھا جائے تو ہر ایک انسان اپنی اپنی جگہ پر حاکم ہے اور دوسرا محکوم ہے اور ہر ایک کو کسی نہ کسی صورت میں دوسرے کا محتاج ٹھہرا دیا ہے۔ مثال کے طور

پر ایک بادشاہِ وقت کو بھی جوتے کی ضرورت ہے اور اس کو اس کی خاطر ایک موچی یا جوتا فروش کے پاس جانا پڑے گا اور وہ اس سلسلہ میں جوتے کی جو قیمت بتائے گا بادشاہ کو بھی اس موچی کا حکم ماننا پڑے گا اور اسے اس موچی کو اس جوتے کی مطلوبہ قیمت ادا کرنی پڑے گی اور اس موچی پر اگر کوئی ظلم کرے گا تو دادرسی کے لیے اسے بھی اس بادشاہِ وقت کے پاس جانا پڑے گا یہ تو ایک مثال مشت از نمونہ خروارعرض کی ہے بقیہ نظام زندگی کو بھی اسی طرح قیاس کرنا چاہیئے بہر حال قدرت نے ہر ذی نفس کے لیے روزی کے بے شمار خزانے پیدا فرمائے ہیں اور ساتھ تقسیم کا طریقہ بھی بتا دیا ہے اب انسان کا کام ہے کہ قدرت کی تقسیم قبول کرے اور اپنا اپنا مقرر حصّہ لیتا جائے اور کسی دوسرے کے حصّے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور آج دنیا میں جو جنگ جاری ہے یہ اپنے حصّے پر قناعت نہ کرنے اور دوسرے سے چھیننے کی جنگ ہے جو تباہی کا باعث بنی ہوئی ہے یہاں تک تو آیات قرآن کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی سب کا روزی رساں ہے اور اب احادیثِ نبویہ پیش کی جائیں گی جن سے ان آیات کی تائید ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ | اور حضرت ابن مسعود سے روایت |
| حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | ہے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ | صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سنائی |
| الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ | اور وہ تصدیق کرنے والے تصدیق |
| خَلْقَ اَحَدِكُمْ يَجْمَعُ فِيْ | کیے ہوئے ہیں کہ بے شک پیدائش |
| بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا | تم میں سے ہر ایک کی اپنی ماں کے |
| نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً | پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی |

مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَكُوْنَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْسَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ (متفق علیہ)

شکل میں جمع رہتی ہے پھر اسی طرح لوتھڑا کی شکل میں پھر اسی طرح بوٹی کی شکل ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں دے کر بھیجتے ہیں پھر وہ فرشتہ اس کا عمل اجل رزق بدبختی یا نیک بختی لکھتا ہے پھر اس میں رُوح پھونکتا ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَغَ اِلٰى كُلِّ عَبْدٍ مِنْ خَلْقِهٖ مِنْ خَمْسٍ مِنْ اَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَمَضْجَعِهٖ وَاَثَرِهٖ وَرِزْقِهٖ (رواہ احمد)

حضرت ابی درداء سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزّوجلّ اپنے ہر مخلوق بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے اس کے اجل سے عمل سے لیٹنے کی جگہ سے لوٹنے کی جگہ سے اور رزق سے۔

## تفسیر

ان احادیث میں جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ماں کے رِحم میں بچے میں رُوح پڑنے سے پہلے ہی پانچ چیزوں کا فیصلہ فرما دیتے ہیں اور قلم تقدیر سے لکھوا دیتے ہیں۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔ اجل یعنی عمر عمل یعنی نیک یا بد۔ لیٹنے کی جگہ یعنی دنیا میں رہنے کی جگہ لوٹنے کی جگہ یعنی

جنت یا دوزخ اور روزی۔ اور ہم اس وقت باقی چار چیزوں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے اس وقت صرف پانچویں چیز جو روزی ہے اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے کہ اس سے قبل آیاتِ قرآنیہ سے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ ہر ذی نفس کی روزی کا انتظام کیا ہوا ہے لیکن یہ تفصیل نہیں ہے کہ اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی یہ انتظام کر دیا جاتا ہے یا اس کے بعد کیا جاتا ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انتظام ماں کے پیٹ میں اس میں روح پڑنے سے پہلے ہی کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً بچّے کے دنیا میں آنے سے پہلے اس کی ماں کی چھاتی میں اس کے لیے دودھ کا چشمہ پیدا کیا ہوا ہے اور اس کے بدن میں روح پڑنے کے ساتھ ساتھ اس چشمے میں دودھ کی آمد بھی شروع ہو جاتی ہے اور جوں ہی وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنے لیے دُودھ سے مالامال اور بھرا ہوا چشمہ موجود پاتا ہے اور اس دور میں وہ چونکہ صرف دودھ استعمال کرنے کے قابل ہے اس لیے اس کی خاطر دودھ کا بندوبست کیا ہے۔ اس زمانے میں وہ زردہ پلاؤ کھانے کے قابل نہیں ہے اس لیے اس دور میں اس کی خاطر اس کا انتظام نہیں ہے اور اگر اس دور میں اسے ایسی چیزیں کھلا دی جائیں تو وہ مر جائے گا کیونکہ یہ قلمِ تقدیر کے خلاف ہے اور اس سے آگے وہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ غذاؤں کی بھی تبدیلی آتی رہتی ہے اور اگر ان تبدیلی کے ادوار میں وہ کوئی غلطی کرے یعنی حرام اشیاء کھائے تو وہ کئی طرح کے امراض میں مبتلا ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے تقدیر میں ادویات رکھی ہیں ان کے استعمال سے اس کی اصلاح ہو جائے گی اور اس سلسلہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جو دوا کھائے اس سے اسے آرام آجائے بلکہ قلمِ تقدیر نے

جس دوا میں اس کی صحت لکھی ہوئی ہو گی اسی سے آرام آئے گا اور جب تقدیر کی مقرر کردہ اس کی روزی ختم ہو جائے گی تو وہ بھی ختم ہو جائے گا، اس وقت کوئی دوا اس کے کام نہیں آئے گی۔

## تقسیم روزی کا طریقہ

| | |
|---|---|
| وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ | اور مت تمنا کرو اس فضیلت |
| اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ | میں جو اللہ نے تم میں سے بعض |
| لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا | کو بعض پر بخشی ہے۔ مردوں |
| اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ | کا اپنی کمائی میں سے حصّہ ہے |
| مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا | اور عورتوں کا اپنی کمائی میں سے |
| اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ | حصّہ ہے اور اللہ سے اس |
| بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝ (سورہ | کا فضل مانگو بے شک اللہ |
| نساء آیت ۳۲) ۔ اِنَّ اللّٰهَ | کو ہر چیز کا علم ہے اور بیشک |
| يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ | اللہ انصاف اور احسان کا حکم |
| وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى | دیتا ہے اور رشتہ داروں کو |
| وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ | حق دینے کا بھی اور بے حیائی اور |
| وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ يَعِظُكُمْ | بُری بات اور ظلم سے منع کرتا |
| لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ | ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے |
| (سورہ نحل آیت ۹۰) | تاکہ تم سمجھو۔ |

## تفسیر

اس سے پہلے جو آیات اور احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں تو یہ بتایا

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی نفس کے لیے روزی کے بے شمار خزانے پیدا فرمائے ہیں اور اب وہ کون سے خزانے ہیں اور ان سے روزی کس طرح حاصل کرنا ہے اس کی تفصیل نہیں آئی۔ ان میں خزانوں کے بارے میں اجمالی ذکر ضرور موجود ہے۔ مثلاً زمین آسمان پتھر پہاڑ، درخت لوہا غرضیکہ یہ معدنیات نباتات وغیرہ ہر ایک روزی کا خزانہ ہے اور انبار ہیں۔ انسان جس بھی خزانے میں ہاتھ ڈالے تو اپنے لیے روزی حسب منشاء موجود پائے گا جتنا چاہے گا اتنی روزی ملے گی لیکن اس آیت میں اس کے لیے محنت شرط رکھ دی ہے۔ بلا محنت روزی نہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ چاہے تو سوائے محنت کے بھی دے سکتا ہے مثلاً اگر اس نے ایک آدمی کی عمر سو سال رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سو سال کی روزی بھی فراہم کر سکتا ہے لیکن اس میں تین نقصانات ہیں اولین یہ ہے کہ یہ دنیا دارِ فانی ہے اس میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے تا دیر رہنے کے لیے نہیں بنائی اسی لیے کوئی چیز دنیا میں دیرپا نہیں ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ بے محنت اور بلا مشقت جو روزی اسے ملے گی اس کی اُسے کوئی قدر نہیں ہوگی اور تیسرا نقصان یہ ہے کہ اس صاحب روزی کو جب اتنی روزی بلا مشقت مل جائے گی تو بغاوت کرے گا اس کو بے جا صرف کرے گا اسے تباہ و برباد کر دے گا اپنا بھی نقصان کرے گا اور اوروں کا بھی نقصان کرے گا اور مشقت سے جو روزی اسے ملے گی اسے اس کی قدر ہوگی اسے ضائع نہیں کرے گا اور اس محنت سے اسے تازہ تازہ روزی ملے گی اس سے اس کے بدن کی نشو و نما بھی اچھی ہوگی اور امراض بھی نہیں پیدا ہوں گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے خزانے تقسیم کرنے کے لیے کچھ قواعد و ضوابط رکھے ہیں جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے ہیں۔

پہلا ضابطہ نجی ملکیت ہے یعنی اس اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کے لیے جو نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اگرچہ ہیں تو وہ سب کے لیے لیکن ان میں ہر ایک کا حصّہ مقرر ہے اور طے شدہ ہے ۔ اگر ان حصوّں کا تعیّن نہ ہوتا تو پھر ان خزانوں سے استفادہ ناممکن ہو جاتا ۔ انسان آپس میں کٹ مرتے نہ رہتا بانس اور نہ بجتی بانسری ۔ اس لیے خالق کائنات نے اپنے عطیات خود ہی اپنے بندوں پر تقسیم فرما دیئے ہیں اشتراک نہیں چھوڑا اور اس تقسیم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر انسان اپنی ملکیت بڑھانے میں خوب محنت کرے گا اور دوسری سے آگے بڑھنے اور برتری حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس کا اچھی طرح تحفظ خود کریگا اسے ضائع ہونے سے بچائے گا اسی لیے جہاں جہاں نجی ملکیت ہے وہاں اس کا پورا تحفظ موجود ہے اور جہاں نجی ملکیت نہیں ہے قومی ملکیت ہے اسے تحفظ دینے کے بجائے اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کیونکہ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میرا اس قومی ملکیت میں حق ہے جب مجھے میرا حق نہیں ملتا تو دوسرے کو کیوں ملے اس لیے نجی ملکیت ہونا ضروری ہے ورنہ نظام نہیں چل سکے گا جیسا کہ اشتراکی ممالک نے اپنی ناکامی کا خود اعتراف کیا ہے اور یہ مضمون فضل اللہ بعضکم علی بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے فضیلت دے دی ہے تمہارے بعض کو بعض پر اور فضیلت سے مراد روزی، اسباب روزی معیشت وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں ۔

دُوسرا ضابطہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ روزی سب کو برابر نہیں دیتے بلکہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر وہ انسان جس کو دوسرے انسانوں تک یا حیوانات تک روزی رسانی کا قوی اور مضبوط ذریعہ قدرت نے بنایا ہے اس کو زیادہ روزی دے گا کیونکہ اس کے

ذریعہ اوروں کو روزی پہنچانا مقصود ہے یہ ایک سپلائی لائن یا راشن ڈپو کی حیثیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مزدور یا کاشت کار یہ سب سے زیادہ روزی کھاتا ہے۔ اگر یہ فٹ پاتھ پر اپنے سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جائے تو اسے بڑی میٹھی نیند آتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے باقی انسانوں اور حیوانات وغیرہ تک روزی پہنچانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ ذریعہ قوی ہوگا تو باقیوں تک بآسانی روزی پہنچے گی اور اگر یہ کمزور ہو جائے گا تو یہ سپلائی لائن بے کار ہو جائے گی، خلق خدا کو نقصان ہوگا پس معلوم ہوا کہ کاشت کار اور مزدور ہی ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے اس لیے خداوند پاک نے اسے سب سے روزی اور آرام پہنچایا ہے اور روزی کی زیادتی سے مراد یہ ہرگز نہیں جو سرمایہ دار کے پاس اسٹاک پڑا ہوا ہے کیونکہ اس کو تو کھانے کی توفیق ہی نہیں ہے وہ تو ایک ٹائم پر ایک چپاتی بڑی مشکل سے ہضم کرتا ہے تو اتنا سٹاک جمع کرنے کا کیا فائدہ ہے وہ تو اس کو دیکھ دیکھ کر ترس رہا ہے اور ایک مزدور کو فٹ پاتھ پر جو میٹھی نیند آتی ہے وہ اسے ایئرکنڈیشن کمروں اور ریشمی رضائیوں کے اندر بھی میسّر نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ جو انسان باقی انسانوں حیوانوں تک روزی پہنچانے کا اچھا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ اسے زیادہ روزی دیتا ہے۔

**سوال** یہ عدم مساوات شانِ خداوندی کے مناسب نہیں ہے کہ کسی کو زیادہ دے اور کسی کو کم دے۔

**جواب** اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ عین انصاف ہے کیونکہ محنت اور مشقت میں سارے انسان برابر نہیں ہیں بعض طاقتور ہیں بعض کمزور ہیں اور بعض کم عقل ہیں اور بعض زیادہ عقلمند ہیں اور قدرت نے زیادہ طاقتور اور عقلمند اور محنت کش کو زیادہ روزی دی ہے تاکہ اس کے ذریعہ کمزور

اور کم عقل کو بھی روزی پہنچ جائے اور اگر کمزور کو تقسیم روزی کا کنٹرول دیا جائے تو اس سے ظالم چھین لے گا اور کم عقل کو دے دیا جائے تو وہ اس قومی خزانے کو برباد کر دے گا اس لیے یہ مساوات نہیں رکھی گئی اور یہ درحقیقت اس کے ساتھ بھی انصاف ہے کہ طاقت ور اور عقلمند کمائے خود بھی کھائے اور انہیں بھی کھلائے۔ مثال کے طور پر ایک باپ کے دو بیٹے ہوں ایک عقل مند اور دوسرا بیوقوف مُسْرِف دولت کو بے جا صرف کرنے والا اور باپ اب بیٹوں کو کاروباری اختیار دینا چاہے تو ظاہر بات ہے کہ وہ یہ اختیارات عقلمند ہی دے گا۔ کم عقل کو یہ اختیارات نہیں سونپے گا کیونکہ عقلمند کو کنٹرول دینے سے فائدہ یہ ہے کہ وہ کمائے گا خود بھی کھائے گا اور اس کم عقل کو بھی کھلائے گا، پہنائے گا اور باپ کی یہ تقسیم عقلمند کے ساتھ بھی انصاف ہے اور کم عقل سے بھی اور اگر وہ یہ اختیارات کم عقل کو سونپ دے تو یہ سب کے ساتھ ظلم ہو جائے گا اور کوئی بھی آدمی اس کے اس فعل کو انصاف سے تعبیر نہیں کریگا۔ اسی طرح رب العلمین کی تقسیم کو قیاس کر لیا جائے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے کافروں کے ساتھ بھی امتیازی سلوک نہیں برتا یعنی اگر کوئی کافر اگر باقی انسانوں تک روزی رسانی کا ذریعہ ہے تو اسے بھی وافر روزی دی ہے اور اس کے مقابلے میں اگر مومن ہے اور وہ باقیوں کی روزی رسانی کا قومی ذریعہ نہیں تو اسے اتنی ہی روزی دیتا ہے جتنی وہ کھا سکتا ہے۔ زیادہ ذخیرہ جمع کرنے کے لیے اسے بھی نہیں دیتا اس لیے کہ اسے زیادہ دے کر باقیوں کی حق تلفی کرتا ہے۔

تیسرا ضابطہ۔ بما فضل الله بعضهم على بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر یہ جو روزی کے خزانے کھولے ہیں یہ انسان کا اللہ پر حق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان اور فضل ہے

تو انسان کو چاہیئے کہ ان انعامات کو احسان ہی سمجھے کیونکہ احسان کے سلسلہ میں انسان کو جتنا کچھ اور جو کچھ بھی دے دیا جائے اس پر وہ نہ شکوہ کرتا ہے اور نہ وہ شکوہ کا حقدار ہوتا ہے بلکہ وہ تو شکرگزار ہوتا ہے کیونکہ اس کا محسن پر کوئی حق تو نہیں ہے تاکہ کمی اور بیشی میں یہ اس پر شکوہ کرے کہ تو نے میرا حق تھوڑا دیا ہے ایسا کیوں کیا ہے اور اسی طرح یہ محسن اگر کسی کو دے دے تو پھر بھی اس کا گلہ کرنا مناسب نہیں ہوتا کیوں کہ یہ تو اس کا اپنا مال ہے اس کی مرضی ہے کسی کو زیادہ دے یا کم دے ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے انسان کے لیے جو کچھ پیدا فرمایا یہ سب اس کا احسان ہے ۔ اگر انسان یہ نظریہ قائم کرے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ اور جتنا بھی عطا فرمایا ہے اس پر وہ اللہ تعالےٰ کا شکر کرے گا رضا بقضا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کی قدر کرے گا اور خوشی محسوس کرے گا کہ اس زمین و آسمان کے بادشاہ نے مجھ جیسے ناچیز کو یہ ہدیہ دیا ہے یہ تحفہ دیا ہے اگرچہ تھوڑا ہے لیکن اس نے مجھے اس کے قابل سمجھا ہے اور میں اس کو یاد ہوں بھولا ہوا نہیں ہوں اور اس نے مجھے جو کچھ دیا ہے عطا فرمایا ہے میں اس کے قابل بھی نہیں ہوں ؎

اس کے احسانات تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی تو اگر کسی قابل ہوتا

اور اس شکر گزاری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے انعامات اور احسانات کا باب کھول دے گا جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے ان شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۔ اگر تم شکر کروگے تو اپنے انعامات میں اضافہ کروں گا اور ناشکری کروگے تو میری گرفت سخت ہوگی پس ضابطہ نمبر تین کا مقصد یہ ہوا کہ اللہ کے خزانوں سے ہمیشہ استفادہ

کرنے کے لیے ہر وقت شکر گزار رہنا چاہیئے تاکہ یہ رحمت کا باب ہمیشہ کھلا رہے ورنہ بند ہو جائے گا۔

چوتھا ضابطہ۔ حسد کی ممانعت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کو جو کچھ اور جتنا کچھ دے دیا ہے دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسد کرے یا آرزو کرے کہ یہ مجھے مل جائے تو اچھا ہے۔ اسے یہ چیز کیوں دے دی گئی ہے یہ تو مجھے ملنی چاہیے تھی۔ اس ضابطے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا مہربان اور سب سے بڑا حکیم اور دانا ہے اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو اس بڑے مہربان اور حکیم کا فعل کس طرح حکمت سے خالی ہو سکتا ہے۔ یقیناً وہ جو کام کرنے کا حکم دے اس میں انسانوں کا فائدہ مضمر ہوتا ہے اور جس سے روکے وہ کام نہ کرنے میں فائدہ ہوتا ہے تو اللہ پاک نے اس آیت میں جو فرمایا ہے ولا تتمنّوا ما فضل اللہ بعضکم علی بعض مت تمنا کرو اس چیز کی جو فضیلت بخشی اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر معلوم ہوا کہ یہ تمنا نہ کرنے میں انسان کا فائدہ ہے اور کرنے میں نقصان ہے اس لیے خالق نے روکا ہے اور وہ نقصان یہ ہے کہ تمنا بغض، عداوت وغیرہ جو چیزیں ہیں ان کا تعلق انسان کے دل سے ہے اور جس دل میں یہ مرض آجائے اس کا دو قسم کا نقصان ہوگا۔ ایک دنیاوی اور دوسرا اخروی۔

دنیاوی نقصان یہ ہوگا کہ یہ شخص صرف یہیں تک تو اکتفا نہیں کرے گا کہ اپنی اس آتشِ حسد کو صرف اپنے دل کے اندر ہی بھڑکاتا رہے بلکہ ہر مجلس میں اس کی غیبت کرے گا اس پر الزامات اور بہتان لگائے گا اور اس کو اپنے ہاتھوں سے زبان سے ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا جو دنیا میں فساد

دنگا اور خون ریزی کی شکل میں ظاہر ہوگا اور ہزاروں کبائر گناہوں کے ساتھ بدامنی کی کیفیت پیدا ہوگی۔ جس گھر میں حاسد ہوگا وہ گھر تباہ ہو جائے گا اور جس ملک کے رہنے والے حاسدین ہوں گے وہ ملک تباہ ہو جائے گا جیسا کہ شب و روز مشاہدہ کیا جا رہا ہے یہ تو ہے حسد و بغض اور عداوت کا دنیاوی نقصان اور اخروی نقصان یہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا۔ (متفق علیہ)

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ بیشک بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور دوسرے کے عیوب نہ معلوم کرو اور جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ، حسد، بغض اور غیبت نہ کرو اور اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ آپس میں حرص نہ کرو۔

## تفسیر

یہ حدیث ولا تتمنوا ما فضل اللہ بعضکم علی بعض کی تشریح ہے کیونکہ اس میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت

کو آٹھ چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں دوسرے کے خلاف بدگمانی اس کے عیوب معلوم کرنا، اس کے عیوب ظاہر کرنے کے لیے جاسوسی کرنا اسے دھوکہ دینا اس کے ساتھ حسد کرنا، بغض کرنا، اس کے پس پشت غیبت کرنا اور دنیا کی لالچ کرنا اور آخر میں فرمایا اگر یہ چیزیں چھوڑ دو گے تو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ گے لہٰذا یہ چیزیں چھوڑ کر بھائی بھائی بن جاؤ اے اللہ کے بندو۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ | اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ بے شک حسد نیکیوں کو کھاجاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ |

(رواہ ابوداؤد)

## تفسیر

یہ حدیث پہلی حدیث کی تفصیل ہے کیونکہ پہلی حدیث میں اتنا آیا ہے کہ بدگمانی بغض، عداوت اور حسد وغیرہ سے بچو اور ساتھ اس کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ ان چیزوں سے اگر اجتناب کرو گے تو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ گے۔ اور اس حدیث میں ان چیزوں سے نہ بچنے کا اخروی نقصان بیان فرمایا ہے کہ اس سے تمہاری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ ان الحسد یفسد الایمان کہ حسد ایمان کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے تو جواب

جواب - بات اصل میں یہ ہے کہ حاسد تقسیم خداوندی پر راضی نہیں ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ خدا نے فلاں کو روزی وغیرہ دے کر نا انصافی کی ہے - یہ اپنی رائے کو خدا کی رائے سے بہتر سمجھتا ہے - یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیطان نے اللہ کے فعل کو نا انصافی سمجھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو اس نے سجدہ نہ کیا اس نے اپنے آپ کو حضرت آدمؑ سے بہتر سمجھا تھا اس لیے اس کی تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا - اسی طرح وہ شخص جو دوسرے شخص کے ساتھ اس لیے عداوت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ منصب دے دیا ہے - یہ دولت دے دی ہے اس کا بھی ایمان اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں -

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ اَوْ قَاطِعِ رَحِمٍ اَوْ اِمْرَاَةٍ تَبْغِيْ فِيْ فَرْجِهَا - (غنیۃ الطالبین)

اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت ہے - انہوں نے روایت کی ہے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بے شک انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمان دنیا پر توجہ فرماتے ہیں پھر ہر مسلمان کی بخشش فرماتے ہیں مگر مشرک، کینہ ور قطع رحمی کرنے والے اور زانیہ عورت کی مغفرت نہیں فرماتے -

## تفسیر

یہ حدیث پاک بھی آیت ولا تتمنوا ما فضل اللہ بعضکم

علی بعض کی تشریح ہے اور اس میں فرمایا ہے کہ چار شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی ایک مشرک دوسرا کینہ ور تیسرا قطع رحمی کرنے والا اور چوتھی زانیہ عورت پس معلوم ہوا کہ بعد والے تین گناہ جو ہیں عند اللہ مبغوض ہونے میں شرک سے کم نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح شرک تمام جرائم کی جڑ ہے اس لیے مشرک عند اللہ مبغوض ہے۔ اسی طرح کینہ، قطع رحمی اور زنا بھی تمام جرائم کی جڑیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ جس طرح مشرک کی مغفرت نہیں فرماتے ان تینوں کی بھی مغفرت نہیں فرماتے۔ اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تباہ کن اور ہلاکت خیز امراض سے آگاہ فرمایا ہے تاکہ لوگ ان سے بچیں۔

**پانچواں ضابطہ۔** یہ ہے کہ ہر آدمی محنت کرے اور کوئی بھی فرد بے کار نہ رہے کیونکہ حرکت میں برکت ہے اور یہ مضمون للرجال نصیب مما اکتسبوا اور للنساء نصیب مما اکتسبن سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ مردوں کے لیے حصّہ ہے ان کی کمائی میں سے اور عورتوں کے لیے حصّہ ہے ان کی کمائی میں سے پس معلوم ہوا کہ محنت اور کمائی ضروری ہے اور قرآن مجید کی دیگر آیات سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے اور بہت سی احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔ پہلے آیات ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ | پس جب نماز پوری ہو جاتے تو |
| فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ | زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ |
| وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ | کا فضل (روزی) تلاش کرو۔ |

(سورہ جمعہ)

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ | بے شک اللہ کے سوا تم جنکی پوجا |
| دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا | کرتے ہو وہ ذرّہ بھر تمہیں روزی |

| | |
|---|---|
| فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ ۔ | دینے کے مالک نہیں ہیں صرف اللہ سے روزی مانگو ۔ |
| وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ | اور کچھ اور لوگ ہیں جو پھرتے ہیں زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں۔ (سورہ مزمل) |

# تفسیر

ان آیتوں میں سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو روزی تلاش کرنے اور کمانے کا حکم دیا ہے یعنی اللہ پاک نے تمہارے لیے زمین میں بیشمار اسباب معیشت پیدا فرمائے ہیں اور روزی کے خزانے پیدا فرمائے ہیں لیکن اسکی خاطر تمہیں محنت کرنی پڑے گی۔ بلا محنت روزی نہیں ملے گی اور آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے اپنی عبادت میں تخفیف کا اعلان فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ نفل عبادت کی بہ نسبت حلال مال زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ نماز تہجد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور نماز تہجد پہلے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور امت پر فرض تھی اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت منسوخ کردی جیساکہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت سے معلوم ہوتا ہے ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک یعنی نماز تہجد آپ کے لیے نفل ہے اور شروع میں جب نماز تہجد کے لیے آپ اُٹھتے تھے تو ایمان دار بھی آپ کے ساتھ ساتھ اُٹھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جب فرضیت منسوخ فرمائی تو ساتھ ساتھ اس کی وجہ بیان فرمائی کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو زمین میں پھیل کر روزی تلاش کرتے ہیں لہٰذا جو آسان ہو وہ پڑھو پس معلوم ہوا

کہ حلال طیب روزی کمانا بہت ضروری ہے کیونکہ کوئی عبادت درجہ قبولیت پاتی نہیں جب تک انسان کی روزی حلال نہ ہو۔

اَلَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیٰمًا (سورہ نساء) وہ مال جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس آیت نے پہلی آیات کی اور وضاحت بیان فرمادی ہے یعنی روزی دنیا میں انسان کے قائم رہنے کا باعث اور ذریعہ ہے اور ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ جعلنا من المآء کل شئ حی ہم نے پانی سے ہر چیز کی زندگی بنائی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روزی کا ہونا بہت ضروری اور اہم ہے کیونکہ اس کے سوا انسان کی بقا ناممکن ہے اور نیز روزی ہوگی تو خوش حالی سے عبادت بھی ہو سکے گی۔ روزی نہیں ہوگی تو عبادت بھی نہیں ہو سکے گی بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

خداوند روزی بحق مشتغل پراگندہ روزی پراگندہ دل

اور بقول اکبر الٰہ آبادی۔

مذہب نے پکارا اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
یاروں نے کہا کہ غلط ہے تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

| | |
|---|---|
| اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ | بے شک آسمانوں اور زمین |
| وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ | کے پیدا کرنے میں اور رات اور |
| وَالنَّھَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ | دن کے بدلنے میں اور جہازوں |
| تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا | میں جو دریا میں۔ لوگوں کو نفع |
| یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ | دینے والی چیزیں لے کر چلتے ہیں |
| اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ | اور اس پانی میں جسے اللہ نے |
| فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ | نازل کیا ہے آسمان سے پھر |

مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

(سورہ بقرہ آیت ۱۶۴)

اس سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے تابع ہے البتہ عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

## تفسیر

اس آیت کریمہ میں جو پورے نظام عالم کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اس سے تین چیزیں بیان کرنا مقصود ہے۔ اوّل یہ ہے کہ یہ نظام نہ تو از سر خود بنا اور نہ از سر نو خود چل رہا ہے جیساکہ اشتراکی لوگ اور منکرین خدا کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ بے خدا چل رہا ہے بلکہ اس کو ایک ذات نے پیدا فرمایا ہے جس کو اہل اسلام اللہ یا خدا سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری چیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کے پیدا کرنے یا چلانے میں اس کا کوئی اور شریک نہیں ہے وہ اکیلا ہی ہے جس نے اسے بنایا ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے اور تیسری چیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ نے انسان کی معیشت اور روزی کے لیے بنایا ہے۔ یعنی اللہ پاک نے انسان کے لیے اپنی رحمت اور روزی کے بے شمار خزانے پیدا کئے ہیں لیکن اس پر پردے رکھے ہیں انسان کو وہ پردے اُٹھانے پڑیں گے۔ از سر خود وہ نہیں اُٹھیں گے اور یہ پردے اٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھ پاؤں۔ کان آنکھیں ناک قلب و دماغ عطا فرمائے ہیں تاکہ یہ پاؤں سے چلے ہاتھوں سے پکڑے کانوں

سے سنے زبان سے چکھے ناک سے سونگھے اور دل و دماغ سے غور کرے اور اسباب معیشت بے شمار ہیں۔ جب انسان ان اسباب کو کام میں لائے گا تو روزی اُمڈ کے آجائیگی، جیسا کہ زمین اگر اس میں کاشت نہ کی جائے تو فصل نہیں اُگے گی گھاس ہی پیدا ہوگی اور اگر اس میں کاشت کی جائے ہل چلایا جائے، اچھا بیج ڈالا جائے تو اچھی فصل پیدا ہوگی۔ یہ ہے حرکت میں برکت اور جتنی زیادہ حرکت ہوگی اتنی ہی زیادہ برکت ہوگی اسی لیے آج وہ علاقے جہاں نئی مشینری استعمال ہو رہی ہے وہاں زمین سے تین تین چار چار فصلیں پیدا کی جا رہی ہیں اور اسی طرح باقی مادیات کو قیاس کریں اسی لیے اللہ تعالیٰ کے فرستادہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے دکھایا ہے کہ اس طرح ان خزانوں سے پردے اُٹھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام موچی بھی تھے اور لوہار بھی ترکھان بھی جولاہ بھی اور حضرت نوح علیہ السلام ترکھان تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام معمار تھے اور داود علیہ السلام لوہار تھے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے تجارت کی بکریاں چرائیں اور نبوت کے بعد بھی آپ سے خرید و فروخت ثابت ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام ہر معاملہ میں اسوۂ حسنہ کے نمونہ تھے اسی لیے انہوں نے یہ نمونے پیش کیے ہیں تاکہ ہر انسان محنت کر کے روزی کے خزانوں سے استفادہ کرے اور کوئی بھی شخص بے کار نہ رہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ اور بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بقیہ ذرائع پیداوار سب کے لیے بنائے ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان ذرائع پیداوار پر ناجائز پر قابض ہو کر بیٹھ جائے اسی طرح یہ ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی تو ذرائع پیداوار ہیں اور اسی طرح علم و ہنر وغیرہ بھی تو ایسے ہی ہیں۔ یہ صرف اس لیے تو نہیں عطا فرمائے کہ انسان انکو بیکار چھوڑے بلکہ یہ تو اس لیے عنایت فرمائے ہیں کہ انسان ان سے محنت کرے۔ خود بھی کھائے

اور خلق خدا کو بھی کھلائے اور اگر کوئی شخص ان ذرائع کو کام میں نہیں لاتا یا اگر لاتا ہے تو صرف اپنی ہی خاطر دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ان خزانوں پر ناجائز قابض ہے۔ عند اللہ یہ بہت بڑا جرم ہے اور یہ استحصال ہے۔

| | |
|---|---|
| إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ | اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی خور کو |
| مُخْتَالًا فَخُوْرًا ٥ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ | پسند نہیں کرتے۔ جو لوگ بخل کرتے |
| وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ | ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا امر کرتے |
| وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ | ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو |
| اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا | فضل عطا فرمایا ہے اسے چھپاتے |
| لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ٥ | ہیں ہم نے ایسے کافروں کے لیے |
| ( سورہ نساء آیت ۳۷ ) | رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔ |

# تفسیر

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اور ان کے لیے دنیاوی اور اُخروی سزا کا اعلان فرمایا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپاتے ہیں اور فضل عام ہے خواہ مال و زر ہو، علم و ہنر ہو یا ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ ہو۔ پس معلوم ہوا جو انسان باوجود صحت و سلامتی کے محنت نہیں کرتا وہ بڑا ظالم ہے۔

| | |
|---|---|
| إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ | بے شک جو لوگ ہماری اتاری ہوئی |
| اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى | نشانیاں اور ہدایت چھپاتے ہیں |
| مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ | بعد اس کے جب ہم نے انہیں |
| فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ | لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر |

يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

(سورہ البقرہ آیت ۱۵۹ تا ۱۶۱)

کر دیا ہے ۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت پڑتی رہتی ہے اور لعنت بھیجنے والے کی لعنت مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور بیان کرنا شروع کر دیں ایسے لوگوں پر میں مہربانی کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں اور بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اور کفر کی حالت میں ہی مر جاتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب کی کمی نہیں کی جائیگی اور انہیں نظر رحمت سے بھی نہیں دیکھا جائے گا ۔

## تفسیر

ان آیتوں میں قدرت کے نمونے خالقیت مالکیت اور ربوبیت وغیرہ چھپانے والوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا ذکر ہے اور براء بن عازب کی حدیث میں جو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں جو لفظ لاعنون آیا ہے اس سے مراد زمین پر چلنے والے تمام جانور ہیں (معارف القرآن) بحوالہ قرطبی ۔

پس معلوم ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے محنت، ہنر، صنعت وغیرہ کی صلاحیت بخشی ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنی اس خداداد صلاحیت کو بروئے کار لائے یعنی مشینری ایجاد کرنا جانتا ہے تو وہ ایجاد کرے۔ کاشت کرنا جانتا ہے تو وہ کاشت کرے پہاڑ کھودنے کی، پتھر توڑنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ کھودے اور توڑے۔ علم جانتا ہے تو وہ پڑھائے اور بیان کرے علاج معالجہ کے لیے حکمت ڈاکٹری جانتا ہے تو وہ لوگوں کا علاج کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اشیائے اسباب سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے اور پھر انہیں اللہ کی ذات پر یقین کامل پیدا ہو۔ اگر ایسا کریگا تو ساری ذی روح مخلوق اس کے لیے دُعا کرے گی۔ اس لیے کہ اس کی اس محنت سے سب کو فائدہ پہنچے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو سب ذی روح چیزیں اس کے لیے بد دُعا کریں گی اس لیے کہ اس نے اللہ کی ہزاروں نعمتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور خدا کے خزانوں پر وہ ناجائز قابض ہو کر بیٹھ گیا ہے اور اس نے اس خدا کی مخلوق کو اس کی نعمتوں سے محروم کر رکھا ہے اس لیے اس پر اللہ، فرشتے انسان اور جانور وغیرہ سب ہی لعنت کرتے ہیں لہٰذا ہر آدمی کو اپنی اپنی صلاحیت کے موافق محنت کرنی چاہیئے اور کسی فرد کو بیکار نہیں بیٹھنا چاہیئے چنانچہ جناب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ زُبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ | اور حضرت زبیر بن عوام سے |
| قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى | روایت ہے انہوں نے فرمایا |
| اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ | کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| يَاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ | وسلم نے فرمایا۔ البتہ پکڑے تم |
| فَيَاْتِيْ بِحُزْمَةِ | میں سے کوئی اپنی رسی پھر لائے گٹھا |
| حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ | لکڑیوں کا اپنی پیٹھ پر پھر بیچے انہیں |

فَیَبِیْعَھَا فَیَکُفَّ اللّٰہُ بِھَا | پھر بچا لے اللہ اس کے ذریعہ
وَجْھَہٗ خَیْرٌلَّہٗ مِنْ | اس کے چہرے کو بہتر ہے اس
اَنْ یَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْہُ | کے لیے کہ مانگے لوگوں سے وہ
اَوْمَنَعُوْہُ۔ (رواہ البخاری) | دیں یا نہ دیں۔

## تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کی نسبت کسب کو بہتر فرمایا ہے خواہ وہ کتنا ہی گھٹیا کسب کیوں نہ ہو اور ساتھ ساتھ اس کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ سوال کرنے سے ذلت ہوتی ہے خواہ اس کو کوئی دے یا نہ دے اور محنت سے عزت اور وقار پیدا ہوتا ہے۔

بدست آہک تفتہ کردن خمیر
بہ از دست بردن پیش امید (سعدی)

ہاتھ میں چونا خمیر کرنا بہتر ہے امیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نسبت۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محنت بڑی بابرکت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ | حضرت انسؓ سے روایت ہے
الْاَنْصَارِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی | کہ بے شک ایک آدمی انصار
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُہٗ | میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
فَقَالَ اَمَا فِیْ بَیْتِکَ | پاس آیا مانگتا تھا ان سے۔ آپ
شَیْئٌ فَقَالَ بَلٰی حِلْسٌ | نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کچھ ہے
نَلْبَسُ بَعْضَہٗ وَنَبْسُطُ | پھر اس نے کہا ہاں ایک کملی ہے
بَعْضَہٗ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ | ہم اس کا آدھا حصہ اوڑھتے ہیں

| | |
|---|---|
| فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ | اور آدھا نیچے بچھاتے ہیں اور ایک |
| ائْتِنِي بِهِمَا فَأَتَاهُ | پیالہ ہے اس میں ہم پانی پیتے ہیں |
| بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا | آپ نے فرمایا وہ دونوں میرے |
| رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | پاس لے آ پھر وہ دونوں لے آیا |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ | آپ کے پاس پھر رسول اللہ صلی |
| وَقَالَ مَنْ يَشْتَرِي | اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو |
| هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ | اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کون ہے |
| أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ | جو خریدے ان دونوں کو کہا ایک |
| قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلَى | آدمی نے میں لے لوں گا ان کو |
| دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ | ایک درہم سے۔ آپ نے فرمایا |
| أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ | کون زیادہ دے گا ایک درہم پر |
| أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ | دو بار یا تین بار فرمایا۔ ایک آدمی نے |
| فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ | کہا میں لے لونگا ان کو دو درہم سے |
| فَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ | پھر آپ نے وہ دونوں اسے |
| فَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ | دیئے اور لیے دو درہم اور دیئے |
| وَقَالَ اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا | وہ انصاری کو اور فرمایا۔ خرید ان |
| طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلَى | میں سے ایک کے ساتھ اناج اور |
| أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ | ڈال اسے طرف اپنی اہل کے اور |
| قَدُومًا فَأْتِنِي | خرید دوسرے کے بدلے کلہاڑی |
| بِهِ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ | پھر لے آیا وہ میرے پاس پھر |
| اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے |

وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ
ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ
فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا
اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا
فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ
وَيَبِيْعُ فَجَآءَهٗ وَقَدْ
اَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ
فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا
ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا
خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ
تَجِيْئَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً
فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا
تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلٰثَةٍ
لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ اَوْ لِذِيْ
غُرْمٍ مُّفْظِعٍ اَوْ لِذِيْ
دَمٍ مُّوْجِعٍ (رواہ ابوداود)

اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ
ڈالا پھر فرمایا جا لکڑیاں کاٹ کر لا
اور بیچ اور نہ دیکھوں میں تجھے پندرہ
دن تک پھر آدمی چلا گیا لکڑیاں
کاٹتا تھا اور بیچتا تھا پھر آیا وہ
آپ کے پاس اور تحقیق کمائے
اس نے دس درہم پس خریدا
بعض سے کپڑے اور بعض سے
اناج پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بہتر ہے تیرے
لیے اس سے کہ آئے تو قیامت
کے دن اس حال میں نقطہ سوال
کا تیرے چہرے میں ہو بیشک
سوال نہیں صلاحیت رکھتا مگر
تین آدمیوں کے لیے ۔ زمین کے
ساتھ چپکنے والے فقیر کے لیے
رسوا کن قرضدار کے لیے اور خون
بہا ادا کرنے کے لیے (یہ حدیث
ابوداود نے نقل کی ہے)

## تفسیر

اس حدیث سے پانچ مسائل معلوم ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ :- یہ ہے کہ ہر انسان کو محنت کرنا چاہیئے سوائے محنت کے کوئی نہ رہے کیونکہ محنت میں برکت ہے آپ کے ایک صحابی نے اپنی معمولی سی پونجی میں محنت کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے برکت دی اس میں تعلیم ہے کہ روزی محنت سے ملے گی اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ مجھے محنت کی ضرورت نہیں ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تو روزی بھی وہی میرے منہ میں ڈالے گا یہ غلط ہے یہ اس کے نظام کے خلاف ہے ۔ انسان کا کام ہے اس کے نظام کے تحت چلنا نہ کہ اپنی طرف سے نظام بنانا ۔

دوسرا مسئلہ ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دولت یا سرمایہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو اس کو منجمد نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ اس کو گردش میں لانا چاہیئے کیونکہ حرکت میں برکت ہے اگر تھوڑی سی چیز کو بھی حرکت دیں گے تو برکات کا نزول ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک قطرے سے بھی سمندر پیدا کر سکتا ہے ۔

تیسرا مسئلہ ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ذرائع پیداوار اور اسباب معیشت کو منجمد اور بے کار رکھے ہوئے ہے نہ تو خود ان سے کاروبار کرتا ہے اور نہ کسی کو وہ کاروبار کے لیے دیتا ہے تو وقتی حکومت مداخلت کر کے اس سے کاروبار کرائے ۔ اگر وہ کاروبار نہ کرے تو پھر ان اسباب کو بیچ کر کے یا نیلام کر کے کسی ایسے آدمی کے حوالے کرے جو ان سے کاروبار کر سکے اور اس سلسلہ میں اس مالک کی رضا ضروری نہیں ہے کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے وہ کمبل اور پیالہ لے کر جو نیلام کیا تھا اس وقت آپ نے اس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میں تیرا یہ سامان فروخت کرنا چاہتا ہوں تو اس پہ خوش ہے یا نہیں پس اس سے معلوم ہو گیا کہ کوئی کارخانہ زمینیں جو بے کار پڑی ہوئی ہیں اور جاگیردار نہ تو خود کاشت کرتے ہیں اور نہ کسی کو کاشت کرنے کیلئے دیتے ہیں تو وقتی حکومت کا فرض ہے کہ پہلے

خود ان کو اس کاشت پر مجبور کرے وہ کاشت کریں یا نوکروں سے کرائیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو پھر وہ زمین ان سے چھین کر ایسے لوگوں کو دے جو اس زمین کو کاشت کر سکے۔ وقتی حکومت ایسی زمینوں کو بیچ سکتی ہے اور نیلام بھی کر سکتی ہے یا بٹائی وغیرہ پر بھی دے سکتی ہے البتہ اس مالک کو مناسب معاوضہ دینا چاہیئے کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس صحابی کا کمبل اور پیالہ نیلام کیا تھا، تو اسکی جو قیمت آئی آپ نے اسے دیدی تھی اور یہ مذکورہ استنباط اس طور پہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کی ایک معمولی سی پونجی کمبل اور پیالہ بھی ایسے موقعہ پر نیلام کیا تھا تو وہ کارخانے یا زمین جو اعلیٰ ترین ذریعہ معیشت ہیں اور مالکوں نے انہیں بے کار چھوڑا ہوا ہے۔ بطریقہ اولیٰ انہیں نیلام کرنا یا بیچنا جائز ہے اور یہ وقتی حکومت کا فرض ہے کیونکہ یہ اسباب معیشت اللہ تعالےٰ نے سب کے لیے پیدا فرمائے ہیں کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ جائے اور اس طرح اگر کسی کے پاس سرمایہ پڑا ہوا ہے تو فرض ہے کہ خود کاروبار کرے یا کسی کو کاروبار کے لیے دے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو یہاں بھی حکومت کو ایسے اقدام کرنا چاہیئں۔

**چوتھا مسئلہ:۔** یہ معلوم ہوا کہ نیلامی جائز ہے البتہ اگر کوئی شخص خریدنے کی غرض نہ رکھتا ہو اور ویسے ہی قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگائے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کی تفصیل ان شاء اللہ العزیز ہم عنقریب بیان کرینگے۔

**پانچواں مسئلہ:۔** یہ معلوم ہوا کہ تین آدمیوں کے سوا کسی کو سوال کرنا جائز نہیں وہ تین شخص یہ ہیں۔ ایک ایسا فقیر جو اپنی غربت کی وجہ سے زمین کے ساتھ لگ گیا ہو یعنی غریب لنگڑا اپاہج وغیرہ اور دوسرا وہ قرض دار جو قرضوں کے بوجھ کے نیچے آگیا ہو اور قرض خواہ اسے رُسوا کرتے پھریں اور تیسرا وہ شخص

جس پر خون بہا ادا کرنا آگیا ہو اور وہ خود ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو پس اس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا۔ انسان محنت کرے گا تو برکت آئے گی ورنہ برکت نہیں آئیگی لہٰذا سے نہ تو خود بیکار بیٹھنا چاہیئے اور نہ اسباب کو بیکار چھوڑنا چاہیئے چنانچہ ایک اور حدیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کہ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میں گھوڑا باندھ کر توکل کروں یا کھلا چھوڑ کر۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ روزی کے سلسلہ میں اسباب استعمال کروں یا نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی روزی دیدے گا تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑا باندھ کر یعنی اسباب استعمال کرو گے تو برکت آئے گی لہٰذا انسان کو چاہیئے نہ خود بےکار رہے اور نہ اسباب کو بیکار چھوڑے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی | اور حضرت ابو موسیٰ اشعری سے |
| الْاَشْعَرِیْ قَالَ قَالَ | روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ |
| رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی کُلِّ | وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ |
| مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ قَالُوْا | لازم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر نہ |
| فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ قَالَ | پائے تو آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ |
| فَیَعْمَلُ بِیَدَیْہِ فَیَنْفَعُ | سے محنت کرے۔ اپنے آپکو بھی |
| نَفْسَہٗ وَیَتَصَدَّقُ قَالُوْا | نفع پہنچائے اور صدقہ کرے انہوں |
| فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ اَوْ لَمْ | نے کہا اگر نہ طاقت رکھے یا نہ |
| یَفْعَلْ قَالَ فَیُعِیْنُ | کر سکے تو آپ نے فرمایا غم زدہ |
| ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْهُوْفِ | حاجتمند کا تعاون کرے انہوں نے کہا |
| قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ | اگر نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا نیکی |

يَفْعَلُهُ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوْا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ (متفق علیہ)

کا امر کرے انہوں نے کہا اگر نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا خود برائی سے رُکے بے شک یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (یہ حدیث بخاری ومسلم کی اتفاقی ہے)

اس حدیث پاک میں بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو محنت کی تعلیم دی ہے کہ اسے چاہیئے کہ محنت کرے اور اپنی کمائی سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور بقیہ خلق خدا کو بھی فائدے پہنچائے جو پریشان اور معذور ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کے لیے اسباب معیشت پیدا فرماتے ہیں اسی طرح، انسان کو بقیہ مخلوقات کے لیے ذریعہٴ روزی بنایا ہے۔ مثلاً انسانوں میں سے معذور طبقہ لنگڑے، اپاہج، نابینا اور چھوٹے بچے وغیرہ اور اسی طرح جانور، چرند و پرند پس ہر صحت مند انسان کا فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو بھی صلاحیت عطا فرمائی ہے اس کے موافق محنت کرے خود بھی فائدہ اٹھائے اور دیگر مخلوقات کو بھی فائدہ پہنچائے اور اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس نصیحت اور صلاحیت پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ گیا ہے جو عند اللہ بہت بڑا جرم ہے۔

عَنِ الْمِقْدَادِ ابْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ

اور حضرت مقداد بن معدیکرب سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے کبھی بھی ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا اور بے شک اللہ کا نبی داود علیہ السلام

يَدَيْهِ وَاَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ بھی اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔
دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ
يَاكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔

(رواہ البخاری)

## تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے لیے اپنے ہاتھ کی کمائی کو سب سے بہتر فرمایا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب انسان خود محنت کرے گا تو اپنی ضروریات زندگی بھی پوری کرے گا اور اسکی کمائی سے اور بھی ہزاروں مخلوقات فائدہ اٹھائے گی اور اس کو صدقہ نفلیہ یا فرضیہ کا ثواب ملے گا اور اگر محنت نہیں کرے گا تو خود بھی دوسروں کا بوجھ بنے گا اور دوسروں کا صدقہ کھانے والا ہوگا جو انتہائی ذلّت کی زندگی ہے اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی کمائی کو سب سے بہتر اور افضل فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا کہ داود علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے یعنی ہاتھ کی کمائی اتنی محبوب چیز ہے کہ اللہ تعالےٰ کے جلیل القدر پیغمبر داود علیہ السلام نے بھی اسے اپنایا حالانکہ ان کے لیے یہ کام بڑا مشکل تھا کیونکہ آپ سربراہِ مملکت ہونے کی حیثیت سے عدالتی کام بھی کرتے تھے۔ اور ایک دن روزہ بھی رکھتے تھے اور بقیہ عبادت کے اندر بھی مشغول رہتے تھے اور اتنی مصروفیات کے ہوتے ہوئے اپنے کاروبار کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل کام ہے مگر اس کے باوجود حضرت داود علیہ السلام وقت نکال کر محنت فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

شارح مشکوٰۃ صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ آپ شروع شروع میں بیت المال (سرکاری خزانے) سے تنخواہ لیتے تھے اور آپ کا معمول یہ تھا کہ اجنبی لوگوں سے مل کر اپنی خلافت کے بارے میں اور اپنی ذات کے بارے میں پوچھتے تھے تاکہ حالات معلوم کریں اور جو غلطی ہو اس کا ازالہ کریں چنانچہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی لباس میں ان کے پاس بھیج دیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بارے میں اس سے پوچھا کہ داود کیسا ہے اور اس کا نظام خلافت کیسا ہے تو اس فرشتے نے بہت تعریف کی مگر اتنا کہا کہ داود بیت المال (سرکاری خزانے) سے وظیفہ کھاتا ہے اگر یہ نہ کھائے تو بہت ہی اچھا ہو چنانچہ حضرت داود علیہ السلام نے اللہ پاک کے دربار عالیہ میں دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور انہیں لوہا نرم کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور پھر حضرت داود علیہ السلام اپنے بقیہ مشاغل کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے اور اسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے اور ان میں سے دو ہزار اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور بقیہ چار ہزار فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے اس کا خلاصہ اور لبّ لباب یہ ہے کہ انسان خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ اگر محنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی محنت میں بہت برکت عطا فرماتے ہیں اور ایسی برکت بے خلوص انسان ہزاروں مل کر بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ | اور حضرت ابی ہریرہؓ سے نقل ہے |
| قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی | انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ |
| اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ | صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک |
| اللّٰہَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا | اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز ہی |
| طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ | قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ |

| | |
|---|---|
| الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ | نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے |
| بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ | جو اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے |
| يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ | فرمایا اے رسولو کھاؤ پاکیزہ چیزوں |
| الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا | سے اور کام کرو اچھے اور فرمایا |
| وَقَالَ تَعَالٰى يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا | اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو کھاؤ |
| كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا | پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں |
| رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ | دی ہیں پھر ذکر کیا آپ نے کہ |
| الرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ | آدمی لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ بالوں |
| اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ | والا غبار آلودہ جو اپنے ہاتھ آسمان |
| يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاۤءِ يَارَبِّ | کی طرف پھیلاتا ہے اے میرے |
| يَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ | رب اے میرے رب حالانکہ اس |
| وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ | کا کھانا حرام، پینا حرام، پہننا حرام |
| وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِيَ | حرام سے غذا دیا گیا ایسے آدمی کی |
| بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ | دعا کیسے قبول کی جائے گی (یہ |
| لِذَالِكَ (رواہ مسلم) | حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے) |

## تفسیر

اس حدیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں اوّل یہ ہے کہ اللہ اس شخص کا نیک عمل قبول فرماتے ہیں جو اپنے ہاتھ کی حلال اور پاکیزہ کمائی کھاتے اور پہنے اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ایمان داروں کو یہ ہی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ

سے حلال طیب روزی کما کر کھائیں اور پھر ساتھ نیک کام کریں اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ جس شخص کا کھانا پینا اور پہننا حرام ہو اس کی دعا بھی نہیں قبول ہوتی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ (رواه الترمذي والنسائي وابن ماجه وفي رواية ابي داود اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَاِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ۔

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ پاکیزہ چیز جو تم کھاؤ تمہاری اپنی کمائی ہے اور بے شک تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے (یہ حدیث امام ترمذی نسائی اور ابن ماجہ سے نقل کی ہے اور ابی داود کی ایک روایت میں ہے کہ سب سے پاکیزہ جو آدمی کھائے اس کی کمائی ہے اور بے شک اس کا بیٹا اس کی کمائی سے ہے۔

## تفسیر

یہ حدیث بھی پہلی احادیث کی تائید ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ انسان کی سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی وہ ہے جو خود اپنے ہاتھ سے کمائے کیونکہ ایک مومن بحیثیت مومن ہونے کے جب کمائے گا تو ظاہر بات ہے کہ وہ حلال طیب ہی کمائے گا اور اس میں حرام کی آمیزش نہیں ہونے دے گا اور جب کسی دوسرے کا کمایا ہوا اس کے پاس آئے گا تو ہو سکتا ہے کہ اس میں حرام کی

آمیزش ہو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی کمائی کو سب سے زیادہ پاکیزہ فرمایا اور نیز اس حدیث میں یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ انسان اپنی اولاد کی کمائی بھی کھا سکتا ہے کیونکہ یہ بھی اس کی کمائی ہے پس خلاصہ اور لب لباب اس حدیث پاک کا یہ نکلتا ہے کہ انسان کو خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا چاہیئے کسی دوسرے پر بوجھ نہیں بننا چاہیئے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔ (رواہ البیہقی) | حضرت عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرض عبادت کے بعد حلال کمائی طلب کرنا بھی فرض ہے۔ (یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے) |
| وَعَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ (رواہ احمد) | اور رافع بن خدیج سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے آپ نے فرمایا محنت آدمی کی اپنے ہاتھ سے اور ہر فروخت جس میں دھوکہ نہ ہو (یہ حدیث امام احمد نے نقل کی ہے۔) |

## تفسیر

ان دونوں احادیث میں سے پہلی حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے کسبِ حلال کو فرض عبادات کے بعد دوسرے نمبر پر فرض قرار دیا ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت اس وقت تک درجہ قبولیت نہیں پاتی جب تک کہ عبادت گزار کا کھانا پینا اور پہننا حلال نہ ہو اور دوسری حدیث میں اپنے ہاتھ کی کمائی کو سب سے زیادہ پاکیزہ فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے ہاتھ کی کمائی بہت ضروری ہے تاکہ اس کی عبادت اللہ تعالیٰ کے دربار عالیہ میں شرف قبولیت پائے اور دوسرے نمبر پر دھوکے سے پاک خرید وفروخت کو بھی پاکیزہ فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْحَفِيَّ (رواہ مسلم) | حضرت سعد سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی غنی اور شفیق آدمی کو پسند کرتا ہے۔ |

## تفسیر

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب فرمایا ہے۔ متقی۔ خلقِ خدا پر شفقت کرنے والا۔ اور غنی، ہماری بحث اس وقت صرف غنی سے ہے کہ کونسا غنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس سے وہ غنی تو مراد نہیں ہو سکتا جو حلال وحرام جمع کر کے غنی بن جائے کیونکہ ایسا انسان تو اللہ کے نزدیک ایک مبغوض ترین انسانوں میں سے ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز اپنے مقام پر آئے گی پس معلوم ہوا کہ غنی سے مراد ایسا غنی ہے کہ جس کے دل میں دنیا کا لالچ نہ ہو اور اپنے

ہاتھ سے کما کر غنی بن گیا ہو اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس لیے محبوب ہے کہ ساری کمائی حلال طیب ہوگی۔ اس کی عبادت درجہ قبولیت پائے گی اور خدا کی مخلوق کو بھی اس سے فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ آنے والی حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِیْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْئٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ (رواہ مسلم) | اور حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن قوی بہادر اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے کمزور مومن سے اور ہر ایک میں بہتری ہے حرص کر ہر اس چیز کی جو تجھے نفع دے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اور عاجز ہو کر مت بیٹھ اور اگر تمہیں کوئی پریشانی پہنچے تو مت کہو اگر میں ایسا کرتا تو ایسا اور ایسا ہو جاتا لیکن کہو تم مقدر کیا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اور وہ جو چاہے وہی ہوتا ہے پس بے شک لفظ لو کھول دیتا ہے شیطانی عمل (یہ حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے) |

# تفسیر

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ مومن قوی بہادر جفاکش اور محنت کش اللہ تعالے کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے بہ نسبت کمزور اور ضعیف کے اور آگے فرمایا کہ دونوں میں بہتری ہے یعنی ضعیفی بھی بُری چیز نہیں ہے۔

دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ حرص کر اس چیز کی جو تیرے لیے نفع مند ہو اور مراد حرص کرنے سے محنت کرنا ہے کیونکہ انسان جس چیز کا لالچی ہوتا ہے اس کی خاطر محنت کرتا ہے۔ یہاں ذکر سبب مراد مسبب ہے یعنی ایسی چیز کی محنت کرنا چاہیئے جو زیادہ سے زیادہ سود مند اور نفع مند ہو کیونکہ اس سے اپنا بھی زیادہ فائدہ ہوگا اور بقیہ خلق خدا کا بھی فائدہ ہوگا۔

تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ جو بھی محنت کرو اس میں ساتھ ساتھ اللہ سے امداد طلب کرو اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان ہوگی۔

چوتھی چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر حالات سازگار نہ ہوں تو بھی محنت کے سلسلہ میں عاجز اور فرو ماندہ ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیئے کیونکہ حرکت میں برکت ہے اور فرو ماندگی میں برکت نہیں ہے۔

پانچویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر تم محنت کرو اور نتیجہ تمہاری منشا کے خلاف نکلے تو ایسا نہیں کہنا چاہیئے کہ میں نے یہ غلط کیا ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا بلکہ مجھے تو ایسا کرنا چاہیئے تھا لَو (اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا) لیکن کہو اللہ کی تقدیر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ لَو

شیطانی عمل کو کھولتا ہے یعنی انسان کا سب ہے خالق نہیں ہے کہ یہ جو محنت کرے وہی بار آور ہو بلکہ اس کی یہ محنت کبھی تو بار آور ہوگی اور کبھی نہیں ہوگی اور ناکامی کی صورت میں اسے اپنی سابقہ جد و جہد اور جفاکشی پر افسوس ہوگا اور اسے اپنی نگاہ میں حقیر اور گھٹیا تصور کرے گا اور اسے اب چھوڑ کر نئی تجاویز سوچے گا اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس نے یہ انسانی خدمات کے لیے پیدا فرمائے ہیں اور ان کو حقیر سمجھنے کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ بنانے والا ناقص ہے اس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے اور آگے فرمایا کہ اسے اب تقدیر کے حوالے کرنا چاہیئے اور اس کے دو مقصد ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ اگر انسان کی ہر محنت بار آور ثابت ہو جائے تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ پر اعتماد اُٹھ جائے گا اس لیے اللہ پاک اسے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ تو سپر طاقت نہیں ہے وہ تو ایک اور ذات ہے جس کے ہاتھ میں یہ سارے اسباب ہیں وہ اگر چاہے تو ان اسباب سے تمہیں فائدہ ہوگا وہ اگر نہ چاہے تو تم کتنی ہی محنت کیوں نہ کرو تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا لہٰذا ان اسباب سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے انسان کو پہلے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا چاہیئے اور دوسرا مقصد اس کا یہ ہے کہ انسان جن اسباب کے لیے محنت کرتا ہے کبھی تو وہ اس کے لیے بہتر ہوتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اس کی محنت بار آور بنا دیتے ہیں اور کبھی وہ بہتر نہیں ہوتے اور اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین ہونے کی حیثیت سے اسے بار آور نہیں ہونے دیتے اور انسان چونکہ ان نتائج سے بے خبر ہے اس لیے وہ بہکی بہکی اور مایوس کن باتیں کرتا ہے اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عمل شیطان فرمایا اور انسان کو اس سے منع فرمایا پس حاصل یہ ہوا کہ محنت کش مومن اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے

اب اگر اس کی محنت سود مند ثابت نہیں ہوئی تو اس کے محبوب ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑیگا لیکن اگر یہ بہکی بہکی باتیں کرے گا تو پھر اس کی محبوبیت میں فرق پڑیگا کیونکہ یہ شیطانی عمل ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ | اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت |
| قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی | ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول |
| اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّاسُ | اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ |
| مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ | سارے لوگ سونے اور چاندی |
| الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ | کی کانوں کی طرح کانیں ہیں۔ دورِ |
| فِی الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ | جاہلیت میں ان میں جو بہتر تھے |
| فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا | اسلام کے اندر بھی وہ بہتر ہونگے |
| (رواہ مسلم) | جب کہ وہ سمجھ حاصل کرلیں (مسلم) |

# تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی چیز جو آپ نے لوگوں کو سونے اور چاندی کی کانوں سے تشبیہ دی ہے یعنی سونا اور چاندی جب تک زمین کے اندر ہوں تو کسی کو کیا معلوم کہ اس زمین کے اندر کیا مدفون ہے اور جب اسے کھودا جاتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ اس میں خزانہ ہے اور اس میں جو فوائد ہیں وہ سب دنیا جانتی ہے کہ سونے اور چاندی کی کیا قدر و قیمت ہے اسی پر پورا نظام عالم چل رہا ہے۔ اسی طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اس کا سارا جسم ایک کان ہے اور خزانہ ( ) کام کرتا ہے مگر اس کا پتہ تب چلے گا جب یہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے گا اور وہ سونے اور چاندی

کے خزانوں کا ظہور بھی اسی کے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ قدرت کے پیدا کردہ خزانوں میں سب سے بڑا خزانہ خود حضرت انسان ہے جو اپنے آپ سے بے خبر ہے۔

چوں در بستہ باشد چہ داند کسے
کہ جوہر فروشست یا پیلہ ور (سعدی)

پس ہر آدمی کو چاہیئے کہ وہ محنت کرے تاکہ خداوند قدوس کے خزانے ظاہر ہوں اور بقیہ مخلوق بھی فائدہ اٹھائے اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ کہ دورِ جاہلیت میں جو لوگ بہتر تھے اسلام کے اندر بھی وہ بہتر ہوں گے اور ظاہر بات ہے کہ بہتری سے مراد ذاتی بہتری نہیں ہے کیونکہ سارے انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ بہتری سے مراد کاموں کی بہتری ہے یعنی جن لوگوں کے کام اچھے تھے وہ اسلام میں آنے کے بعد اچھے ہی متصور ہوں گے جب وہ کام اچھے کریں اور قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ ایماندار اور نیک کام کرنیوالے اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور پہلے احادیث میں آچکا ہے کہ ان اچھے کاموں میں سے اپنے ہاتھ کی کمائی بھی ہے۔

پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے جو لوگ پاکیزہ کمائی کھاتے تھے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی اگر وہ ایسا کریں تو وہ بہتر ہی متصور ہوں گے۔

محنت کرو عزیزو محنت سے کام ہوگا
بخت جس کو کہتے ہیں آکر غلام ہوگا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ ( رواہ احمد) منقولہ از اسلام کا اقتصادی نظام مؤلفہ مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی

نے فرمایا بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے جب کہ وہ کام والے کا کام بھلائی سے انجام دے۔

## تفسیر

اس حدیث میں بھی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کی کمائی کو سب سے بہتر فرمایا لیکن ساتھ شرط رکھی ہے کہ جب وہ خلوص، خیر خواہی اور دیانت سے کام کرے یعنی مالک کی چیز کو ضائع نہ کرے۔ کام چوری اور خیانت نہ کرے تو اس مزدور کی کمائی سب سے بہتر ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمُ الْفَجْرَ فَلَا تَنَوَّمُوْا عَنْ طَلَبِ اَرْزَاقِکُمْ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز فجر پڑھ چکو تو اپنے رزق کی جدوجہد کے بغیر نیند مت کرو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبٌ لَا یُکَفِّرُھَا اِلَّا الْھَمُّ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَۃِ۔ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض گناہوں میں سے ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ صرف طلب معیشت کی جدوجہد سے ہی ہو سکتا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اُطْلُبُوْا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اپنی روزی کو زمین کے

الرزق فی خبایا الارض — پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَا یَقْعُدُ اَحَدُکُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ — حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی طلب رزق کی جدوجہد میں سست ہوکر نہ بیٹھے۔

(حوالہ مذکورہ)

## تفسیر

ان احادیث میں سے پہلے دو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہیں اور دوسرے دو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد سونا نہیں چاہیئے بلکہ فوراً محنت اور مشقت کے لیے نکل جانا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دن کسب معاش کے لیے بنایا ہے اس میں سستی نہیں کرنا چاہیئے اور دن کے ابتدار میں جو سستی کرے گا ظاہر بات ہے کہ وہ آخر تک سستی کرے گا۔

چہار چیز آثار بدبختی بود\
جاہلی و کاہلی سختی بود\
بے کسی و ناکسی مرچار شد\
بخت بد را ایں ہمہ آثار شد

(شیخ فریدالدین عطار)

اور دوسری حدیث میں جناب نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کے بعض گناہ ایسے ہیں کہ وہ انسان کی محنت اور مشقت سے ہی معاف ہوسکتے ہیں اب وہ کون سے گناہ ہیں اس کی تفصیل آپ نے اس حدیث میں بیان نہیں فرمائی لیکن

دوسری احادیث سے اشارۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد شاید بعض صغیرہ گناہ ہوں۔ اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی روزی کی خاطر بہرحال محنت کرنا چاہیئے خواہ اسے اس سلسلہ میں زمین کی گہرائیوں میں کیوں نہ جانا پڑے اور آپ کے دوسرے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ ہر فرد کو اپنے لیے خود محنت کرنا چاہیئے اور کسی بھی شخص کو بیکار نہیں بیٹھنا چاہیئے۔

| | |
|---|---|
| طَلَبُ الْحَلَالِ جِهَادٌ (کنز العمال) | حلال روزی کے لیے محنت کرنا جہاد ہے۔ |
| اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ (مسند احمد) | محنت کرو اللہ نے تم پر محنت فرض کی ہے۔ |
| اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ بَابًا اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ (دیلمی) | عبادت کے ستر دروازے ہیں سب سے اچھا دروازہ حلال روزی کے لیے محنت کرنا ہے۔ |
| اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى الْعَبْدَ مُحْتَرِفًا۔ (طبرانی) بحوالہ دولت مند صحابہ) | کاشت کرنے والے آدمی سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ |

# روزی کی خاطر عورتوں کو بھی محنت کرنا چاہیئے

## حضرت ہاجرہ کی محنت کا بیان

اس سے پہلے جو آیات اور احادیث بیان ہوئی ہیں ان سے صرف اتنی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے انسان اور بقیہ حیوانات کے لیے روزی رسانی اور سپلائی کا وسیع انتظام کر رکھا ہے مگر اس کے لیے محنت شرط رکھی ہے اس کے سوا وہ روزی فراہم نہیں کرے گا۔ اب محنت کس نے کرنا ہے اس سلسلہ میں اس سے قبل جو آیات اور احادیث مذکور ہوئی ہیں ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ محنت مردوں اور عورتوں سب نے کرنا ہے کیونکہ قرآن مجید کا یہ ضابطہ ہے کہ جو کام مردوں کے الگ ہیں اور عورتوں کے الگ وہاں صیغے بھی جدا جدا بولے گئے ہیں اور جہاں دونوں کا اشتراک ہے وہاں صیغے بھی مشترک بولے گئے ہیں اور اس باب میں جب صیغے مشترک بولے گئے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محنت دونوں نے کرنا ہے البتہ جب عورت کی شادی ہو جائے تو اس وقت اس کی ڈیوٹی تبدیل ہو جائے گی، اب اس کا کام اولاد کی تربیت کرنا ہے اب اس کے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کے سارے اخراجات باپ پر ڈال دیئے گئے ہیں۔ اب خداوند پاک نے ان ضروریات سے اسے مستغنی کر کے اس کی تمام تر

توجہ اولاد پر مرکوز کر دی ہے تاکہ وہ پوری طرح اس کی دیکھ بھال کرے اسکی مزید تفصیل خلاصہ تفسیر القرآن جلد خامس متعلقہ حقوق نسواں میں بیان ہو چکی ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے البتہ اگر عورت کسی وجہ سے مجبور ہو مثلاً اس کا خاوند اس کے اور اس کی اولاد کے اخراجات پورے نہ کر سکتا ہو یا وہ بیوہ ہو گئی ہو یا مطلقہ ہوا ہو اس کا باپ یا بھائی وغیرہ اس کے اخراجات پورے نہ کرتے ہوں یا نہ کر سکتے ہوں تو ان حالات میں عورت کو بھی محنت کرنا ہے البتہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے گھر میں ہی کوئی ذریعہ اختیار کرے۔ اگر ممکن نہ ہو تو پھر بامر مجبوری یہ نوکری ملازمت اختیار کر سکتی ہے اور وقتی حکومت کا یہ فرض ہے کہ ایسی عورت کو باعزت روزی کمانے کے مواقع فراہم کرے اب ہم اس سلسلہ میں چند مؤقر خواتین کے عملی نمونے پیش کرتے ہیں جنہوں نے روزی کے لیے خود محنت کی اور اپنی ضروریات پوری کیں۔

چنانچہ ہم سب سے پہلے حضرت ہاجرہ کا واقعہ عرض کرتے ہیں۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ایک حکمران نے آپ کی بیوی حضرت سارہ کو اپنی یہ بیٹی خدمت کے لیے دی تھی اور حضرت سارہ کے بطن سے اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے خود حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور آپ نے اس سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالےٰ نے اس کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جہاں اب آبِ زمزم ہے وہاں انہیں چھوڑا اور ان کے پاس ایک مشکیزہ میں پانی اور تھوڑی سی کھجوریں بھی چھوڑ کر واپس ہو گئے تو واپسی کے وقت حضرت ہاجرہ نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں اس وادی

ہیں تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں تو آپ نے جواب نہ دیا تو پھر فرمایا کہ کیا اللہ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں اللہ کے حکم سے ایسا کر رہا ہوں تو حضرت ہاجرہ نے فرمایا اچھا پھر آپ تشریف لے جائیں اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا چنانچہ حضرت ہاجرہ اللہ پر یقین اور ایمان کے ساتھ وہاں قیام پذیر ہو گئیں اور مشکیزہ سے پانی اور کھجوریں استعمال کرتی رہیں یہاں تک کہ پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی پیاس لگی اور حلق خشک ہو گیا تو حضرت ہاجرہ اس وقت پانی کی تلاش میں کوہ صفا پہ چڑھیں اِدھر اُدھر پانی پر نگاہ دوڑائی کہ کہیں پانی نظر آجائے مگر کہیں بھی پانی نظر نہ آیا پھر وہاں سے اتر کر مروہ پر گئیں اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر کہیں بھی پانی نظر نہ آیا تو پھر صفا پر آئیں یہاں تک کہ سات چکر لگائے اور ساتویں دفعہ غیب سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے پانی تمہارے بچے کے قدموں میں پیدا فرما دیا ہے چنانچہ وہاں جا کر دیکھا تو فی الواقع زمین سے پانی نکل رہا تھا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کے چاروں طرف مٹی جمع کر کے ایک چھوٹا سا چشمہ بنا دیا اور اس پانی کے ذریعہ قبیلہ بنو جرہم کے لوگ وہاں آکر آباد ہو گئے۔ اس طرح مکہ شہر کی آبادی پڑ گئی جو آج وادی خلیل کے نام سے بھی مشہور ہے۔

یہ واقعہ ایک لمبی چوڑی حدیث پاک کا خلاصہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفسیر ابن کثیر اور بخاری میں مفصلاً موجود ہے اس کا خلاصہ نقل کرنے سے مقصد صرف اتنا ہے کہ حضرت ہاجرہ جو ایک جلیل القدر بلند پایہ اور امام الناس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں اور اپنے شوہر نے انہیں جو خرچ دیا وہ ختم ہو گیا تو پھر وہ روزی کی تلاش میں نکلی ہیں اور اس کی خاطر انہوں نے بڑی محنت کی ہے دوڑ لگائی ہے۔ صفا اور مروہ پر

ان سے سات چکر لگوائے ہیں۔ تب ان کے لیے پانی پیدا فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ پاک چاہتے تو اس محنت کے سوا بھی تو ان کے لیے پانی کا چشمہ پیدا فرما سکتے تھے لیکن ایسا نہیں کیا تاکہ انسان کو محنت کی عادت پڑے اور حضرت ہاجرہ کو اس سلسلہ میں مردوں کے لیے بھی نمونہ بنا دیا اور عورتوں کے لیے بھی کہ سب نے محنت کرنا ہے چنانچہ حضرت ہاجرہ کی محنت شاقہ سے جو برکات اس وادی میں ظاہر ہوئی ہیں وہ آج تک وہاں موجود ہیں اور انشاء اللہ العزیز تاقیامت موجود رہیں گی اور ہر سال حجاج کرام ان کا نظارہ اور مظاہرہ بھی کر کے آتے ہیں۔

محنت کرو عزیزو محنت سے کام ہوگا
بخت جس کو کہتے ہیں آکر غلام ہوگا

# حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی محنت کا بیان

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم مدین اس شہر کا محل وقوع ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی قطورہ تھیں۔ ان کے بطن سے آپ کا ایک مدین نامی بیٹا پیدا ہوا اور ان کے نام سے ہی یہ شہر مشہور ہے اور مندرجہ ذیل آیات میں حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام سے جو رشتہ اور سلسلہ دامادگی قائم ہوا تھا اس کے اسباب اور تفصیل بیان ہوئی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ | اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف |
| مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى | رُخ کیا = کہا (دعا) امید ہے |
| رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ | میرا رب مجھے سیدھے راستے پر |
| سَوَآءَ السَّبِيْلِ ٥ وَلَمَّا | چلا دے گا اور جب وہ مدین کے |
| وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ | پانی پر پہنچے تو اس پر آدمیوں کا |
| عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ | ایک مجمع پایا جو اپنے مویشیوں کو |
| النَّاسِ يَسْقُوْنَ ٥ وَوَجَدَ | پانی پلا رہے تھے اور ان کے سوا |
| مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ | دو عورتوں کو پایا جو اپنے مویشیوں |

تَذُوْدَانِ ج قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط
قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى
يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَاَبُوْنَا
شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ فَسَقٰى
لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى
اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ
رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ
اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝
فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا
تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز
قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ
لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ
لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ
عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ
لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ
اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ
اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ
مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّيْٓ
اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ

روک کر کھڑی تھیں ۔ کیا تمہارا مقصود
ہے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے
مویشیوں کو پانی نہیں پلاتیں جب
تک یہ چرواہے اپنے مویشی ہٹا
کر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ
بہت بوڑھے ہیں پس موسیٰ نے
ان کے لیے پانی پلایا پھر سایہ کی طرف
ہٹ گئے ۔ پھر کہا اے میرے
رب تو میری طرف جو اچھی چیز اتارے
ہیں اس کا محتاج ہوں پھر اس
کے پاس ان میں سے ایک آئی جو
شرم سے چلتی تھی اس نے کہا
میرے باپ تمہیں بلا رہے ہیں تاکہ
تمہیں پانی پلانے کی اجرت دیں
پھر وہ جب اس کے پاس پہنچا
اور اس کے سامنے تمام حال بیان
کیا اس نے کہا ڈرو مت تم ظالم
قوم سے نجات پا چکے ہو ۔ ان
دونوں میں سے ایک بولی اے
باپ اسے نوکر رکھ لیں ۔ بیشک
بہتر نوکر جسے آپ رکھنا چاہیں ۔

إِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

(سورۃ قصص آیت ۲۲ تا ۲۸)

زور آور امانت دار ہو۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا تجھ سے نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تو آٹھ برس تک میری نوکری کرے پھر اگر تو دس پورے کرے تو تیری طرف سے احسان ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھے تکلیف میں ڈالوں اگر اللہ نے چاہا تو مجھے نیک بختوں سے پائے گا۔ کہا میرے اور آپ کے درمیان یہ وعدہ ہو چکا ان دونوں مدتوں میں سے جونسی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ ہمارے قول پر گواہ ہے

## تفسیر

ان آیتوں میں دو چیزوں کا بیان ہے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم سے بچنے کے لیے جب مصر سے ہجرت اور روانگی کے وقت جو دعا مانگی اس کا بیان ہے اور دوسرے نمبر پر جب اپنی منزل مقصود مدین تک پہنچے تو وہاں بھی ظلم کا نمونہ دیکھا کہ اوباش چرواہوں نے پانی پر قبضہ کر رکھا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں کو پانی کے قریب نہیں آنے

دیتے اور وہ اپنے مویشیوں کو دور الگ روک کر کھڑی ہیں اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ یہ اوباشوں کا طبقہ یہاں سے ہٹے تو ہم اپنے مویشیوں کو پانی پلائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی یہ مظلومیت دیکھ کر برداشت نہ کر سکے تو ان کے پاس جا کر ان سے پوچھا تو انہوں نے اپنی بے بسی بیان کی کہ ہمارے والد صاحب بوڑھے ہیں وہ یہاں آنے کی طاقت نہیں رکھتے کہ وہ خود پانی پلائیں اور ہم کمزور ہیں۔ ہم ان اوباشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور یہ ہمیں ڈرا دھمکا کر بھگا دیتے ہیں اس لیے ہم مجبور ہو کر دور ہی کھڑی ہو جاتی ہیں اور یہ لوگ جب اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر واپس چلے جاتے ہیں تو پھر ہم اپنے مویشیوں کو ان کا بچا ہوا پانی پلا دیتی ہیں۔ ہم خود کنوئیں سے پانی بھی نہیں نکال سکتیں۔ یہ داستان سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ان بچیوں کے مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے اٹھے اور چونکہ آپ زور آور اور جوان تھے۔ جب کنوئیں پر پانی نکالنے کے لیے آگے بڑھے تو ان اوباشوں میں سے کوئی مزاحمت نہ کر سکا اور آپ نے کنوئیں سے پانی نکال کر ان بچیوں کے مویشیوں کو پلایا۔ انہوں نے جا کر اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام کو بتایا کہ ایک ایسا نوجوان ہے اس نے اس طرح ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے تو حضرت شعیبؑ نے فرمایا تم نے غلطی کی ہے اس کو ساتھ لانا چاہیے تھا اس کو کھانا کھلاتے چنانچہ ایک بچی کو فرمایا کہ جاؤ اسے بلا لاؤ اور وہ آئی اور انہیں بلا کر لے گئی اور بچی کا انداز رفتار اور گفتگو انتہائی شرمیلا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے اس انداز کی تعریف بیان فرمائی کہ وہ شرم و حیا سے چلتی تھی اور جب حضرت موسیٰؑ کی حضرت شعیبؑ سے ملاقات ہوئی آپ نے اپنا ماجرا سنایا تو حضرت شعیب نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اب ظالموں کے چنگل سے آزاد ہو چکے ہو۔ اب یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور اپنی لڑکیوں میں سے صفورہ نامی ان کے نکاح میں دے دی اور چونکہ حضرت موسیٰؑ غریب الدیار اور

غریب الوطن تھے آپ کے پاس مہر کے لیے کچھ بھی نہیں تھا اس لیے اس کے عوض آٹھ سال تک آپ کو حضرت شعیبؑ کی نوکری کرنی پڑی - یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ جو رشتہ اور سلسلہ دامادگی قائم ہوا تھا اس کی تفصیل ہے اور یہ سب کچھ اختصار کے ساتھ تفسیر ماجدی سے نقل کیا گیا ہے اور ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں سے مویشی چرانے کا کام لیا ہے اور یہ مجبوری کی بنا پر تھا اور یہ جائز ہے اور جب یہ مجبوری ختم ہوگئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کام سنبھال لیا تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی وہ بچیاں پھر بھی مویشی چراتی رہی ہیں پس خلاصہ یہ نکلا کہ روزی کی خاطر محنت مردوں کو بھی کرنا ہے اور عورتوں کو بھی کرنا ہے۔

حضرت شعیب کی بیٹیوں نے اپنے لیے اور اپنے بوڑھے باپ کے لیے جو محنت کی، پاکبازی اور پارسائی اور پاکدامنی کا جو نمونہ پیش کیا یہ بڑی برکات اور فیوضات کا حامل ثابت ہوا کہ اللہ نے مصر سے ایک متقی، پرہیزگار، پاکدامن اور پارسا ہستی کو مدین پہنچا کر ان کی بیٹی کی عزت و آبرو اور ضروریات زندگی کا کفیل و حفیظ بنا دیا جس کی امانت و دیانت کی گواہی حضرت شعیب کی بیٹی صفورہ نے خود دی - یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ - اے ابا آپ اسے نوکر رکھ لیں بے شک آپ جو نوکر رکھیں گے وہ قوی امین چاہیئے اور اس بیٹی نے اشارہ فرمایا کہ یہ قوی بھی ہے اور امین بھی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس لڑکی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھوڑی دیر کی گفتگو سے اس کی دیانت کا کیسے علم ہو گیا۔ اس سلسلہ میں بعض مفسرین نے تورات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت شعیب کی اس بیٹی نے حضرت موسیٰؑ

کو جب اپنے والد کا پیغام دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ ہو گئے اور چلتے وقت آپ نے اس لڑکی کو آگے چلنے کو کہا تا کہ وہ اسے راستہ بتائے اور جب اس کے پاؤں پر نگاہ پڑی تو خود آگے ہو گئے اور اس کو پیچھے کیا کیونکہ غیر محرم عورت کے پاؤں دیکھنا بھی جائز نہیں اس سے اس لڑکی کو اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص بہت دیانتدار ہے اور قوی ہونے کا اندازہ آپ کی شکل وصورت سے اور کنوئیں سے پانی نکالنے سے ہو گیا تھا۔

بہرحال حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک طرف تو اپنی بیٹی کی گواہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظاہری قرائن اور خاندانی شرف کو دیکھ کر اپنی ایک بیٹی صفورہ کا (جو اپنے والد کے کہنے پر حضرت موسیٰ کو بلا کر لانے والی تھی) نکاح کر کے دے دی کیونکہ خاندان بھی ایک تھا اس لیے کہ دونوں خاندان ابراہیم سے تعلق رکھتے تھے اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ احسان فرمایا کہ ایک کافر اور ظالم بادشاہ کے گھر سے نکال کر ان ہی کے خاندان کے ایک پیغمبر کے گھر میں پہنچا دیا اور پیغمبر زادی سے اس کا نکاح کرایا اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں ہی رہتے تو شاہی خاندان میں ہی آپ کی شادی ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا رسول بنانا تھا اور وہ آپ کے راستے میں بڑی رکاوٹ بنتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بیوی دی جو اس راستے میں آپ کی معاون اور مددگار ثابت ہوئی کیونکہ پیغمبر کا گھر رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہوتا ہے اس لیے پیغمبر کی بیوی بھی ایسی ہونا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی بیوی بننے والی حضرت شعیبؑ کی بیٹی کی خود صفائی اور تعریف بیان فرمائی کہ تمشی علی استحیاء کہ وہ پیکر شرم وحیا کی حیثیت سے چل رہی تھی بہرحال حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں نے اپنے والد کی اطاعت کرتے ہوئے جو محنت کی یہ اس کی برکات ہیں۔

# امتحان ایوّب علیہ السلام
# اور
# انکی بیوی کا ان کی خاطر مزدوری کرنا

| | |
|---|---|
| وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی | اور جب کہ ایوب نے اپنے ربّ |
| رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ | کو پکارا کہ مجھے روگ لگ گیا حالانکہ |
| الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ | آپ سب سے بڑے مہربان ہیں پھر |
| الرّٰحِمِیْنَ ہ فَاسْتَجَبْنَا | ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے |
| لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ | جو تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی |
| ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ | اور ہم نے اسے اس کے گھر والے |
| وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ | دیئے اور اتنا ہی ان کے ساتھ اپنی |
| رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا | رحمت سے اور بھی دیا اور یہ عبادت |
| وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ہ | کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے |

(سورۂ انبیاء آیت ۸۴/۸۳

| | |
|---|---|
| وَاذْکُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ اِذْ | اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر |
| نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ | جب اس نے اپنے رب کو پکارا |
| مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ | کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور |
| وَّعَذَابٍ ہ اُرْکُضْ | عذاب پہنچایا ہے ۔ حکم ملا اپنا پاؤں |

| | |
|---|---|
| بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ | زمین پر پار۔ یہ ٹھنڈا چشمہ نہانے |
| بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝ وَوَهَبْنَا | اور پینے کو ہے اور ہم نے ان |
| لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ | کو ان کے اہل و عیال اور کتنے ہی |
| مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا | اور بھی اپنی مہربانی سے عنایت فرمائے |
| وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ | اور یہ واقعہ عقل مندوں کے لیے |
| وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا | نصیحت ہے اور حکم دیا کہ اپنے |
| فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ | ہاتھ میں جھاڑوں کا مٹھا لے کر |
| اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا | مارے اور قسم نہ توڑ۔ بے شک |
| نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ | ہم نے ایوب کو صابر پایا وہ بڑے |
| اَوَّابٌ ۝ | اچھے بندے اللہ کی طرف رجوع |

(سورہ ص آیت ۴۱ تا ۴۴) کرنے والے تھے۔

## تفسیر

حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ سے پانچویں پشت میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بھائی عیص کی اولاد میں تھے۔ فلسطین کی مشرقی سرحد کے قریب علاقہ عوض کے رہنے والے تھے آپ کثیر الاولاد اور کثیر الاموال بھی تھے۔ آپ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور مال میں سات ہزار بھیڑیں تین ہزار اونٹ، پانچ سو جوڑے بیل اور پانچ سو گدھیاں تھیں اور نوکر بھی بہت تھے۔ ایسا مالدار اس علاقہ میں کوئی نہیں تھا۔ قدرتی امتحان آیا۔ سب مال مویشی تباہ ہو گئے بیویاں مرگئیں بچے بھی مرگئے۔ صرف ایک بیوی جو یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھی

زندہ بچ گئ اور پھر بدن میں کوئی بیماری پڑی جس کی وجہ سے مخالفین اور دشمنوں نے موقعہ پاکر آپ کو شہر سے نکال دیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اٹھارہ سال تک آپ اس مرض میں مبتلا رہے۔

اور حافظ عماد الدین نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ آپ کے پاس علاج کرانے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا اور آپ کی وہ بیوی لوگوں کے گھروں میں مزدوری کرکے آپ کا پیٹ پالتی رہی اور آخر کار اغیار کے طعنوں اور شیطانی وساوس سے تنگ آکر دُعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی جس کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ انہوں نے جب زمین پر پاؤں مارا تو پانی کا ایک چشمہ نکلا پھر حکم دیا کہ اس میں غسل کرو تو بدن کا ظاہری حصّہ درست ہوگیا اور پھر ایک اور جگہ زمین پر پاؤں مارنے کا حکم دیا۔ جب پاؤں مارا تو پانی کا اور چشمہ نکل آیا۔ اللہ نے فرمایا اس کو پیو جب پیا تو پیٹ کے اندر کی تکلیف رفع ہوگئ اور پھر پہلے کی بہ نسبت زیادہ دولت دی اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ غسل فرما رہے تھے تو اس وقت آپ پر سونے کی ٹڈیاں گرنا شروع ہوگئیں تو آپ نے انہیں کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی اتاری کہ کیا میں نے تجھے اس مال سے مستغنی نہیں کر دیا تھا کہ اب پھر سمیٹنا شروع کر دیا ہے تو جواب میں عرض کیا کہ اے اللہ میں آپ کی رحمت سے تو مستغنی نہیں ہوں بہر حال یہ تو حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ جو کتب تفاسیر اور احادیث میں موجود ہے نقل کیا ہے۔

اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمت نے (جو پیغمبر کی بیٹی یا پوتی تھی اور پیغمبر کی بیوی تھی) اپنے لیے اور اپنے شوہر کے لیے بوقت مجبوری محنت مزدوری کی۔ معلوم ہوا کہ ایسے حالات میں عورتوں کو بھی محنت کرنا چاہیئے اور ایسی محنت بارآور ثابت ہوگی جیسا کہ بی بی رحمت کی محنت بارآور ثابت ہوئی کہ اس کے خاوند کو اللہ نے صحت بخشی، بچے زندہ کئے اور بے شمار مال مویشی عطا فرمائے۔

# حضرت فاطمہؓ کا اپنے لیے اور اپنے خاوند حضرت علیؓ کیلئے محنت کرنا

عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ قَالَ
لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّیْ
وَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَانَتْ مِنْ اَحَبِّ اَهْلِهٖ
اِلَيْهِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ
اِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى
اَثَّرَ فِیْ يَدِهَا وَاسْتَقَتْ
بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى اَثَّرَ
فِیْ نَحْرِهَا وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ
حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا
فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ
فَقُلْتُ لَوْ اَتَيْتِ اَبَاكِ

ابن اعبد سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اپنی اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ بتاؤں حالانکہ وہ آپ کو اپنی ساری اہل سے زیادہ پیاری تھی۔ میں نے کہا بتائیں انہوں نے فرمایا کہ وہ چکی چلاتی تھی اور اس کے ہاتھوں میں اس کا اثر پڑ گیا اور وہ مشکیزے میں پانی پلاتی تھی یہاں تک کہ اس کی گردن میں اس کا اثر پڑ گیا اور گھر صاف کرتی تھی یہاں تک کہ اس کے کپڑے غبار آلود ہو گئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادم

فَتَسْأَلُهُ خَادِمًا فَأَتَتْهُ
فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا
فَرَجَعَتْ فَأَتَاهَا مِنَ الْغَدِ
فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكِ
فَسَكَتَتْ فَقُلْتُ أَنَا أُحَدِّثُكَ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَرَّتْ
بِالرَّحٰى حَتّٰى أَثَّرَتْ فِيْ
يَدِهَا وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ
حَتّٰى أَثَّرَتْ فِيْ نَحْرِهَا
فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ
أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِيَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ
خَادِمًا يَقِيْهَا حَرَّ مَا هِيَ
فِيْهِ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ
يَا فَاطِمَةُ وَأَدِّيْ فَرِيْضَةَ
رَبِّكِ وَاعْمَلِيْ عَمَلَ أَهْلِكِ
فَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ
فَسَبِّحِيْ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ
وَاحْمَدِيْ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ
وَكَبِّرِيْ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ
فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِيَ
خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ

آ گئے۔ میں نے کہا اگر تو اپنے
والد کے پاس چلی جائے۔ ان سے
ایک خادم مانگ لے تو اچھا ہوگا
پس وہ گئی تو آپ کے پاس کچھ
لوگ باتیں کر رہے تھے تو واپس آ
گئی۔ تو آپؐ خود دوسرے دن اس
کے پاس آئے اور فرمایا تمہاری کیا
حاجت تھی پھر وہ خاموش ہو گئی تو
میں نے کہا کہ میں آپ کو بتاتا ہوں
اے اللہ کے رسول یہ چکی چلاتی ہے
یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں میں
اثر پڑ گیا ہے اور مشک اٹھا کر لاتی
ہے یہاں تک کہ اس کی گردن میں
اثر پڑ گیا ہے پس جب آپ کے
پاس خادم آئے تو میں نے اسے
کہا کہ وہ آپ کے پاس جائے
اور آپ سے کوئی خادم مانگے
جو اسے اس گرمی سے بچائے
جس میں وہ مبتلا ہے آپ نے
فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈر اور اپنے
رب کا فریضہ ادا کر اور اپنی اہل

قَالَتْ رَضِيْتُ عَنِ اللّٰهِ وَ عَنْ رَسُوْلِهٖ۔

(رواہ ابوداود)

کا کام کر اور جب تو اپنے لیٹنے کی جگہ میں جائے تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد اللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ۔ یہ سو ہیں اور تیرے لیے خادم سے بہتر ہے تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے اور اللہ کے رسول سے راضی ہوں

(یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے)

## تفسیر

اس حدیث میں حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا بیان ہے اور جب انہوں نے اس محنت سے کچھ جی چرایا تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہہ فرمائی تو معلوم ہوا کہ نامساعد حالات میں عورت کو بھی محنت کرنا چاہیئے۔ ہاں حالات سازگار ہو جائیں تو پھر عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکل کر خواہ مخواہ مزدوری کی ضرورت نہیں۔

## کسب رزق کے ساتھ دعا بھی ضروری ہے

وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ○ (سورۂ نساء آیت ۳۲)

اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بیشک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

یقیناً تم اللہ کے سوا بتوں کی ہی عبادت

| | |
|---|---|
| اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ | کرتے ہو اور جھوٹ بناتے ہو۔ |
| اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ | جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو |
| مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا | وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں |
| يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا | ہیں ۔ صرف اللہ ہی سے روزی |
| فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ | مانگو اور اس کی عبادت کرو اور |
| وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ | اس کا شکر ادا کرو ۔ اسی کی طرف |
| اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ | تم لوٹائے جاؤ گے ۔ |

(سورہ عنکبوت آیت ۱۷)

## تفسیر

اس سے پہلے جو آیات اور احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں کسب روزی کی تعلیم اس کی فضیلت اور محنت نہ کرنے کے نقصانات بیان ہوئے ہیں اور ان آیتوں میں محنت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے روزی مانگنے کی بھی تعلیم و ترغیب ہے یعنی انسان کو چاہیئے کہ صرف اپنی محنت اور مشقت پر ہی قناعت، اعتماد اور بھروسہ نہ کرے بلکہ جس ذات نے یہ روزی کے اسباب و وسائل اور ذرائع اس کے لیے بنائے ہیں اس سے اجازت بھی حاصل کرے کیونکہ اصلی خالق و مالک وہ ہے اس لیے اس سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور نیز اسباب فانی ہیں اور ان میں خیر و شر دونوں قسم کی تاثیر ہوتی ہے اور انسان خود اس سلسلہ میں لاعلم ہے اسے یہ پتہ نہیں ہے کہ کس میں خیر ہے اور کس میں شر ہے اور اسے یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ میں جو کام کر رہا ہوں یہ کب تک دنیا میں رہے گا، اور کب فنا ہوگا لہٰذا اس خالق و مالک سے اسے درخواست کرنا چاہیئے اور

اس سے مانگنا چاہیئے جب ایسا کریں گے تو وہ وہی چیز دے گا جو اس کے لیے بہتر ہوگی اسی لیے سورہ نسار والی آیت میں فرمایا ہے اس اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک وہ ہر چیز کے فنا و بقا، خیر و شر اور ہر مانگنے والے کی ضروریات کو اچھی طرح جانتا ہے اور سورہ عنکبوت والی آیت میں فرمایا کہ تم نے روزی کی خاطر جن بناوٹی خداؤں سے بندگی اور عبادت والا تعلق جوڑ رکھا ہے۔ وہ تمہیں ذرہ بھر روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اس لیے اسی خدا سے روزی مانگو اور اس کا دیا ہوا کھا پی کر اس کی بندگی کرو اور شکر بجالاؤ اور آخر میں فرمایا ہے کہ یہ سمجھنا کہ ہمیں دنیا میں رہنا ہے اور یہی شب و روز ہیں اور بس فرمایا کہ نہیں بلکہ ایک اور دور ایک منزل بھی آنے والی ہے جس کو عالم آخرت یوم القیمہ یوم الدین اور یوم جزا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس منزل میں لازماً پہنچنا ہے لہٰذا اس کی بھی تمہیں تیاری کرنی چاہیئے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَاِنَّ اَفْضَلَ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ | عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور سب سے زیادہ فضیلت والی عبادت آسائش کا انتظار کرنا ہے |
| عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ | ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ |

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَاِنَّ اَحَبَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ الَّذِىْ يُحِبُّ الْفَرَجَ ـ (ابن کثیر)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور اللہ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے زیادہ پسندیدہ وہ بندہ ہے جو خوشی آنے پر خوش ہوتا ہے۔

# تفسیر

یہ دونوں حدیثیں پہلی دو آیتوں کی توضیح اور تشریح ہیں ۔ ان آیات میں تو آیا ہے کہ اللہ سے رزق مانگو اور ان احادیث میں سے پہلی حدیث شریف میں ایک تو یہ فرمایا ہے جو اللہ سے مانگتا ہے اللہ اس پر خوش ہوتا ہے اور دوسرا یہ فرمایا ہے کہ تنگدستی کے دور میں خوشی کا منتظر رہنا سب سے افضل عبادت اور دوسری حدیث شریف میں مزید یہ فرمایا ہے کہ ایسا شخص اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو تنگ دستی کے وقت خوشی کا منتظر رہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبُ عَلَيْهِ ـ (رواہ الترمذی)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے نہ مانگے اس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور ان سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

| | |
|---|---|
| اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا | فرمایا جب تم میں سے کوئی دُعا کرے |
| یَقُلْ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ | تو اسے یوں نہیں کہنا چاہیئے اے |
| اِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِیْ اِنْ | اللہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بخش دیں |
| شِئْتَ اُرْزُقْنِیْ اِنْ شِئْتَ | اگر آپ چاہیں تو مجھ پر رحم فرمائیں۔ |
| وَلْیَعْزِمْ مَسَالَتَہٗ اَنَّہٗ | اگر آپ چاہیں تو مجھے رزق دیں بلکہ |
| یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَلَا | پورے یقین سے مانگے کیونکہ وہ کرتا |
| مُکْرِہَ لَہٗ۔ | ہے جو چاہے اس پر کوئی زبردستی |
| (رواہ البخاری بحوالہ مشکوٰۃ) | کرنے والا نہیں ہے۔ |

## تفسیر

ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو اللہ سے نہ مانگے اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ استغنا کی علامت ہے یعنی ایسا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسے خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے یا اس کا زیادہ تر اعتقاد اور اعتماد اسباب پر ہے اپنی محنت اور مشقت پر ہے اللہ پر نہیں ہے اس لیے اللہ ایسے شخص پر ناراض ہوتا ہے اور دوسری حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ انسان جب اللہ سے مانگے تو شک کا لفظ نہ استعمال کرے۔ اے اللہ اگر آپ سے یہ کام ہو سکتا ہے تو کریں۔ آپ اگر مجھے روزی دے سکتے ہیں تو دے دیں کیونکہ خدا مختار کل ہے اس پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے اس سے بالا اور کوئی طاقت نہیں ہے جو اس کے کاموں میں رکاوٹ ڈال سکے بس یہ دونوں حدیثیں بھی پہلی دو آیات کی تشریح و توضیح ہیں۔

# روزی کی خاطر حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور اسکی قبولیت

| | |
|---|---|
| وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ | اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے |
| اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا | رب اسے امن کا شہر بنا دے اور |
| وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ | اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے |
| مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ | رزق دے جو کوئی ان میں سے اللہ |
| وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ | اور قیامت کے دن پر ایمان لائے فرمایا |
| وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ | اور جو کافر ہو گا سو اسے بھی تھوڑا |
| قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى | فائدہ پہنچا دوں گا پھر اسے دوزخ |
| عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ | کے عذاب میں دھکیل دوں گا اور |
| (سورہ بقرہ آیت ۱۲۶) | وہ برا ٹھکانا ہے۔ |
| رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ | اے ہمارے رب میں نے اپنی |
| ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ | کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے |
| زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ | جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے |
| رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ | گھر کے پاس اے رب ہمارے |
| فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ | تاکہ وہ نماز قائم رکھیں پھر کچھ لوگوں |
| النَّاسِ تَهْوِىْٓ اِلَيْهِمْ | کے دل ان کی طرف مائل کر دے |

| | |
|---|---|
| وَرْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ | اور انہیں میووں سے روزی دے تاکہ وہ شکر کریں ۔ |

(سورہ ابراہیم ایت ۳۷)

| | |
|---|---|
| وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ | اور وہ کہتے ہیں اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت پر چلیں تو اپنے ملک سے اچک لیے جائیں ۔ کیا ہم نے انہیں حرم میں جگہ نہیں دی جو امن کا مقام ہے جہاں ہر قسم کے میووں کا رزق ہماری طرف سے پہنچایا جاتا ہے لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ۔ |

(سورہ قصص ایت ۵۷)

## تفسیر

یہاں مختلف سورتوں کی آیتیں جمع کی گئی ہیں ۔ پہلی آیت سورہ بقرہ کی ہے اور دوسری ابراہیم کی ہے اور تیسری آیت سورہ قصص کی ہے ۔ بقرہ والی آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی دو دعائیں مذکور ہیں ۔ ایک مکہ میں امن والی آبادی کا قیام اور دوسرا اس کے ایمان دار باشندگان کی روزی کا بندوبست اور فراہمی آیت کے آخر میں کافروں کو بھی روزی دینے کا وعدہ فرمایا ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دونوں دعائیں قبول ہوگئیں کہ یہاں امن والا شہر بھی بنے گا اور اس کے تمام باشندگان کو روزی بھی ملے گی اور حضرت ابراہیمؑ نے جو کافروں کو مستثنیٰ کیا تھا وہ استثنا قبول نہ ہوئی اور سورہ ابراہیم والی آیت میں دو دعائیں ہیں ۔ ایک اپنی اولاد کی طرف دنیا کا

رجحان اور دوسرا ان کے لیے روزی۔

سورۂ قصص والی آیت میں اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو دو وعدے کئے تھے ان کے ایفا کا بیان ہے کہ اللہ پاک نے حرم کو امن کی جگہ بنایا اور اس کے رہنے والوں کو روزی عطا فرمائی اور یہ نمونہ آج تک موجود ہے اور انشاءاللہ العزیز تاقیامت رہے گا پس اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو روزی کی محنت کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرنا چاہیئے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیونکہ آپ کا ملک شام میں بکریوں کا کاروبار تھا جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اور حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم کے موافق وہاں مکہ میں چھوڑا تھا اس لیے شروع میں تو ان کے لیے دعا ہی فرمادی اور اس کے بعد حضرت ہاجرہ کی محنت کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محنت کی تفصیل بھی تفاسیر میں موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس خاندان کی محنت اور دعا کی برکت سے مکہ کو یہ چار چاند لگے۔

# روزی کی خاطر حضرت موسیٰ کی دعا اور اسکی قبولیت

| | |
|---|---|
| وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى | اور موسیٰ کو ہم نے حکم بھیجا جب |
| اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ | اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا |
| اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ | کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مارو پس |
| فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا | اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر قبیلہ |
| عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ | نے اپنا گھاٹ پہچان لیا اور ہم نے |

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا — ان پر ابر کا سایہ کیا اور ہم نے ان پر
عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا — من اور سلویٰ اتارا۔ ہم نے جو
عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى — ستھری چیزیں تمہیں دی ہیں وہ
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ — کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان
وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ — نہیں کیا لیکن وہ اپنا ہی نقصان کرتے
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ — تھے۔

(سورہ اعراف آیت ۱۶۰)

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى — پھر جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے
لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ — لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنے عصا
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ — کو پتھر پر مارو سو اس سے بارہ چشمے
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ — بہہ نکلے۔ ہر قوم نے اپنا اپنا گھاٹ
قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ — پہچان لیا۔ اللہ کے دیئے ہوئے
مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا — رزق میں سے کھاؤ پیو اور زمین میں
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا — فساد مچاتے ہوئے مت پھرو۔ اور
فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ — جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ایک
وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى — ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہ
لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ — کریں گے سو ہمارے لیے اپنے
فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ — رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے
لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ — لیے زمین کی پیداوار میں سے ساگ
مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا — ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز پیدا
وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا — کردے کہا کیا تم اس چیز کو لینا چاہتے

| | |
|---|---|
| وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۔ | ہو جو ادنیٰ ہے بدلے اس کے جو بہتر ہے کسی شہر میں جاؤ بے شک جو تم مانگتے وہ تمہیں ملے گا ۔ |

(سورہ بقرہ آیت ٦٠-٦١)

# تفسیر

ان آیتوں میں سے پہلی آیت سورہ اعراف کی ہے اور دوسری دو آیتیں سورۂ بقرہ کی ہیں - اعراف والی آیت میں صرف اتنا فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے ان سے پانی کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی ابر کا سایہ اور کھانے کا بھی بندوبست کر دیا اور اس آیت میں دُعا کا ذکر نہیں ہے اور بقرہ والی آیتوں میں حضرت مُوسیٰؑ کی دو دعاؤں کا بیان ہے اور پھر ان کی قبولیت کا ذکر ہے ایک دُعا تو صرف پانی کی خاطر ہے ۔ روزی کا یہاں ذکر نہیں ہے اب اعراف والی آیت سے تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ نے قوم کے مطالبہ پر صرف پانی کی درخواست کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے پانی کے ساتھ من وسلویٰ بھی اتار دیا ۔ من ایک قسم کی میٹھی چیز تھی اور سلویٰ نمکین تھی اور سورہ بقرہ والی دوسری آیت میں ہے کہ وہ قوم جب ایک طرح کا یہ کھانا کھاتے کھاتے اکتا گئی تو پھر انہوں نے اس کے ساتھ سبزیات وغیرہ کا مطالبہ کیا تو ان کا یہ مطالبہ بھی منظور ہو گیا ۔ ہمارا مقصد یہاں اتنا کچھ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہاں روزی کی خاطر دُعا کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر پر لاٹھی مارنے کا حکم دیا ہے حالانکہ اللہ پاک اگر چاہتے تو لاٹھی مروانے کے سوا بھی تو پتھر سے پانی پیدا کر سکتے تھے یہ

حکم کیوں دیا۔ اس میں دراصل تعلیم ہے کہ رزّاق تو اللہ ہے مگر تمہیں روزی کے لیے محنت کرنی پڑے گی اگر ایسا کرو گے تو وہ تمہیں پتھروں سے بھی روزی مہیا کرینگے مگر یہ تو حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کی محنت تھی ۔ بنی اسرائیل کو تو یہ کھانا مفت اور بلا مشقت ملا تھا اور مفت چیز جو ملے اس کی قدر نہیں ہوتی اس لیے بنی اسرائیل نے اس کی تبدیلی کا مطالبہ کیا اور حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود مُصر رہے تو پھر ان کو محنت کا حکم دیا تاکہ انہیں قدر آئے ورنہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی من اور سلویٰ پیدا فرمائے تھے ۔ سبزیاں دالیں بھی تو پیدا کر سکتا تھا لیکن ایسا نہ کیا تاکہ انہیں قدر آئے پس معلوم ہوا کہ روزی کے لیے محنت بھی ضروری ہے اور دُعا بھی ضروری ہے ۔ باقی یہ قصہ بڑا لمبا ہے ۔ ہم اختصار کر رہے ہیں ۔

## روزی کی خاطر حضرت عیسیٰؑ کی دُعا اور اسکی قبولیّت

| | |
|---|---|
| اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ | جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ |
| یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ | مریم کے بیٹے کیا تیرا رب کر سکتا |
| یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ | ہے کہ ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان |
| یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ | سے اتارے۔ اس نے کہا اللہ |
| السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ | سے ڈرو۔ اگر تم ایمان دار ہو انہوں |
| اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَالُوْا | نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں |
| نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا | سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن |

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ
اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَتَكُوْنَ
عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝
قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا
مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ
لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا
وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا
وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝
قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا
عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ
بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ
عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝
(سورہ مائدہ آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵)

ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہ رہیں ۔ عیسٰی مریم کے بیٹے نے کہا اے اللہ اے ہمارے رب ہم پر بھرا ہوا خوان آسمان سے اتار جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور آپ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ۔ اللہ نے فرمایا بے شک وہ خوان میں تم پر اتاروں گا پھر اس کے بعد جو کوئی تم میں سے ناشکری کرے گا تو میں اسے ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہو گی ۔

## تفسیر

ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریین اور پیروکاروں نے آپ سے جو سوال کیا کہ آپ اللہ پاک سے درخواست کریں کہ وہ آسمان سے ہمارے لیے کھانوں سے بھرا ہوا اور چُنا ہوا خوان اتارے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس سوال سے انہیں منع کیا اس لیے کہ اللہ نے

انسانوں تک روزی پہنچانے کا نظام زمین میں محنت اور مشقت رکھا ہے اور یہ مطالبہ اس نظام کے خلاف تھا اس کا مقصد یہ تھا اللہ اپنے دستور کو بدلے مگر وہ لوگ باز نہ آئے اور اس پر اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے دُعا فرمائی کیونکہ اگر آپ دُعا نہ کرتے تو ان کا ایمان متزلزل اور ڈانواں ڈول ہونے کا خطرہ تھا جیسا کہ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تاکہ ہم کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے سچ فرمایا ہے اور ہم اس پر گواہ بھی رہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے ایمان کے تحفظ کی خاطر دُعا فرمادی تو اللہ پاک نے وہ دُعا قبول فرمائی اور ساتھ ساتھ ناشکری پر عذاب کی دھمکی بھی دے دی۔ اب اس میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض تو اس طرف گئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جب اپنی امت کو یہ دھمکی سنائی تو وہ اس مطالبے سے دستبردار ہو گئے اور علامہ ابن کثیر نے جمہور کی رائے میں یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ یہ دھمکی سننے کے بعد بھی اپنے مطالبے پر مصر رہے تو پھر اللہ پاک نے وہ خوان اتارا جو تلی ہوئی مچھلی خمیری روٹیاں اور کچھ میوے تھے۔ وہ جہاں جاتے تھے انہیں ایسی ہی نعمتیں ملتی تھیں اور حکم یہ تھا کہ یہ نعمتیں کھائیں اور اُن کا ذخیرہ نہ بنائیں مگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی تو ان کی شکلیں بندروں اور سوٴروں کی بن گئیں بہرحال ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگ محنت اور مشقت کے راستے کو چھوڑ کر بلا مشقت روزی کے درپے ہوئے۔ تو انہیں یہ سزا ملی۔

پس معلوم ہوا کہ روزی کی خاطر محنت اور دعا دونوں ضروری ہیں صرف محنت پر انحصار ہو تب بھی تباہی کا باعث ہے اور اگر صرف دعاؤں والی روزی پر انحصار کیا جائے تو تب بھی تباہی کا باعث ہے۔

# حج کے موقعہ پر روزی کی خاطر جو دُعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے

| | |
|---|---|
| فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ | پھر بعض تو یہ کہتے ہیں اے ہمارے |
| رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا | رب ہمیں دنیا میں دے اور اس کے |
| وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ | لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے اور |
| وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ | بعض یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب |
| اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ | ہمیں دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت |
| فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا | میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ |
| عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِكَ | کے عذاب سے بچا۔ یہی وہ لوگ |
| نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ | ہیں جنہیں ان کی کمائی کا حصّہ ملتا ہے |
| سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ | اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ |

(سورہ بقرہ آیت ۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲)

## تفسیر

ان آیتوں میں دو قسم کے حاجیوں کا بیان ہے ایک قسم تو وہ ہے جو صرف دنیا مانگتے جاتے ہیں اور فرمایا ہے کہ ان کے لیے آخرۃ میں کوئی حصّہ نہیں ہے، دنیا کی نفی نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ان کو بھی ملے گی۔ اس سے اشارۃً اس گروہ کی مذمت معلوم ہوتی ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے جو دنیا اور آخرۃ دونوں مانگتے ہیں۔ ان کو انکی نیکیوں کا بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس سے اشارۃً اس گروہ

کی مدح معلوم ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ آدمی اچھا لگتا ہے جو اس سے دنیا اور آخرت دونوں مانگے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَرَرْتُ عَلَى الرُّكْنِ اِلَّا رَأَيْتُ عَلَيْهِ مَلَكًا يَقُوْلُ اٰمِيْنَ فَاِذَا مَرَرْتُمْ عَلَيْهِ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (ابن کثیر)

ابن عباس سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جب بھی رکن (اسود) کے پاس سے گزرا ہوں تو اس کے پاس ایک فرشتہ دیکھا ہے جو آمین کہتا ہے پھر جب تم اس کے پاس سے گزرا تو کہو (دعا کرو) اے ہمارے رب دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (ابن کثیر)

انس بن مالک سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ اے ہمارے رب دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

## تفسیر

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

طواف کے موقعہ پر دنیا اور آخرت دونوں مانگنے کی ترغیب دیتے تھے اور خود بھی مانگتے تھے پس ثابت ہوا کہ روزی کی خاطر صرف اپنی محنت پر ہی قناعت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اللہ سے دُعا بھی مانگنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں بے شمار ہیں۔ ہم صرف مشت از نمونہ خروار پر ہی اکتفا کر رہے ہیں کیونکہ اگر آپ کی اس سلسلہ کی سب دعائیں نقل کی جائیں تو مضمون طویل ہو جائے گا اور یہ کتاب مختصر ہے اس میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔

## کسب روزی کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار بھی ضروری ہے

| | |
|---|---|
| وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ | اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو |
| ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ | پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تمہیں |
| مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ | ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ |
| مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ | پہنچائے گا اور جس نے بڑھ کر |
| ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ | نیکی کی ہو گی اسے بڑھ کر بدلہ دے |
| تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ | گا اور اگر تم پھر جاؤ گے تو میں تم |
| عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ | پر بڑے دن کے عذاب سے |
| (سورہ ہود آیت ۳) | ڈرتا ہوں۔ |
| وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ | اے میری قوم اپنے رب سے معافی |
| ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ | مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ |
| السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا | تم پر خوب بارشیں برسائے گا |

| | |
|---|---|
| وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ | اور تمہاری قوت کو اور بڑھائے گا اور |
| وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ | تم نافرمان ہو کر مت پھرو۔ |
| (سورہ ہود آیت ۵۲) | |
| فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط | پس میں نے کہا اپنے رب سے |
| اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُرْسِلِ | بخشش مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے |
| السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ | والا ہے وہ آسمان سے تم پر موسلادھار |
| وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ | مینہ برسائے گا اور مال اور اولاد |
| بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ | سے تمہاری مدد کریگا اور تمہارے لیے |
| جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا | باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں |
| (سورہ نوح آیت ۱۰-۱۱-۱۲) | بنا دے گا۔ |

## تفسیر

یہاں ایک ہی مضمون کی پانچ آیات جمع کی گئی ہیں۔ پہلی آیت میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی امت کو توبہ اور استغفار کے دو فائدے بتائے ہیں۔ ایک دنیاوی آسائش اور دوسرا نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کو زیادہ ثواب اور اس کی خلاف ورزی سے آخرت کے عذاب کی دھمکی دی اور دوسری آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کی اسی دعوت کا بیان ہے اور باقی تین آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی اسی دعوت کا بیان ہے کہ اللہ کے دربار میں توبہ کرو اس سے معافی مانگو وہ تم پر بارش نازل فرمائے گا، مال دے گا اور اولاد دے گا اور زمین میں تمہارے لیے پانی کی نہریں جاری کرے گا اور ذیل میں ہم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی نقل کرتے جس سے اس مضمون

کی تائید ہوتی ہے۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ — جو استغفار کو لازم پکڑے تو اللہ
لَہٗ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَ — تعالیٰ اس کے ہر غم کو دور کرتے ہیں
مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا — اور ہر تنگی کو دور کرتے ہیں اور اسے
وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا — ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں جہاں
یَحْتَسِبُ۔ (ابن کثیر) — سے وہ گمان نہ رکھے۔

پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ کسب روزی کے ساتھ ساتھ توبہ اور استغفار بھی ضروری ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جب انسان سے وہ سرزد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا وظیفہ روزی بند کر دیا جاتا ہے اور جب تک وہ اپنے کئے ہوئے ان گناہوں سے توبہ اور استغفار نہ کرے تب تک وہ بند شدہ وظیفہ جاری نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اسے طرح طرح کی تکالیف تنگدستی افلاس میں مبتلا کیا جاتا ہے جیسا کہ آنے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ — بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق
الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ — کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں
فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ — آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ
سَعِیْرًا (نساء آیت ۱۰) — بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ فَقَدَرَ — لیکن جب اسے وہ آزماتا ہے پھر
عَلَیْہِ رِزْقَہٗ فَیَقُوْلُ — اس پر اس کی روزی تنگ کرتا ہے
رَبِّیْٓ اَھَانَنِ ۝ کَلَّا بَلْ — تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے
لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ وَلَا — ذلیل کر دیا ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی
تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ — عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کو

| | |
|---|---|
| الْمِسْكِيْنِ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ | کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو |
| التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ | اور میّت کا ترکہ سمیٹ کر کھا جاتے |
| الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ | ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت |
| (سورۃ فجر آیت ۱۶ تا ۲۰) | رکھتے ہو۔ |
| اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ | کیا آپ نے اس کو دیکھا جو روز جزا |
| بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ | کو جھٹلاتا ہے پس وہ وہی ہے جو یتیم |
| يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا | کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا |
| يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ | کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس |
| فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ | ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو |
| هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ | اپنی نماز سے غافل ہیں جو دکھلاوا |
| سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ | کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں روکتے |
| وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ | ہیں۔ |

(سورۃ الماعون)

| | |
|---|---|
| اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ | بے شک ہم نے ان کو آزمایا ہے |
| اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا | جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا |
| لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ | تھا جب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ |
| | وہ ضرور صبح ہوتے ہی اس کا پھل |
| | توڑ لیں گے |
| وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ | اور انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا |
| عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ | تھا۔ پھر اس پر رات ہی میں آپ |
| وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ | کے رب کی طرف سے ایک جھونکا |

كَالصَّرِيْمِ ○ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِيْنَ ○ اَنِ اغْدُوْا
عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صَارِمِيْنَ ○ فَانْطَلَقُوْا
وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ○ اَنْ
لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِيْنٌ ○

چل گیا درآنحالیکہ وہ سونے والے
تھے پھر وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو
گیا پھر وہ صبح کے وقت پکارنے لگے کہ اپنے
کھیت پر سویرے چلو اگر تم نے
پھل توڑنا ہے۔ پھر وہ آپس میں
چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے چلے کہ
تمہارے باغ میں آج کوئی محتاج
نہ آنے پائے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ
قَادِرِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا
اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ
مَحْرُوْمُوْنَ ○ قَالَ
اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ
لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ○
قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا
كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَاَقْبَلَ
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَلَاوَمُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ
اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ○ عَسٰى
رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا
مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

اور وہ سویرے ہی بڑے اہتمام سے
پھل توڑنے کی قدرت کا خیال کرکے
چل پڑے پس جب انہوں نے دیکھا
تو کہنے لگے کہ ہم تو راہ بھول گئے
ہیں بلکہ ہم تو بدنصیب ہیں پھر ان
میں سے اچھے آدمی نے کہا کہ کیا
میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم کس
لیے تسبیح نہیں کرتے انہوں نے
کہا ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم
ظالم تھے پھر ایک دوسرے کی طرف
متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے
لگے انہوں نے کہا ہائے افسوس
بے شک ہم سرکش تھے شاید ہمارا

رَاغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورہ القلم آیت ۱۷ تا ۳۳)

رب ہمارے لیے اس سے بہتر باغ بدل دے بے شک ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں عذاب یوں ہی ہوا کرتا ہے اور البتہ آخرت کا عذاب تو کہیں بڑھ کر ہے کاش وہ جانتے۔

# تفسیر

یہاں مختلف سورتوں کی آیات جمع کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورہ نساء کی ہے اس میں اتنا فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم زیادتی سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس مال کے باعث وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور وسیعلمون سعیرا اس کی تائید ہو جائے گی چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انشاء اللہ العزیز عنقریب کچھ تشریحات کے بعد پیش کریں گے۔ واللہ المعین۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہی مال آگ کا کام دے یعنی جس طرح آگ کا کام چیز کو جلا کر فنا اور تباہ کر دیتا ہے اسی طرح یتیم کا مال کھانے والا بھی دنیا میں تباہ و برباد ہو جائیگا چنانچہ سورہ فجر والی آیت کریمہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اس میں گناہوں کی وجہ سے انسان کی روزی بند ہونے کا ذکر ہے۔ پہلا گناہ یتیم کا اکرام نہ کرنا یعنی اس کے ساتھ شفقت اور ہمدردی نہ کرنا اور دوسرا گناہ مسکین کے کھانے پر کسی کو ترغیب نہ دینا یعنی نہ خود اسے کھلائے اور نہ اس کی خاطر کسی کو ترغیب دے اور تیسرا گناہ ناجائز طور پر مالِ وراثت کھانا اور چوتھا گناہ دنیا کے مال سے

محبت کرنا یعنی اللہ کے حکم کے خلاف مال کمانا اور کھانا۔

اور سورہ ماعون کے اندر بھی اسی مضمون کی وضاحت ہے اس میں جو شخص یتیم کا اکرام نہ کرے بلکہ اسے دھکے دے کر نکال دے اور جو مسکین کے کھانے پر کسی کو ترغیب نہ دے اسے قیامت کا منکر اور مکذّب فرمایا ہے اور اس میں نماز سے غفلت برتنے والوں۔ ریاکاروں اور گھروں میں عام استعمال کی چیز بوقت ضرورت ایک دوسرے کو نہ دینے والوں کے لیے ہلاکت اور بربادی کا اعلان فرمایا ہے۔ اور سورہ قلم والی آیات میں اسی پر قدرت کا ایک دنیاوی عمل بیان فرمایا ہے۔ اس کا پس منظر مفسرّین نے یہ فرمایا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں یمن میں ایک شخص رہتا تھا جو بہت نیک آدمی تھا۔ اور اس کا ایک بہت بڑا قیمتی باغ تھا اور ان اغدو علی حرثکم کے جملہ سے معلوم ہوا کہ باغ کے علاوہ اس کی قابل کاشت زمین بھی کافی تھی اور اس شخص کا دستور یہ تھا کہ زمین سے فصل کاٹتے وقت درانتی سے جو درخت بچ جاتے وہ مساکین کے لیے چھوڑ دیتا تھا وہ آکر اسے جمع کر لیتے تھے اور اسی طرح جب کھیتی کو گاہ کر کے غلہ نکالتا تو جو دانہ بھوسے کے ساتھ اڑکر الگ ہو جاتا اس دانے کو بھی فقراء اور مساکین کے لیے چھوڑ دیتا تھا اور اسی طرح جب باغ کے درختوں سے پھل توڑتے تو اس وقت جو پھل نیچے گر جاتا وہ بھی فقراء اور مساکین کے لیے چھوڑ دیتا تھا اور وہ چن لیتے تھے اس طرح اس کھیتی اور باغ کی وجہ سے غریبوں کی بھی کچھ ضرورت پوری ہو رہی تھی اور یہ مالک بھی خوب آسودہ حال تھا اور جب یہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کا یہ دستور توڑ دیا اور بعض مفسرّین نے لکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارا باپ بیوقوف تھا خواہ مخواہ یوں ہی اتنا غلّہ اور اناج لٹا دیتا تھا چنانچہ انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ اپنی کھیتی رات کے وقت کاٹنا کہ کسی مسکین کو پتہ ہی نہ چلے چنانچہ آگے جو ہوا وہ قرآن میں موجود ہے کہ قدرتی آفت نے اس باغ کو تباہ کر

دیا ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان کی روزی بند ہو جاتی ہے ان میں سے غرباء، یتیمی اور مساکین کی حق تلفی اور استحصال بھی ہے جیساکہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے اب اس کی تائید میں احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَاءِ وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔ | حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون سی ہیں آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناجائز قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جہاد سے فرار اختیار کرنا، پاکدامن گناہ سے بے خبر مومن عورتوں کو تہمت زنا لگانا۔ |

(ابن کثیر جز اول صـ ۴۵۶)

# تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو معاشرہ کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بتایا ہے ان میں سے یتیم کا مال کھانا بھی ہے اور ان سب کی تفصیل بیان کرنے کی تو یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ یتیم کا

مال کھانے کی سزا کی تفصیل مزید آرہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَئَیْتَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِکَ ۔ قَالَ اِنْطَلَقَ بِیْ اِلٰی خَلْقٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ کَثِیْرٍ رِجَالٌ کُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَهٗ مِشْفَرٌ کَمِشْفَرِ الْبَعِیْرِ وَهُوَ مُوَکَّلٌ بِهِمْ رِجَالٌ یَفُکُّوْنَ لِحَاءَ اَحَدِهِمْ ثُمَّ یُجَاءُ بِصَخْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَتُقْذَفُ فِیْ فِیْ اَحَدِهِمْ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ اَسْفَلِهٖ وَلَهُمْ جُوَارٌ وَّصُرَاخٌ قُلْتُ یَا جِبْرَائِیْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَأْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (ابن کثیر جزء اوّل)

حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دیکھا آپ نے اس رات جس میں آپ کو معراج کرائی گئی۔ آپ نے فرمایا لے گیا وہ مجھے طرف بہت سی مخلوق کے اللہ کی مخلوق سے بہت سے مرد ہیں ہر مرد کے ہونٹ اونٹ جیسے ہیں اور ان پر کچھ لوگ مقرر ہیں جو ان کے جبڑوں کو چیرتے ہیں پھر آگ کا ایک پتھر لایا جاتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے منہ میں پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے نکل جاتا ہے اور وہ چیخ و پکار رہے تھے۔ میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں تو اس نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھاتے اور ظلم زیادتی کرتے ہیں یقیناً وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

## تفسیر

اس حدیث پاک میں یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے والوں کی جو سزا بیان ہوئی ہے شب معراج میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا عملی نمونہ دکھایا گیا تھا تاکہ آپ امت کو بتائیں اور پھر وہ عبرت حاصل کریں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نمونہ بیان فرما دیا۔

عَنْ اَبِیْ بُرْزَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْقَوْمُ مِنْ قُبُوْرِھِمْ تَاَجَّجَ اَفْوَاھُمْ نَارًا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ قَالَ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الْاٰیَۃَ۔ (ابن کثیر)

حضرت ابی برزہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اٹھائی جائیگی جن کے منہ آگ سے جلتے ہوئے ہوں گے کہا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے (آیت)

## تفسیر

پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں قیامت کے دن ان کا منہ کھول کر اور اسے کشادہ کر کے اس میں آگ کے پتھر مارے جائینگے جو پاخانہ کے راستے سے نکل جائیں گے اور ابی برزہ والی حدیث میں آیا ہے کہ

جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ان کے منہ آگ سے جلے ہوتے ہونگے، پس معلوم ہوا کہ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے والوں کو آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور قبر میں بھی عذاب ہوگا لیکن قبر والے عذاب کی کیفیت یہ ہوگی۔ کہ یتیم کا مال کھانے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں جو آگ بھرے گی اس کا اثر منہ سے ظاہر ہوگا اور قیامت والے عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کا منہ کھول کر کے اس میں پتھر مارا جائیگا جو پاخانے کے راستے سے نکل جائیگا اور یہ طریقہ اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اس پیٹ میں اس نے یتیم کا مال کھایا ہے اس لیے اسے یہ سزا دی جائے گی۔ واللہ اعلم۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْهِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْهِ۔ | اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔ |
| (رواہ ابن ماجہ) | |

## تفسیر

اس حدیث میں سورۃ فجر والی آیتوں کی تشریح و توضیح ہے کیونکہ فجر والی آیتوں میں فرمایا ہے کہ جو شخص یتیم کا اکرام نہ کرے اور اس کی وراثت ناجائز طور پر سمیٹ کر

کھا جائے اللہ تعالیٰ اس کی روزی تنگ کر دیتے ہیں اور اس حدیث میں ایسے شخص کے گھر کو شر فرمایا یعنی اس گھر میں روزی تنگ ہونے کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی شر ہو گی۔ جھگڑا فتنہ فساد اور امراض وغیرہ پیدا ہوں گی۔ بہرحال یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے سے انسان دنیا کے اندر بھی مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے سب کو پناہ عطا فرمائے۔

## یتیموں کے ساتھ حُسنِ سلوک کے فضائل اور برکات

وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ (رواه البخاری)

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ اس کا رشتہ دار ہو یا غیر جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان تھوڑا فاصلہ رکھا (امام بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے)

### تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی تعلیم و تربیت

اور کفالت کرنیوالے کی فضیلت فوقیت اور درجات کو بیان فرمایا ہے اور یہ سمجھانے کے لیے آپؐ نے اپنی مبارک انگلیاں کھڑی کیں۔ ایک انگشتِ شہادت جو سبابہ بھی کہلاتی ہے اور ایک درمیانی بڑی انگلی اور درمیان میں جگہ تھوڑی سی خالی چھوڑی اس میں ایک تو یہ اشارہ فرمایا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرا ساتھی ہوگا اور اس کا مرتبہ سب سے بلند ہوگا اور دوسرا یہ اشارہ فرمایا کہ وہ رتبہ میں میرے برابر نہیں ہوگا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ساری مخلوق سے زیادہ ہے اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ مرتبہ صرف اپنے رشتہ دار یتیم کی کفالت سے ہی نصیب نہیں ہوتا بلکہ کسی بھی یتیم کی کفالت سے نصیب ہو سکتا ہے خواہ وہ برادری کا ہو یا غیر برادری کا ہو

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْهِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْهِ (رواہ ابن ماجہ) | اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے حسن سلوک کیا جائے اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جائے۔ |

## تفسیر

اس حدیث پاک کے دو حصے ہیں ایک حصے میں خیر کا ذکر ہے اور دوسرے میں شر کا ذکر ہے اور اسکی تشریح ابھی کچھ پہلے گزر گئی ہے اور خیر والی جز کی تشریح یہ ہے کہ جس گھر میں یتیم ہو اور اہل خانہ اس کے ساتھ اچھے پیش آئیں اس کے

ساتھ شفقت اور پیار کریں۔ جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار کرتے ہیں اور اس کے مال ومتاع کی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کے لیے مال کی حفاظت کرتے ہیں تو ایسے گھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت اور رحمت نازل ہوگی اور آفات و بلیات سے محفوظ رہیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ یَمُرُّ عَلَیْھَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَۃٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَہٗ کُنْتُ اَنَا وَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اور حضرت ابی امامہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا محض اللہ کی رضا کے لیے ہر بال کے بدلے جو اس کے ہاتھ کے نیچے آئے نیکیاں ہوں گی اور جس کے پاس یتیم بچی یا بچہ ہو اور وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے میں اور وہ جنت میں ایسے ہوں گے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰی یَتِیْمًا اِلٰی طَعَامِہٖ وَشَرَابِہٖ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّۃَ اَلْبَتَّۃَ اِلَّا اَنْ یَّعْمَلَ

اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یتیم کو اپنے کھانے پینے کی طرف پناہ دی اللہ نے اس کے لیے یقیناً جنت واجب کر

ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ
عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ
مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ
لَهٗ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى
يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ
اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ ۔
وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِىْ
عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِىْ
اِنِّىْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ
عَلٰى نَفْسِىْ وَجَعَلْتُهٗ
بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا
تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِىْ
كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ
هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِىْ
اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ
جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ
فَاسْتَطْعِمُوْنِىْ اُطْعِمْكُمْ
يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا

دی ہے مگر وہ کوئی ایسا گناہ کرے
جو قابل معافی نہ ہو اور جس نے
تین بچیوں کی یا تین بہنوں کی تربیت
کی پھر انہیں ادب سکھایا اور ان
کے ساتھ شفقت کی یہاں تک کہ
اللہ نے انہیں غنی کر دیا تو اللہ نے
اور ابی ذر سے روایت ہے انہوں
نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں جو
روایت کر رہے تھے اللہ تبارک
وتعالیٰ کی طرف سے کہ بے شک
اس نے فرمایا ہے اے میرے
بندو میں نے ظلم کرنا اپنی ذات پر
حرام کیا ہے اور تمہارے مابین
بھی اسے حرام قرار دیا ہے پس
ایک دوسرے پر مت ظلم کرو۔
اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو
مگر جس کو میں ہدایت دوں۔ تم
مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں دونگا
میرے بندو تم سب بھوکے ہو
مگر جس کو میں کھلاؤں تم مجھ سے

| | |
|---|---|
| مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْا | کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا میرے |
| نِيْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِيْ | بندو تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں |
| اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ | پہناؤں تم مجھ سے کپڑے مانگو، |
| وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ | میں تمہیں کپڑے دوں گا۔ اے |
| جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ | میرے بندو تم رات دن خطائیں |
| لَكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ | کرتے ہو اور میں سب گناہ بخشنے |
| تَبْلُغُوْا ضُرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ | والا ہوں مجھ سے معافی مانگو میں |
| وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ | تمہیں بخش دوں گا میرے بندو |
| فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ | تم ہرگز مجھے ضرر نہیں پہنچا سکتے |
| اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ | تاکہ مجھے ضرر دے سکو اور تم میرے |
| وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى | نفع تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے تاکہ |
| قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ | مجھے نفع دے سکو۔ میرے بندو |
| مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ | تمہارے اول آخر انسان جن تم میں |
| شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ | سے سب سے زیادہ ایک پرہیزگار |
| اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ | آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں، تو |
| وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ | اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر |
| قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ | اضافہ نہیں ہوگا۔ اے میرے بندو |
| مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ | اگر تمہارے اول آخر انسان جن تم |
| شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ | سے زیادہ ایک فاجر آدمی کے دل |
| اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ | کی طرح ہو جائیں تو اس سے میرے |
| جِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ | ملک میں ذرّہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ |

وَّاحِدٍ فَسَئَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْئَلَتَہٗ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا دَخَلَ الْبَحْرَ یَا عِبَادِیْ اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْھَا عَلَیْکُمْ ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاھَا فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

اے میرے بندو تمہارے اوّل آخر جن وانس سارے ایک جگہ کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے مانگیں پھر میں ہر انسان کو اس کے سوال کے موافق دے دوں نہیں کمی ہوگی اس سے اس میں سے جو میرے پاس ہے مگر جیسا کہ کمی کرتی ہے سوئی جب داخل ہو سمندر میں۔ اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں میں انہیں شمار کر رہا ہوں پھر ان کا پورا بدلہ تمہیں دوں گا پس جو پائے اچھائی تو اسے چاہیئے اللہ کی تعریف کرے کرے اور جو اس کے خلاف پائے تو اسے چاہیئے کہ وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔

## تفسیر

اس سے پہلے جو سورہ نساء، سورہ ہود، سورہ فجر، سورہ قلم اور سورہ ماعون کی آیات گزری ہیں اور اس طرح بعد والی احادیث سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ غرباء اور مساکین کی حق تلفی سے دنیا میں انسان کا وظیفہ روزی بند ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی سزا ہوگی ہاں اگر ایسا انسان توبہ اور استغفار کرے یعنی ان کا حق ان تک

پہنچائے اور آئندہ کے لیے اس حق تلفی سے باز آجائے تو دنیا میں اس کا وظیفہ بحال ہوگا اور آخرت میں اسے معافی دے دی جائیگی لہٰذا محنت کے ساتھ ساتھ استغفار بھی ضروری ہے تاکہ روزی کا دربستہ کھل جائے اور اس حدیث میں دعا کا بھی ذکر ہے۔

# کسب روزی کے ساتھ کثرت ذکر اللہ بھی ضروری ہے

| | |
|---|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا | اے ایمان والو جب جمعہ کے دن |
| نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ | نماز کے لیے اذان دی جائے تو |
| الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی | ذکر الٰہی کی طرف لپکو اور خرید وفروخت |
| ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ | چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے |
| ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ | اگر تم علم رکھتے ہو پس جب نماز ادا |
| كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا | ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور |
| قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا | اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو |
| فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا | بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور |
| مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا | جب وہ لوگ تجارت یا تماشہ |
| اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ | دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے |
| تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً | ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے |
| اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَیْهَا | ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ |
| وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ | تماشہ اور تجارت سے بہتر ہے اور |
| مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ | اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔ |

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۗ وَاللَّهُ
خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

(سورۃ جمعہ آیت ۹ تا ۱۱)

# تفسیر

ان آیات میں ایمان داروں کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پانچ احکامات ہیں اور ان کی خلاف ورزی سے ایک شکوہ اور اس کا جواب ہے پہلا حکم جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر (نماز خطبہ جمعہ وغیرہ) کے لیے جلدی کرو اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اس وقت کاروبار ترک کر دو۔ اس وقت یہ کام کاروبار کی بہ نسبت بہتر ہے اور تیسرا حکم یہ ہے کہ جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جانا ہے یعنی مسجد میں ہی نہ پڑے رہو بلکہ زمین میں چلو پھرو اور چوتھا حکم یہ دیا ہے چل پھر کر یوں ہی وقت ضائع نہ کرو بلکہ اللہ کا فضل تلاش کرو یعنی روزی کی خاطر محنت کرو اور پانچواں حکم یہ دیا ہے کہ اللہ کا ذکر یعنی روزی کے سلسلہ میں تم اپنی محنت پر قناعت اور انحصار نہ کرو بلکہ اس روزی کے خالق کا نام کثرت سے لو اور اسے یاد کرو اگر ایسا کرو گے تو تمہیں دنیا میں بھی کامیابی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو ناکام ہو گے اور آیت نمبر ۱۱ میں ان لوگوں پر شکوہ فرمایا ہے جو دنیاوی کاروبار کو نماز خطبہ جمعہ اور ذکر اللہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اس آیت کے آخر میں اس شکوے کا جواب دیا ہے کہ نماز اور ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں جو نعمتیں عطا فرمائے گا وہ کھیل اور بے ذکر کاروبار سے کہیں بہتر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہی بہترین رزاق ہے۔ اگر نماز اور ذکر اللہ کے ذریعہ اس سے تعلق جوڑیں گے تو بہترین روزی دے گا اور اگر اسکی خلاف کرکے

روزی کمائیں گے تو وہ روزی بہتر نہیں ہوگی بلکہ شر ہوگی۔

| | |
|---|---|
| مَنْ دَخَلَ سُوْقًا مِّنَ | جو شخص بازاروں میں سے کسی بازار |
| الْاَسْوَاقِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ | میں جائے پھر یوں کہے کہ اللہ کے |
| اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ | سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے |
| لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ | اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی |
| وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ | ہے اسی کے لیے تعریف ہے وہ |
| قَدِيْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ | ہر چیز پر قادر ہے تو لکھتے ہیں اللہ |
| اَلْفَ حَسَنَةٍ وَّمَحَا عَنْهُ | تعالیٰ اس کے لیے ہزار ہزار نیکی اور |
| اَلْفَ اَلْفَ سَيِّئَةٍ۔ | مٹاتے ہیں اس سے ہزار ہزار گناہ۔ |

(ابن کثیر)

# تفسیر

پہلی آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ کاروبار کے ساتھ اللہ کا ذکر بھی ہونا چاہیئے اور اس حدیث میں بازار والا ذکر بتایا ہے کہ انہیں کونسا ذکر کرنا چاہیئے۔ اب مقام غور یہ ہے کہ بازار کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت کیا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب انسان کاروباری زندگی میں قدم رکھتا ہے تو شیطان اس کے دل میں طرح طرح کے لالچ اور حرص پیدا کرتا ہے۔ دھوکہ دہی کے طریقے اسے سمجھاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کا اعتماد اللہ کے متعلق اٹھ جاتا ہے اور اسباب پر ہی وہ یقین پیدا کر لیتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اب وہ ایسے اصول بھی ترک کرے گا جن سے اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ حج، تقویٰ دیانت صداقت اور جب اللہ سے اس کا تعلق ٹوٹے گا تو پھر وہ اسباب کی دنیا میں بھٹکتا

پھرے گا اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں کاروبار کرنے والوں کو اس حدیث میں تعلیم دی ہے کہ جب تم بازار میں قدم رکھو تمہاری زبان پر یہ کلمہ جاری رہنا چاہیئے۔ اس حدیث میں چھ چیزوں کا بیان ہے ایک عقیدہ توحید اور اس کی بندگی کا اقرار یعنی آدمی کو بازار میں جاکر سب سے پہلے توحید اور بندگی کا اظہار کرنا چاہیئے دوسرا عقیدہ شرکیہ کی نفی یعنی نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسباب میں نہیں کاروبار میں نہیں اور تیسرا اس میں اللہ کی بادشاہی کا بیان ہے کہ زمین و آسمان کا بادشاہ وہ ہے اور جب اس کی بادشاہی ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا کوئی قانون ہوگا جیسا کہ کاروباری لوگوں کے لیے بادشاہوں کا قانون ہوتا ہے گویا کہ یہ وظیفہ پڑھنے والا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں اس بازار میں کاروباری سلسلہ میں دنیا کے بادشاہوں کے اصول اور ضابطے نہیں مانتا میں تو صرف اس کی بات مانوں گا جو میرا خالق و مالک ہے۔ اور چوتھا اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف کا بیان ہے یعنی بازار میں بھی انسان کو اللہ کی مدح اور ثنا بیان کرنا چاہیئے اور یہ حمد اور مدح کسی کمال پر ہوتی ہے اور بازار میں جتنے بھی نمونے ہیں وہ سب کے سب اس خالق کی قدرت کے نمونے ہیں خواہ وہ انسانی نمونے ہوں یا حیوانی یا بقیہ اشیاء خرید و فروخت اناج پھل فروٹ کپڑا مکانات دکانیں وغیرہ غرضیکہ بازار قدرت کے عجیب و غریب کرشموں کا مظہر ہے اگرچہ بظاہر یہ کرشمے انسان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

لیکن یہ اصول ہے کہ مدح نقش کی نقاش کی ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کے تحت درحقیقت یہ حمد اور ثنا اس خالق یکتا ہی کے لیے زیبا ہے اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان کو بازار کے اندر بھی اسی کی تعریف کرنا چاہیئے جو ان نمونوں کو بنانے والا ہے اور پانچویں نمبر پہ اللہ تعالیٰ کی طاقت باہرہ

قدرت مطلقہ اور خود مختاری کو بیان فرمایا ہے یعنی وہ ایسی طاقت والا ہے کہ ان موجودہ اسباب کو فنا کر کے اور سارے نظام عالم کو درہم برہم کر کے اس جیسے کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں اور بنا سکتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس عقیدے کے حامل انسان اس کے حکم کے خلاف نہ تو لب کشائی کرے گا اور نہ ہی دست درازی کرے گا اور نہ ہی کسی کی حق تلفی کرے گا اور ایسا ہی تاجر انسان قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ ہو گا اور چھٹے نمبر پر ایسے عقیدے والے کی اخروی کامیابی کا بیان ہے کہ اسے ایک لاکھ نیکی ملے گی اور اس کا ایک لاکھ گناہ معاف ہو گا اور دنیاوی کامیابی کا ذکر لعلکم تفلحون میں آچکا ہے یعنی ذکر کرو گے تو کاروبار میں کامیابی ہو گی۔

# ترکِ ذکر اللہ سے تنگ دستی پیدا ہوتی ہے

---

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ — اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے
فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا — گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور
وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ — اسے قیامت کے دن اندھا کر کے
اَعْمٰى ۝ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴) — اٹھائیں گے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اے ایمان والو تمہیں تمہارے مال
لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ — اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے
اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ — غافل نہ کر دیں اور جو کوئی ایسا کریگا
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ — پھر وہ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
(سورہ المنٰفقون آیت ۹)

## تفسیر

ان آیتوں میں سے پہلی آیت سورہ طٰہٰ کی ہے اس میں ذکر اللہ نہ کرنے والوں کے لیے دو قسم کی سزا کا بیان ہے ایک دنیا میں تنگی اور دوسرا قیامت کے دن اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا اور دوسری آیت سورہ منافقون کی ہے اس میں بھی پہلی آیت کی تاکید ہے یعنی جو لوگ اللہ کا ذکر چھوڑ کر مال و دولت کمانے

اور اولاد پیدا کرنے کو ہی اپنا مشن بنالیں وہ نقصان اٹھائیں گے۔ یہاں سب سے پہلے جو ذکر کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے یہ قابلِ غور ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اور ہر موقعہ اور محل کے مناسب اسکا معنی کیا گیا ہے اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے روح المعانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہاں عام ٹھہرانا مناسب ہے اور اس کا ایک فرد ذکر مجرّد بھی ہے پس معلوم ہوا کہ جس طرح عام طاعات نہ کرنے سے انسان کی معیشت تنگ ہوتی ہے اسی طرح ذکر مجرّد نہ کرنے سے بھی معیشت تنگ ہوتی ہے۔

دوسرے نمبر پر معیشۃ ضنکا اور خاسرون کے الفاظ ہیں ان کے لفظی معنی تو تنگی اور گھاٹے کے ہیں اور اب اس میں دو احتمال ہیں ایک دنیاوی تنگی اور گھاٹا اور ایک اخروی تنگی اور گھاٹا۔ دنیاوی تنگی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس کے پاس کھانے کے لیے مال ہی نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے پاس کھانے کے لیے نعمتیں تو بڑی وافر موجود ہونگی مگر اسے کھانے کی توفیق نہ ہو پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ اللہ کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے انسان مالی قلبی اور روحانی پریشانیوں کے اندر بھی مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے آخرت میں بھی سزا ہوگی لہٰذا روزی کی خاطر محنت کے ساتھ ساتھ طاعات اور ذکر مجرّد بھی کرنا چاہیئے اور آنے والی حدیث شریف سے اس کی مزید تفصیل معلوم ہوتی ہے جس کو ابھی ذیل میں بیان کریں گے ملاحظہ فرمالیں۔ واللہ المعین۔

| | |
|---|---|
| كُلُّ أَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ | ہر اہم کام جو بسم اللہ سے شروع |
| يُبْدَأْ فِيْهِ بِاسْمِ | نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے |
| اللّٰهِ فَهُوَ أَبْتَرُ ۔ | (معارف القرآن) |

# تفسیر

اس سے پہلے جو کلمہ لا الہ الا وحدہ الخ آیا ہے وہ تو بازار میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی تعلیم ہے اور اس حدیث میں جو بسم اللہ پڑھنے کی ترغیب ہے۔ یہ دکان کا دروازہ کھولتے وقت یا سامان تجارت کو برائے فروخت ہاتھ لگاتے وقت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسباب کا خالق و مالک تو حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ کسی کی ملکیت میں سوائے اس کی اجازت حاصل کرنے کے تصرف جائز نہیں ہے اور بسم اللہ پڑھ کر کاروبار شروع کرنا گویا اس سے اجازت حاصل کرنا ہے اگر ایسا کریں گے تو حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کاروبار میں برکت دیں گے ورنہ برکت نہیں دیں گے۔

## خصوصی ذکر اور نماز کے اوقات میں کاروباری مشاغل نہیں ہونے چاہئیں

| | |
|---|---|
| فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ | ان گھروں میں جن کی تعظیم کرنے اور |
| تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ | ان میں اس کا نام یاد کرنے کا اللہ |
| يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ | نے حکم دیا ہے ان میں صبح و شام |
| وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا | اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں ایسے آدمی |
| تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ | جنہیں سوداگری اور خرید و فروخت |
| عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ | اللہ کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور |
| الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ | زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرتی |

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی تاکہ اللہ انہیں ان کے عمل کا اچھا بدلہ دے اور انہیں اپنے فضل سے اور بھی دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

(سورہ نور آیت ۳۶ تا ۳۸)

## تفسیر

ان آیتوں میں سات چیزوں کا بیان ہے پہلا یہ ہے کہ مساجد چونکہ اللہ کی بندگی کے لیے بنائی گئی ہیں اس لیے سب سے پہلے ان کی صفائی وغیرہ رکھنا چاہیئے کیونکہ اس سے ان کی باقی گھروں کی بہ نسبت شان دوبالا اور اونچی ہوگی۔ یہ مضمون ان ترفع میں بیان فرمایا گیا ہے اور دوسرا یہ بیان فرمایا ہے کہ ان گھروں میں اللہ کا ذکر واذکار بھی ہونا چاہیئے۔ یہ مضمون یذکر فیہا اسمہ میں بیان فرمایا ہے اور تیسرا یہ بیان فرمایا ہے کہ ان گھروں میں صبح وشام نماز پڑھنا چاہیئے۔ اس سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔ غد سے صبح اور اصال دوپہر سے لے کر عشاء تک کو شامل ہے۔ یہ مضمون یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال سے لیا گیا ہے اور چوتھا یہ بیان فرمایا کہ ایمان والوں کو چاہیئے کہ خرید وفروخت کو ذکر اللہ اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ بننے دیں اور پانچواں یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرو گے تو تم پر ایسے دن کے عذاب کا ڈر ہے کہ جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی، اور چھٹا یہ بیان فرمایا کہ اس ضابطے کی اگر پابندی کرو گے تو تمہیں

تمہارے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور محنت کی بہ نسبت زیادہ بھی دے گا اور ساتواں یہ بیان فرمایا کہ یہ گمان نہ کرنا کہ ذکر اللہ اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں گھاٹا ہو جائے گا فرمایا اللہ رزق دیتا ہے جسے چاہے سوائے حساب کے اور جب تم اس کے اصولوں کی پیروی کرو گے تو وہ یقیناً تمہیں زیادہ روزی دے گا پس معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر کرنے سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔ ذیل کی آیت میں اس کی تائید ہے۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ | بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے |
| وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا | ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور |
| مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ | پوشیدہ اور ظاہر اس میں سے |
| عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً | خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا |
| لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ | ہے وہ ایسی تجارت کے امیدوار |
| اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ | ہیں کہ اس میں خسارہ نہیں تاکہ اللہ |
| مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ | انہیں ان کے اجر پورے دے |
| شَكُوْرٌ ۝ | اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے |
| (سورہ فاطر آیت ۲۹-۳۰) | بے شک وہ بخشنے والا قدردان ہے۔ |

## تفسیر

ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ تلاوت قرآن اقامت صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے بعد جو تجارت ہوگی وہ بابرکت ہوگی اس میں خسارہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ قدردان ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کر کے کاروبار کریں گے یقیناً اللہ تعالےٰ اس کا گھاٹا نہیں ہونے دیں گے اگرچہ بظاہر اس سے مراد آخرت ہے لیکن اشارہ دنیاوی

کاروبار بھی اس سے مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح آخرت میں قدردان ہے دنیا میں بھی قدردان ہے۔

## مویشیوں کے چارے وغیرہ کا انتظام بھی انسان کے سپرد ہے

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّ سَلَكَ لَکُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ کُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۝ (سورہ طٰہٰ آیت ۵۳-۵۴) | وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے طرح طرح کی مختلف سبزیاں نکالیں۔ کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ |
| وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰىهَا ؕ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰىهَا ۝ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّکُمۡ وَلِاَنۡعَامِکُمۡ ۝ (سورہ النزعات آیت ۳۰ تا ۳۳) | اور اس کے بعد زمین کو بچھایا اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا اور پہاڑوں کو خوب جما دیا تمہارے لیے اور تمہارے چارپایوں کے لیے سامانِ حیات ہے |

| | |
|---|---|
| اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ | کہ ہم نے اوپر سے مینہ برسایا پھر ہم |
| ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ | نے زمین کو چیر کر پھاڑا پھر ہم نے |
| شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا | اس میں اناج اگایا اور انگور اور |
| حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ | ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے |
| وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ | باغ اور میوے اور گھاس تمہارے |
| وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ | لیے اور تمہارے چارپایوں کے لیے |
| وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا | سامانِ حیات۔ |
| لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ | |

(سورہ عبس آیت ۲۵ تا ۳۰)

## تفسیر

ان مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے خورد و نوش اور بود و باش کے لیے جو انعامات پیدا کیے ہیں ان کی مزید تفصیل بیان فرمائی ہے اور خصوصی طور پر یہ حکم دیا ہے کہ ان نعمتوں میں سے خود بھی اور اپنے مویشیوں کو بھی کھلاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ مویشیوں کی دیکھ بھال اور کھانے پینے کا بندوبست کرنا انسان کے ذمہ ہے کیونکہ یہ انسان خلیفہ ہے یہ اس کے فرائض میں سے ہے۔ نیز ان مویشیوں میں انسان کے ہزاروں فائدے بھی ہیں مثلاً سواری کرنا، بوجھ لادنا، ان کا دودھ پینا، گوشت کھانا، ہل چلا کر اناج پیدا کرنا پس ان مویشیوں کی دیکھ بھال کرنا گویا کہ اپنے لیے سب کچھ کرنا ہے۔

# سرمایہ بیکار نہیں رہنا چاہیئے

| | |
|---|---|
| یاایھا الذین اٰمنوا ان | اے ایمان والو بہت سے عالم |
| کثیرا من احبار والرھبان | اور فقیر لوگوں کا مال ناحق کھاتے |
| لیاکلون اموال الناس | ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے |
| بالباطل و یصدون عن | ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع |
| سبیل اللہ ط والذین | کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں |
| یکنزون الذھب والفضۃ | خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک |
| ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ | عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ |
| فبشرھم بعذاب الیم ۝ | جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم |
| یوم یحمٰی علیھا فی | کیا جائے گا پھر اس سے انکی پیشانیاں |
| نار جھنم فتکوٰی | اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائینگی |
| بھا جباھھم وجنوبھم | یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے |
| وظھورھم ط ھٰذا | جمع کیا تھا سو اس کا مزہ چکھو جو |
| ما کنزتم لانفسکم | تم جمع کرتے تھے۔ |
| فذوقوا ما کنتم تکنزون | |

(سورہ التوبۃ آیت ۳۴-۳۵)

# تفسیر

ان آیات میں دو تین استحصالی طبقوں کی مذمت اور ان کی سزا بیان فرمائی ہے پہلا طبقہ تو ان قانون دان اور حکمران لوگوں کا ہے جو قانونِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر رشوتیں وصول کر کے ناجائز قبضے کرتے ہیں اور ناجائز ہتھکنڈوں سے عوام الناس سے مال بٹورتے ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہودیوں کے علماء اور عیسائیوں کے پوپ پادری یہ کام کیا کرتے تھے اس لیے قرآن میں ان کا ذکر آیا ہے اور چونکہ قرآن کی حیثیت صرف ایک مذہبی کتاب کی نہیں ہے بلکہ یہ دنیا میں قانون کی سب سے اونچی کتاب ہے اور قانون جو ہوتا ہے وہ سب کے لیے برابر اور مساوی ہوتا ہے لہٰذا یہاں جو یہودیوں کے علماء اور عیسائیوں کے پوپ پادریوں کی رشوت خوری کی وجہ سے مذمت اور سزا بیان فرمائی ہے یہ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر زمانے کے حکمرانوں، قانون دانوں اور اُمّتِ محمدیہ کے علماء میں سے بھی اگر کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ بھی اسی سزا اور مذمت کے مستحق ہوں گے۔

دوسرا طبقہ سرمایہ داروں کا ہے جو سونا چاندی جمع کر لیتے ہیں اس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو بڑی اچھی اور پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے پاس اگر سرمایہ ہو تو اسے چاہیئے کہ اس سے تجارت کرے خود بھی کھائے اور اللہ کے نام پر غرباء اور مساکین کو بھی کھلائے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ جتنا زیادہ مال کمائے گا اتنا ہی اسے بھی فائدہ ہوگا اور غرباء کو بھی فائدہ ہوگا۔ اس صورت میں تجارت کی خاطر اگر اسے کوئی سرمایہ جمع رکھنا پڑتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ اس کا اصلی مقصد تجارت ہی ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص سرمایہ رکھتا

ہے لیکن وہ کاروبار کی صلاحیت نہیں رکھتا اور گورنمنٹ کی طرف سے اسے کوئی تحفظ بھی حاصل نہیں ہے تو پھر بھی وہ اپنا سرمایہ جمع رکھ سکتا ہے کیونکہ اپنی جان بچانا فرض ہے اور یہ اسی لیے جمع کر رہا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس سرمایہ ہے اور وہ نہ اس سے تجارت کرتا ہے اور نہ اس میں سے غریب کو دیتا ہے تو یہ قابل مذمت ہے اور قرآن کی اس آیت میں اس کی سزا بیان ہوئی ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس سرمایہ ہے اور وہ اس میں سے غریب کو دیتا تو ہے مگر اس سے تجارت نہیں کرتا تو یہ بھی اس سزا کا مستحق ہو سکتا ہے کیونکہ اس سرمایہ کی تجارت کرنے سے اس کا بھی فائدہ ہے اور ملک کے رہنے والے ایک غریب کا بھی فائدہ ہے اور تجارت نہ کر کے اس سے دولت میں ایک طرح کا انجماد پیدا کیا ہے جس کا اسے حق نہیں پہنچتا کیونکہ یہ سرمایہ سب کے لیے ہے اسے جو حق ملکیت دیا گیا ہے یہ کاروبار کی خاطر دیا گیا ہے۔ انجماد کی خاطر نہیں دیا گیا اور ایسا انجماد کرنے والا انسان خلق خدا پر ظلم کرتا ہے اس کی اخروی سزا تو اس آیت میں بیان ہوئی ہے اور دنیاوی سزا توبہ اور استغفار کی بحث میں بیان ہو چکی ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی سے بھی اس مضمون کی تائید مزید ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ | عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے |
| عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ | اور اس نے اس کے دادا سے |
| النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | نقل کیا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ |
| خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ | علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا پس |
| اَلَا مَنْ وُلِّيَ يَتِيْمًا | فرمایا آگاہ رہو کہ جس شخص کو یتیم |
| لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ | کا متولی بنایا جائے اور اس کا مال |

وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ ـ (رواہ الترمذی) | ہو تو اس کو اس میں تجارت کرنا چاہیے اور اس کو ویسے نہ چھوڑے تاکہ اس کو صدقہ نہ ختم کر دے۔

# تفسیر

یہ حدیث دراصل سورہ نساء کی آیت ۶ اور سورہ بنی اسرائیل کی مندرجہ ذیل ۳۴ آیتوں کی تشریح ہے۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ج

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور انصاف کی حد سے تجاوز کر کے یتیموں کا مال نہ کھاؤ اور ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے ان کا مال جلدی نہ کھاؤ اور جسے ضرورت نہ ہو وہ یتیم کے مال سے بچے۔

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (سورۃ نساء آیت ۶)

اور جو حاجت مند ہو تو مناسب بقدار کھالے پھر جب ان کے مال انکے حوالے کرو تو اس پر گواہ بنا لو اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے

| | |
|---|---|
| وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ | اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر |
| اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ | جس طریقہ سے کہ بہتر ہو جب تک |
| حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوْا | کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد کو |
| بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ | پورا کرو بے شک عہد کی باز پرس |
| مَسْئُوْلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۴) | ہوگی ۔ |

## تفسیر

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اولاً تو یتیم کے متولیوں اور سرپرستوں کو یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک ، ان کی تعلیم و تربیت اور کاروباری مہارت تجربہ وغیرہ کرانیکی ذمہ داری سونپی ہے اور فرمایا ہے کہ جب انہیں یہ مہارت ہو جائے اور بالغ بھی ہو جائیں تو پھر ان کا مال گواہوں کے سامنے ان کے حوالے کر دو اور دوسرا یہ تعلیم دی ہے کہ اس دوران امیر متولی کو یتیم کے مال میں سے کچھ نہیں لینا چاہیئے اور غریب متولی کو بقدر ضرورت اس میں سے کھانے کی اجازت دی ہے اور عمرو بن شعیب والی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان متولیوں کو یتیم کے مال میں تجارت بھی کرنا چاہیئے ، کیونکہ اگر تجارت نہیں کریں گے تو پھر وہ مال یا تو زکوٰۃ ادا کرتے کرتے ختم ہو جائے گا ۔ اور یا غریب متولی کھا کر اسے ختم کر دے گا یا وہ منجمد پڑا رہے گا وغیرہ ۔ یہ صورتیں یتیم کے لیے مضر ہیں اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متولیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اس مال سے تجارت کریں اور اس حدیث میں جو تجارت کا ذکر ہے یہ بطور مثال ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ یتیم کا مال اگر تجارتی ہے تو اس میں تجارت ہی کرنا کارخانہ ہے تو اس کو نہیں چلانا یا زمین ہے تو اس میں کاشت نہیں کرنا بلکہ اصلی مقصد یہ ہے کہ یتیم کا جو مال و متاع یا زمین ہے اس کو منجمد نہیں رکھنا بلکہ اس

سے کاروبار کرنا ہے کیونکہ بظاہر اگرچہ یہ مال یتیم کی ملکیت میں ہے لیکن درحقیقت سب کے استفادے کے لیے ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس سے کاروبار کیا جائے۔ پس یہ عمرو بن شعیب والی حدیث ان آیتوں میں جو لفظ معروف اور احسن آیا ہے اس کی تشریح ہے اور اب اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب یتیم کے مال کو منجمد چھوڑنا جائز نہیں ہے تو پھر اپنے ذاتی مال، کارخانہ یا زمین وغیرہ کو بھی بے کار چھوڑنا جائز نہیں انہیں ضرور استعمال میں لانا چاہیئے ورنہ انہیں بیکار چھوڑنے سے خلق خدا پر ظلم ہوگا اور یہ صاحب مال بددیانت متصور ہوگا۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ بحث ذخیرہ اندوزی میں آئے گی۔

# قانونِ وراثت

وراثت کے قواعد وضوابط کی تشریح و توضیح تو خلاصہ تفسیر القرآن کی جلد خامس متعلقہ حقوقِ نسواں میں بیان ہو چکی ہے اور یہاں اس جلد میں اسے دُہرانے کی ضرورت تو نہیں تھی مگر چونکہ یہاں مسئلہ انجماد دولت کی ممانعت کا شروع ہے اور تقسیم وراثت کے اصول سے بھی اسی انجماد کو توڑنا مقصود ہے اس لیے اس جلد کے اندر بھی ان قواعد وضوابط کو ثانیاً بیان کر دیا گیا ہے اور یہاں انجماد اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ جب آدمی کے پاس مال ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس میں مال کے خرچ کرنے میں یا نہ کرنے میں مختارِ کل ہوں چاہے تجارت کروں یا نہ کروں کسی کو مفت دے دوں یا فضول خرچ کر دوں اور مرنے سے پہلے بھی اسی گمان سے اپنی مرضی کرتا ہے یہاں تک کہ بعض بخیل دولت کو زمین میں دفن کر دیں گے مگر مستحقین کو نہیں دیں گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ رکھ دیا ہے تاکہ اس طرح کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ لیکن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو نظر انداز کر دیا ہے اور موجودہ زمانہ میں بھی یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھایا جا رہا ہے جیساکہ

جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے مال کے ہر ہر حصّہ اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ ہر وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ اس کے نابالغ بچے یتیم ہوتے ہیں، ان بچوں کے ساتھ عموماً ہر گھر میں ظلم وزیادتی کا برتاؤ ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جوان بچوں کے باپ کی وفات کے بعد مال پر قابض ہوتا ہے خواہ ان بچوں کا چچا

ہو یا بڑا بھائی ہو یا والدہ ہو یا اور کوئی ولی یا وصی ہو اکثر اُن امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں جن کی ممانعت اس رکوع میں کر دی گئی، اوّل تو سالہا سال مال کو تقسیم کرتے ہی نہیں۔ ان بچوں کی روٹی کپڑے پر تھوڑا بہت خرچ کرتے رہتے ہیں، پھر بدعات، رسومات اور فضولیات میں اسی مالِ مشترک سے خرچ کئے چلے ہیں، اپنی ذات پر بھی خرچ کرتے ہیں اور سرکاری کاغذات میں نام بدلوا کر اپنے بچّوں کا نام لکھواتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جن سے شاید ہی کوئی گھر خالی رہتا ہوگا۔

مدرسوں اور یتیم خانوں میں جو چندہ یتیموں کے لیے آتا ہے اس کو یتیموں پر خرچ نہ کرنا بھی ایک صورت یتیم کا مال ہضم کرنے کی ہے۔

**مسئلہ:۔**

میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں، ان کو حساب میں لگائے بغیر یونہی صدقہ کر دیتے ہیں، بعض علاقوں میں تانبے پیتل کے برتن مال کو تقسیم کیے بغیر فقیروں کو دے دیتے ہیں، حالانکہ ان سب میں نابالغوں اور غیر حاضر وارثوں کا بھی حق ہوتا ہے۔ پہلے مال بانٹ لیں، جس میں سے مرنے والے کی اولاد، بیوی، والدین، بہنیں، جس جس کو شرعاً حصّہ پہنچتا ہو اس کو دے دیں، اس کے بعد اپنی خوشی سے جو شخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کریں یا مل کر کریں تو صرف بالغین کریں، نابالغ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں اور جو وارث غیر حاضر ہو اس کے حصّہ میں اس کی اجازت کے بغیر بھی تصرف درست نہیں۔

**مسئلہ:۔**

میت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے، اس کو میت کے مال سے خریدنا جائز نہیں کیونکہ وہ مال مشترک ہے، کوئی شخص اپنی طرف سے خرچ کر دے تو جائز ہے بعض علاقوں

ہیں نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے لیے کفن ہی کے کپڑے میں سے مصلیٰ تیار کیا جاتا ہے، اور پھر یہ مصلیٰ امام کو دے دیا جاتا ہے، یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے، ورثہ کے مشترک مال میں سے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

**مسئلہ:۔**

بعض جگہ میت کے غسل کے لیے نئے برتن خریدے جاتے ہیں، پھر انکو توڑ دیا جاتا ہے، اوّل تو نئے خریدنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گھر کے موجودہ برتنوں سے غسل دیا جا سکتا ہے، اور اگر خریدنے کی ضرورت پڑ جائے تو توڑنا جائز نہیں، اوّل تو اس میں مال ضائع کرنا ہے اور پھر ان سے یتیموں کا اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔

**مسئلہ:۔**

ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں، اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا، بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے اس لیے کہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں اس مشترک مال میں سے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے۔ پہلے مال تقسیم کر دیا جائے، اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کریں تو ان کو اختیار ہے۔

تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں، اس لیے کہ جو اُن میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں، ہو سکتا ہے

وہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پر مجبور ہوں، اور لوگوں کے طعنوں کے خوف سے کہ اپنے مردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کیئے، اس عار سے بچنے کے لیے بادلِ نخواستہ حامی بھرلے ــــــ حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جب کہ دینے والا طیبِّ خاطر سے دے رہا ہو ــــــ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یہاں ہم ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں، جس سے مسئلہ اور زیادہ واضح ہو جائیگا۔ یہ بزرگ ایک مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی روح پرواز کر گئی، اس موقع پر جو چراغ جل رہا تھا انہوں نے فوراً اسے بجھا دیا اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل منگایا اور روشنی کی۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جب تک یہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی ملکیت تھی، اور اس کی روشنی استعمال کرنا درست تھا، اب یہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا تو اس کی ہر چیز میں وارثوں کا حق ہوگیا، لہٰذا سب وارثوں کی اجازت ہی سے ہم یہ چراغ استعمال کر سکتے ہیں، اور وہ سب یہاں موجود نہیں ہیں، لہٰذا اپنے پیسوں سے تیل منگوا کر روشنی کی۔

| | |
|---|---|
| يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ | اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق میں |
| لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ | تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ |
| فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ | دو عورتوں کے برابر ہے پھر اگر |
| اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ | دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کے |
| وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا | لیے دو تہائی اس مال سے ہے جو |
| النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ | میت نے چھوڑا اور اگر ایک ہی |
| وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ | لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے |

مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اور اگر میت کی اولاد ہے تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو کل مال کا چھٹا حصہ ملنا چاہیئے اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے۔ پھر اگر میت کے بھائی بہنیں بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ حصہ اس وصیت کے بعد ہوگا جو وہ کر گیا تھا اور بعد ادا کرنے قرض کے تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپوں اور تمہارے بیٹوں میں سے کون تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔ بیشک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا

اور تمہارے لیے آدھا حصہ ہے اس مال کا جو تمہاری بیویوں نے چھوڑا بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے چوتھا حصہ ہے اس مال سے جو انہوں نے چھوڑا ہے۔ تقسیم وصیت کے بعد ہوگی جو وہ کر

| | |
|---|---|
| اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ | جائیں یا بعد قرض کے اوران عورتوں |
| مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ | کے لیے چوتھائی مال ہے جو تم چھوڑ |
| لَّكُمْ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ | کر مرو بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو پس |
| لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ | اگر تمہاری اولاد ہو تو جو تم نے چھوڑا |
| مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ | اس میں سے اُن کا آٹھواں حصّہ ہے |
| وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا | اس وصیّت کے بعد جو تم کر جاؤ یا |
| اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ | قرض کے بعد۔ اور اگر وہ مرد یا عورت |
| يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ | جس کی یہ میراث ہے باپ بیٹا کچھ |
| وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ | نہیں رکھتا ہو اور اس میت کا ایک |
| وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج | بھائی یا بہن ہے تو دونوں میں سے |
| فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ | ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے پس وہ |
| ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ | وہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک |
| فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ | تہائی میں سب شریک ہیں وصیّت |
| وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ | کے بعد جو ہو چکی ہو یا قرض کے بعد |
| اَوْ دَيْنٍ ؕ غَيْرَ مُضَآرٍّ | بشرطیکہ اوروں کا نقصان نہ ہو۔ یہ |
| وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ | اللہ کا حکم ہے اور اللہ جاننے والا |
| وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ | تحمل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی |
| تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ | باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو شخص |
| وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ | اللہ اور اس کے رسول کے حکم پہ چلے |
| يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ | اس جنت میں داخل کریگا جن کے |
| مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ | نیچے نہریں چلتی ہوں گی ان میں ہمیشہ |

| | |
|---|---|
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ | رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے |
| الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ | اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی |
| يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ | نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے |
| حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا | نکل جائے اسے آگ میں داخل کریگا |
| خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ | اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے |
| مُّهِيْنٌ (سورہ النساء آیت ۱۱ تا ۱۴) | لیے رُسوا کن عذاب ہوگا۔ |

# حقوق متقدمہ علی المیراث

شریعت کا اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے مال سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کیے جائیں، جن میں نہ فضول خرچی ہو نہ کنجوسی ہو، اس کے بعد اس کے قرضے ادا کئے جائیں۔ اگر قرضے اتنے ہی ہوں جتنا اس کا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ تو نہ کسی کو میراث ملے گی نہ کوئی وصیت نافذ ہوگی، اور اگر قرضوں کے بعد مال بچ جائے یا قرضہ بالکل ہی نہ ہوں تو اگر اس نے کوئی وصیّت کی ہو اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو، تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیّت نافذ ہو جائے گی، اگر کوئی شخص پُورے مال کی وصیت کر دے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہوگی

تہائی مال سے زیادہ کی وصیّت کرنا مناسب بھی نہیں ہے اور وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے وصیّت کرنا گناہ بھی ہے

ادائے دین کے بعد ایک تہائی میں وصیّت نافذ کرکے شرعی وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے جس کی تفصیلات فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر وصیّت نہ کی

ہو تو ادائے دین کے بعد پورا مال میراث میں تقسیم ہوگا۔

## اولاد کا حصّہ

جیساکہ گزشتہ رکوع میں گزر چکا ہے کہ میراث کی تقسیم الاقرب فالاقرب کے اصول پر ہوگی، مرنے والے کی اولاد اور اس کے والدین چونکہ اقرب ترین ہیں، اس لیے ان کو ہر حال میں میراث ملتی ہے، یہ دونوں رشتے انسان کے قریب ترین اور بلاواسطہ رشتے ہیں، دوسرے رشتے بالواسطہ ہوتے ہیں۔ قرآن شریف میں پہلے انہی کے حصّے بیان فرمائے، اور اولاد کے حصّے سے شروع فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ

یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بھی بنا دیا اور ہر ایک کا حصّہ بھی مقرر کر دیا اور یہ اصول معلوم ہوگیا کہ جب مرنے والے کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ان کے حصّہ میں جو مال آئے گا اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مل جائے، مثلاً کسی نے ایک لڑکا دو لڑکیاں چھوڑے تو مال کے چار حصّے کرکے ½ لڑکے کو اور ¼ ہر لڑکی کو دیدیا جائیگا۔

## لڑکیوں کو حصّہ دینے کی اہمیت

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصّہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصّہ کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصّہ بتلایا، اور بجائے لِلْأُنْثَيَيْنِ مِثْلُ حَظِّ الذَّكَرِ (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصّہ کے بقدر) فرمانے کے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصّہ کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ جو لوگ بہنوں کو حصّہ نہیں دیتے اور وہ یہ سمجھ کر بادلِ ناخواستہ شرما شرمی معاف کر دیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں

تو کیوں بھائیوں سے بُرائی لیں، ایسی معافی شرعاً معافی نہیں ہوتی، ان کا حق بھائیوں کے ذمہ واجب رہتا ہے، یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار رہیں، ان میں بعض بچیاں نابالغ بھی ہوتی ہیں، ان کو حصّہ نہ دینا دوہرا گناہ ہے۔ ایک گناہ وارثِ شرعی کے حصّہ کو دبانے کا اور دوسرا یتیم کے مال کو کھانے کا۔

اس کے بعد مزید تشریح فرماتے ہوئے لڑکیوں کا حصّہ یوں بیان فرمایا:

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، یعنی اگر نرینہ اولاد نہ ہو اور صرف لڑکیاں ہوں اور ایک سے زائد ہوں تو ان کو مالِ موروث سے دو تہائی مال ملے گا، جس میں سب لڑکیاں برابر کی شریک ہوں گی، اور باقی ایک تہائی دوسرے ورثاء مثلاً میّت کے والدین، بیوی یا شوہر وغیرہ میراث کے حق داروں کو ملے گا، دو لڑکیاں اور دو سے زائد سب دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

دو لڑکیوں سے زائد کا حکم تو قرآن کریم کی آیت میں صراحۃً مذکور ہے، جیساکہ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ کے الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں، اور لڑکیاں دو ہوں تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو دو سے زیادہ کا حکم ہے، اس کا ثبوت حدیث شریف میں مذکور ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جِئْنَا امْرَءَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فِي الْاَسْوَاقِ فَجَاءَتِ الْمَرْءَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَا

---

ع قال ابو داؤد اخطاء بشر فیہ انما هما ابنتا سعد بن الربیع وثابت بن قیس قتل یوم الیمامة۔

لَهُمَا وَ مِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ وَلَمْ يَدَعْ مَالًا اِلَّا اَخَذَهُ فَمَا تَرَىٰ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَا تُنْكَحَانِ اَبَدًا اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ وَقَالَ نَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَآءِ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ" الاٰية، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا لِيَ الْمَرْءَةَ وَصَاحِبَهَا فَقَالَ لِعَمِّهِمَا اَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَلَكَ ، (ابو داؤد کتاب الفرائض و بمعناہ فی الترمذی ابواب الفرائض)

" جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے، اتنے میں ہمارا گزر اسواف میں.... ایک انصاری عورت پر ہوا، وہ عورت اپنی دو لڑکیوں کو لے کر آئی اور کہنے لگی، کہ اے اللہ کے رسولؐ یہ دونوں لڑکیاں ثابت بن قیس (میرے شوہر) کی ہیں، جو آپؐ کے ساتھ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے ہیں، ان لڑکیوں کا چچا ان کے پورے مال اور ان کی پوری میراث پر خود قابض ہو گیا ہے، اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رکھا۔ اس معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں، خدا کی قسم اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہ ہوگا تو کوئی شخص ان کو نکاح میں رکھنے کے لیے بھی تیار نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ فرما دے گا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ پھر جب سورۂ نساء کی یہ آیت " یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس

عورت اور اس کے دیور کو (لڑکیوں کا وہ چچا جس نے سارے مال پر قبضہ کر لیا تھا لیا تھا) بلاؤ، آپؐ نے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دو، ان کی ماں کو آٹھواں حصہ اور جو بچے وہ تم خود رکھ لو۔"

اس حدیث میں جس مسئلہ کا ذکر ہے اس میں آپؐ نے دو لڑکیوں کو بھی دو تہائی حصہ دے دیا، جس طرح دو سے زیادہ کا یہی حکم خود قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں منصوص ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ"
یعنی اگر مرنے والے نے اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی چھوڑی اور اولاد نرینہ بالکل نہ ہو، تو اس کو والد یا والدہ کے چھوڑے ہوئے مال موروث کا آدھا حصہ ملے گا، باقی دوسرے ورثہ لے لیں گے۔

## والدین کا حصہ

اس کے بعد خداوند قدوس نے مرنے والے کے ماں باپ کا حصہ بتایا اور تین حالتیں ذکر فرمائیں۔

اوّل یہ کہ والدین دونوں زندہ چھوڑے ہوں اور اولاد بھی چھوڑی، خواہ ایک ہی لڑکا یا لڑکی ہو، اس صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، دیگر ورثہ اولاد اور بیوی یا شوہر لے لیں گے اور بعض حالات میں کچھ بچا ہوا ہو پھر والد کو پہنچ جاتا ہے، جو اس کے لیے مقررہ چھٹے حصہ کے علاوہ ہوتا ہے علم فرائض کی اصطلاح میں اس طرح کے استحقاق کو استحقاق تعصیب کہتے ہیں۔

دوسری حالت یہ بتائی کہ مرنے والے کی اولاد اور بھائی بہن نہ ہوں اور ماں باپ موجود ہوں اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر اور کوئی وارث نہیں تو بقیہ $\frac{5}{6}$ حصہ باپ کو مل جائے۔ بھائیوں اور بہنوں کی موجودگی سے ماں کا

حصّہ کم ہوگیا، لیکن بھائی بہن کو بھی کچھ نہ ملے گا، کیونکہ باپ بہ نسبت بھائی بہن کے اقرب ہے، جو بچے گا باپ کو مِل جائے گا، اس صورت میں ماں کا حصّہ $\frac{1}{3}$ کے بجائے $\frac{1}{6}$ ہوگیا۔ "فرائض" کی اصطلاح میں اس کو حجب نقصان کہتے ہیں، اور یہ بہن بھائی جن کی وجہ سے والدین کا حصّہ کٹ رہا ہے، خواہ حقیقی ہوں خواہ باپ شریک ہوں، خواہ ماں شریک ہوں، ہر صورت میں ان کے وجود سے ماں کا حصّہ گھٹ جائے گا بشرطیکہ ایک سے زیادہ ہوں۔

حصص مقررہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: "اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝" یعنی اولاد اور ماں باپ کے یہ حصّے خداوندِ عالم نے اپنے طور پر مقرر کر دیتے ہیں اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ حکیم ہے جو حصّے مقرر کئے گئے ہیں ان میں بڑی حکمتیں ہیں اگر تمہاری رائے پر تقسیم میراث کا قصّہ رکھا جاتا تو مدارِ تقسیم تم لوگ نفع رساں ہونے کو بناتے، لیکن نفع رساں کون ہوگا؟ اور سب سے زیادہ نفع کس سے پہنچ سکتا ہے؟ اس کا یقینی علم حاصل کرنا تمہارے لیے مشکل تھا، اس لیے بجائے نافع ہونے کے اقربیت کو مدارِ حکم بنایا۔

قرآن کریم کی اس آیت نے بتلا دیا کہ میراث کے جو حصّے اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمائے ہیں وہ اس کا طے شدہ حکم ہے، اس میں کسی کو رائے زنی یا کمی بیشی کا کوئی حق نہیں، اور تمہیں پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ اسے قبول کرنا چاہیئے۔ تمہارے خالق و مالک کا یہ حکم بہترین حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ تمہارے نفع کا کوئی پہلو اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے، اور جو کچھ حکم وہ کرتا ہے کسی حکمت سے خالی نہیں ہوتا، تمہیں خود اپنے نفع و نقصان کی حقیقی پہچان نہیں ہوسکتی، اگر تقسیم میراث کا مسئلہ خود تمہاری رائے پر چھوڑ دیا جاتا، تو تم ضرور اپنی کم فہمی کی وجہ

سے صحیح فیصلہ نہ کرپاتے، اور میراث کی تقسیم میں بے اعتدالی ہوجاتی، اللہ جل شانہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا، تاکہ مال کی تقسیم میں عدل وانصاف کی پوری رعایت ہو، اور میت کا سرمایہ منصفانہ طریقے سے مختلف مستحقین کے ہاتھوں میں گردش کرے۔

## شوہر اور بیوی کا حصہ

مندرجہ بالا سطور میں شوہر اور بیوی کے حصوں کی تعیین کی گئی ہے اور پہلے شوہر کا حصہ بتایا، شاید اس کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس کی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے، کیونکہ عورت کی وفات کے بعد شوہر دوسرے گھر کا آدمی ہوجاتا ہے اگر اپنے میکہ میں عورت کا انتقال ہوا ہو اور اس کا مال وہیں ہو تو شوہر کا حصہ دینے سے گریز کیا جاتا ہے، گویا اس زیادتی کا سدباب کرنے کے لیے شوہر کا حصہ پہلے بیان فرمایا، اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ فوت ہونے والی عورت نے اگر کوئی بھی اولاد نہ چھوڑی ہو، تو شوہر کو بعد ادائے دین وانفاذ وصیت کے مرحومہ کے کل کا نصف ملے گا، اور باقی نصف میں دوسرے ورثہ مثلاً مرحومہ کے والدین، بھائی، بہن، حسب قاعدہ حصہ پائیں گے۔

اور اگر مرنے والی نے اولاد چھوڑی ہو، ایک ہو یا دو ہوں، یا اس سے زائد ہوں، لڑکا ہو یا لڑکی ہو، اس شوہر سے ہو جس کو چھوڑکر وفات پائی ہے، یا اس سے پہلے کسی اور شوہر سے ہو، تو اس صورت میں موجودہ شوہر کو مرحومہ کے مال سے ادائے دین وانفاذ وصیت کے بعد کل مال کا چوتھائی ملے گا، اور بقیہ تین چوتھائی حصے دوسرے ورثہ کو ملیں گے ——— یہ شوہر کے حصہ کی تفصیل تھی۔

اور اگر میاں بیوی میں سے مرنے والا شوہر ہے، اور اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو ادائے دین وانفاذ وصیت کے بعد بیوی کو مرنے والے کے کل مال کا

چوتھائی ملے گا، اور اگر اس نے کوئی اولاد چھوڑی ہے، خواہ اس بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے تو اس صورت میں بعد ادا دین و وصیّت کے آٹھواں حصّہ ملے گا، اگر بیوی ایک سے زائد ہے تو بھی مذکورہ تفصیل کے مطابق ایک بیوی کے حصّہ میں جتنی میراث آئے گی، وہ ان سب بیویوں میں تقسیم کی جائے گی یعنی ہر عورت کو چوتھائی اور آٹھواں حصّہ نہیں ملے گا، بلکہ سب بیویاں چوتھائی اور آٹھویں حصّہ میں شریک ہوں گی، اور ان دونوں حالتوں میں شوہر، بیوی کو ملنے کے بعد جو کچھ ترکہ بچے گا وہ ان کے دوسرے ورثہ میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

## مسئلہ:۔

یہ دیکھنا چاہیئے کہ بیوی کا مہر ادا ہو گیا ہے یا نہیں، اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح اولاً کل مال سے دینِ مہر ادا ہو گا، اس کے بعد ترکہ تقسیم ہو گا اور مہر لینے کے بعد عورت اپنی میراث کا حصّہ بھی میراث میں حصّہ دار ہونے کی وجہ سے وصول کرے گی اور اگر میّت کا مال اتنا ہے کہ مہر ادا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا تو بھی دوسرے دیون کی طرح پورا مال دینِ مہر میں عورت کو دے دیا جائے گا اور کسی وارث کو کچھ حصّہ نہ ملے گا۔

## کلالہ کی میراث

ان سطور میں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے، کلالہ کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں، جو علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کی ہیں، مشہور تعریف یہی ہے جو خلاصہ تفسیر میں مذکور ہے کہ جس مرنے والے کے اصول اور فروع نہ ہوں وہ کلالہ ہے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ کلالہ اصل میں مصدر ہے جو کلال کے معنی میں ہے، اور کلال کے معنی ہیں تھک جانا، جو ضعف پر دلالت کرتا ہے،

باپ بیٹے والی قرابت کے سوا قرابت کو کلالہ کہا گیا، اس لیے کہ وہ قرابت باپ بیٹے کی قرابت کی نسبت سے کمزور ہے،

پھر کلالہ کا اطلاق اس مرنے والے پر بھی کیا گیا جس نے نہ اولاد چھوڑی اور نہ والد، اور اس وارث پہ بھی اطلاق کیا گیا، جو مرنے والے کا ولد اور والد نہ ہو لغت کے اعتبار سے جو اشتقاق بتلایا اس کا تقاضا ہے کہ لفظ "ذو" مقدر ہو اور کلالہ بمعنی" ذو کلالہ" ہوگا، یعنی رشتہ والا، پھر اس مال موروث پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا جو ایسے میّت نے چھوڑا ہو جس کا کوئی ولد اور والد نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت وفات پا جائے، اور اس کے نہ باپ ہو نہ دادا، اور نہ اولاد ہو، اور اس نے ایک بھائی یا بہن ماں شریک چھوڑے ہوں، تو ان میں سے اگر بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصّہ ملے گا اور نہیں ہے، تو اس کو چھٹا حصّہ ملے گا اور ایک سے زیادہ ہوں۔ مثلاً ایک بھائی ایک بہن ہو یا دو بھائی، یا دو بہنیں ہوں، تو یہ سب مرنے والے کے کل مال کے تہائی حصّے میں شریک ہوں گے، اور اس میں مذکر کو مؤنث سے دوہرا نہیں ملے گا، علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ وَلَيْسَ فِي الْفَرَائِضِ مَوْضِعٌ يَكُونُ فِيهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثَىٰ سَوَاءٌ إِلَّا فِي مِيرَاثِ الْإِخْوَةِ لِلْأُمِّ۔

## بہن بھائی کا حصّہ

واضح رہے کہ اس آیت میں اخیافی (ماں شریک) بہن بھائی کا حصّہ بتلایا گیا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم کی اس آیت میں یہ قید مذکور نہیں ہے، لیکن یہ قید بالاجماع معتبر ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی اس آیت میں اس طرح ہے: ولہٗ اخ او اخت امہٖ، جیسا کہ علامہ قرطبی، صاحب روح المعانی اور ابوبکر جصاص اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے،

گو یہ قرات متواتر نہیں ہے، لیکن اجماعِ امت ہونے کی وجہ سے معمول بہا ہے، اور اس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ نساء کے ختم پر بھی کلالہ کی میراث کا ذکر کیا ہے وہاں بتایا ہے کہ اگر ایک بہن ہو تو اس کو آدھا ملے گا، اور اگر ایک بھائی ہو تو اپنی بہن کے پورے مال کا وارث بنے گا، اور اگر دو بہنیں ہوں تو دو تہائی مال پائیں گی، اور اگر متعدد بھائی بہن ہوں تو مذکر کو مؤنث سے دوہرا دیا جائے گا سورۃ کے ختم پر جو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے، عینی یعنی حقیقی بہن بھائی، اور علاّتی یعنی باپ شریک بہن بھائی کا ذکر ہے، اگر یہاں علاّتی اور عینی بھائی بہن کو شامل کر لیا جائے تو احکام میں تعارض لازم آجائے گا۔

## وصیت کے مسائل

اس رکوع میں تین مرتبہ میراث کے حصّے بیان کر کے یہ فرمایا کہ حصّوں کی یہ تقسیم وصیّت اور دَین کے بعد ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ میّت کی تجہیز و تکفین کے بعد کُل مال سے قرضے ادا کرنے کے بعد جو بچے اس میں سے تہائی مال میں وصیّت نافذ ہوگی، اگر اس سے زیادہ وصیّت ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں، ضابطہ میں ادائے دَین انفاذ وصیّت سے مقدم ہے۔ اگر تمام مال ادائے دیون میں لگ جائے تو نہ وصیّت نافذ ہوگی نہ میراث چلے گی، اس رکوع میں تینوں جگہ جہاں جہاں وصیّت کا ذکر آیا ہے وہاں وصیّت کا ذکر دَین سے پہلے کیا گیا ہے، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وصیّت کا حق دَین سے مقدم ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہوئے فرمایا:-

انکم تقرء ون هٰذه " یعنی آپ حضرات نے یہ آیت
الاٰيـة مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تلاوت کرتے ہیں " من بعد وصیّۃ

تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ
وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ
قَبْلَ الْوَصِيَّةِ ۔

توصون بہا او دین"۔ اس میں گو لفظ
وصیّت مقدّم ہے، لیکن عملی طور پر حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
کو دَین کے بعد رکھا ہے۔"

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی صفحہ ۲۶۴)

تاہم یہ نکتہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اگر عملاً وصیّت مؤخر ہے تو پھر لفظاً اس کو دین سے پہلے کیوں بیان کیا گیا، صاحب رُوح المعانی اس بارہ میں لکھتے ہیں۔

و تقديم الوصيّة على الدين ذكرًا مع ان الدين مقدم عليها حكما لاظهار كمال العناية بتنفيذها لكونها مظنة للتفريط في اداءها الخ۔ یعنی آیت میں دَین پر وصیّت کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ میراث کی طرح بغیر کسی عوض کے ملتی ہے، اور اس میں رشتہ دار ہونا بھی ضروری نہیں، اس لیے وارثین کی جانب سے اس کو نافذ کرنے میں کوتاہی ہونے یا دیر ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا، اپنے مورث کا مال کسی کے پاس جاتا ہوا دیکھنا اس کو ناگوار ہو سکتا تھا، اس لیے شانِ وصیّت کا اہتمام فرماتے ہوئے دَین پر اس کو مقدم کیا گیا، پھر یہ بھی بات ہے کہ قرض کا ہر میّت پر ہونا ضروری نہیں، اور اگر زندگی میں رہا ہو تو موت تک اس کا باقی رہنا بھی ضروری نہیں، اور اگر موت کے وقت موجود بھی ہو تب بھی چونکہ اس کا مطالبہ حق دار کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے ورثہ سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے اس میں کوتاہی کا احتمال بہت کم ہے، بخلاف وصیّت کے کہ جب میّت مال چھوڑتا ہے تو اس کا یہ بھی دل چاہتا ہے کہ صدقۂ جاریہ کے طور پر اپنے مال کا حصّہ کسی کارِ خیر میں صرف کر جائے، یہاں چونکہ اس مال میں کسی کی طرف سے مطالبہ

نہیں ہوتا، اس لیے وارثوں کی طرف سے کوتاہی کا امکان تھا، جس کا سدّباب کرنے کے لیے بطورِ خاص ہر جگہ وصیّت کو مقدم کیا گیا۔

**مسئلہ :** اگر دَین اور وصیّت نہ ہو تو تجہیز و تکفین کے بعد بچا ہوا کُل مال وارثوں میں تقسیم ہوجائے گا۔

**مسئلہ :** وارث کے حق میں وصیت کرنا باطل ہے۔ اگر کسی نے اپنے لڑکے لڑکی، شوہر یا بیوی کے لیے یا اور کسی ایسے شخص کے لیے وصیّت کی جس کو میراث میں حصّہ ملنے والا ہے تو اس وصیّت کا کچھ اعتبار نہیں، وارثوں کو صرف میراث کا حصّہ ملے گا، اس سے زیادہ کے وہ مستحق نہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا :

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ، فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ | "اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، پس کسی وارث کے حق میں کوئی وصیّت معتبر نہیں"۔ |

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، ص ۲۶۵)

ہاں اگر دیگر وارث اجازت دیں تو جس وارث کے لیے وصیّت کی ہے اس کے حق میں وصیّت نافذ کر کے باقی مال شرعی طریقہ پر تقسیم کیا جائے، جس میں اس وارث کی بھی اپنے حصّہ کی میراث ملے گی، بعض روایاتِ حدیث میں اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ الْوَرَثَۃُ کا استثناء بھی مذکور ہے (کما ذکر صاحب الہدایۃ)

## غیر مضار کی تفسیر

کلالہ کی میراث کے خاتمہ پر یہ بتانے کے بعد کہ یہ میراث وصیّت اور دَین کے بعد نافذ ہوگی، لفظ غیر مضار فرمایا، یہ قید اگرچہ صرف اسی جگہ مذکور ہے، لیکن اس سے پہلے جو دو جگہ وصیّت اور دَین کا ذکر ہے وہاں پر بھی

معتبر اور معمول یہ ہے، مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے والے کے لیے وصیّت یا دَین کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے، وصیّت کرنے یا اپنے اوپر قرض کا فرضی اقرار کرنے میں وارثوں کو محروم کرنے کا ارادہ ہونا اور اس ارادہ پر عمل کرنا سخت ممنوع ہے، اور گناہ کبیرہ ہے۔

دَین یا وصیّت کے ذریعہ ضرر پہنچانے کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً یہ کہ قرض کا جھوٹا اقرار کرے، کسی دوست وغیرہ کو دلانے کے لیے یا اپنے مخصوص مال کو جو اس کا اپنا ذاتی ہے یہ ظاہر کر دے کہ فلاں شخص کی امانت ہے تاکہ اس میں میراث نہ چلے، یا ایک تہائی سے زائد مال کی وصیّت کرے یا کسی شخص پر اپنا قرض ہو اور وہ وصول نہ ہوا ہو، لیکن جھوٹ یہ کہہ دے کہ اس سے قرض وصول ہو گیا، تاکہ وارثوں کو نہ مل سکے یا مرض الوفات میں ایک تہائی سے زیادہ کسی کو ہبہ کر دے۔

یہ صورتیں ضرر پہنچانے کی ہیں، ہر مُورث جو دنیا سے جا رہا ہے اُسے زندگی کے آخری لمحات میں اس طرح کے اضرار سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

**مقررہ حِصوں کے مطابق تقسیم کرنے کی تاکید**

میراث کے حصّے بیان کرنے کے بعد اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ یعنی جو کچھ حِصے مقرر کئے گئے اور دَین اور وصیّت کے بارے میں جو تاکید کی گئی اس سب پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے، اللہ پاک کی طرف سے ایک عظیم وصیّت اور مہتم بالشان حکم ہے، اس کی خلاف ورزی نہ کرنا، پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ یعنی اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور اس نے اپنے علم سے ہر ایک کا حال جانتے ہوئے حِصّے مقرر فرمائے، جو احکامِ مذکورہ پر عمل کرے گا اللہ کے علم سے اس کی یہ نیکی باہر نہ ہو گی اور جو خلاف ورزی کریگا اس کی یہ بدکرداری بھی اللہ کے عِلم میں آئیگی جس کی پاداش میں اس سے مواخذہ کیا جائیگا۔

نیز جو کوئی مرنے والا دین یا وصیت کے ذریعہ سے ضرر پہنچائے گا اللہ کو اس کا بھی علم ہے، اس کے مواخذہ سے بے خوف نہ رہو، ہاں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے پر اس دنیا میں سزا نہ دے، اس لیے کہ وہ حلیم ہے، خلاف ورزی کرنے والے کو یہ دھوکا نہ لگنا چاہیئے کہ میں بچ گیا۔

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ احکام و عقائد کے بیان کے بعد تتمہ کے طور پہ ماننے والوں کے لیے ترغیب اور ان کی فضیلت کا ذکر ہوتا ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے ترہیب و سزا اور ان کی مذمت مذکور ہوتی ہے۔

یہاں بھی چونکہ احکام کا ذکر تھا اس لیے آخر کی ان دو آیتوں میں اطاعت کرنے والوں اور نافرمانوں کے نتائج کا ذکر کر دیا گیا۔

# تکملہ احکام میراث

## مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا

اگرچہ میراث کی تقسیم نسبی قرابت پر رکھی گئی ہے لیکن اس میں سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ اوّل یہ کہ مورث اور وارث دو مختلف دین والے نہ ہوں لہٰذا مسلمان کسی کافر اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا، خواہ ان میں آپس میں کوئی بھی نسبی رشتہ ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ وَلَا الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ (مشکوٰۃ ص۲۶۳) "یعنی مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا"

یہ حکم اس صورت سے متعلق ہے جب کہ پیدائش کے بعد ہی سے کوئی شخص مسلم یا کافر ہو، لیکن اگر کوئی شخص پہلے مسلمان تھا، پھر العیاذ باللہ اسلام سے پھر گیا

اور مرتد ہو گیا۔ اگر ایسا شخص مرجائے یا مقتول ہو جائے تو اس کا وہ مال جو اسلام کے زمانہ میں کسب کیا تھا، اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا اور جو ارتداد کے بعد کمایا ہو وہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

لیکن اگر عورت مرتد ہو گئی تو اس کا کل مال خواہ زمانۂ اسلام میں حاصل ہوا ہو یا زمانۂ ارتداد میں، اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا، لیکن خود مرتد مرد ہو یا عورت اس کو نہ کسی مسلمان سے میراث ملے گی نہ کسی مرتد سے۔

## قاتل کی میراث

اگر کوئی شخص ایسے آدمی کو قتل کر دے جس کے مال میں اس کو میراث پہنچتی ہو تو یہ قاتل اس شخص کی میراث سے محروم ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ۔ یعنی قاتل وارث نہیں ہوگا۔

(مشکوٰۃ ص ۲۶۳)

البتہ قتل خطا کی بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں (تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے)

## پیٹ میں جو بچہ ہے اسکی میراث

اگر کسی شخص نے اپنی کچھ اولاد چھوڑی اور بیوی کے پیٹ میں بھی بچہ ہے۔ تو یہ بچہ بھی وارثوں کی فہرست میں آئے گا، لیکن چونکہ یہ پتہ چلانا دشوار ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، یا ایک سے زیادہ بچے ہیں، اس لیے بچہ پیدا ہونے تک تقسیم میراث ملتوی رکھنا مناسب ہوگا اور اگر تقسیم کرنا ضروری ہے تو سر دست ایک لڑکا یا ایک لڑکی فرض کر کے دونوں کے اعتبار سے دو صورتیں فرض کی جائیں، ان دونوں صورتوں میں سے جس صورت میں ورثہ کو کم ملتا ہو وہ ان میں تقسیم کر دیا جائے اور باقی اس حمل کے لیے رکھا جائے

**معتدہ کی میراث** جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق رجعی ہے، پھر طلاق سے رجوع اور عدّت ختم ہونے سے پہلے وفات پا گیا، تو یہ عورت میراث میں حصہ پاوے گی، اس لیے کہ نکاح باقی ہے۔

اور اگر کسی شخص نے مرض الوفات میں بیوی کو طلاق دی، اگرچہ طلاق بائن یا مغلظہ ہی ہو اور عدّت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرگیا تب بھی وہ عورت اس کی وارث ہوگی اور عورت کو وارث بنانے کی وجہ سے دو عدتوں میں سے جو سب سے زیادہ دراز ہو اسی کو اختیار کیا جائے گا جس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ:

عدّتِ طلاق تین حیض ہے اور عدّتِ وفات چار مہینہ دس دن ہے، ان دونوں میں جو عدّت زیادہ دنوں کی ہو اسی کو عدّت قرار دیا جائے گا، تاکہ جہاں تک ممکن ہو عورت کو حصہ مل سکے اور اگر کسی شخص نے مرض الوفات سے پہلے بائن یا مغلظہ طلاق دی اور اس کے چند دن بعد عورت کی عدّت میں وہ فوت ہو گیا، تو اس صورت میں اس کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا، البتہ اگر طلاق رجعی دی ہے تو وہ وارث ہوگی۔

**مسئلہ** اگر کسی عورت نے شوہر کے مرضِ وفات میں خود سے خلع کر لیا تو وارث نہیں ہوگی، اگرچہ اس کا شوہر اس کی عدّت کے دوران مر جائے۔

**عصبات کی میراث** فرائض کے مقررہ حصے بارہ ورثہ کے لیے طے شدہ ہیں اور ان وارثوں کو اصحاب الفروض کہا جاتا ہے، جن کی تفصیل کسی قدر اوپر گزر چکی، اگر اصحاب الفروض میں سے کوئی نہ ہو یا اصحاب الفروض کے حصے دے

دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے تو وہ عصبہ کو دے دیا جاتا ہے اور بعض مرتبہ ایک ہی شخص کو دونوں حیثیتوں سے مال مل جاتا ہے، بعض صورتوں میں میّت کی اولاد اور میّت کا والد بھی عصبہ ہو جاتے ہیں، دادا کی اولاد یعنی چچا اور باپ کی اولاد یعنی بھائی بھی عصبہ ہو جاتے ہیں۔

عصبات کی کئی قسمیں ہیں، جن کی تفصیلات فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں یہاں ایک مثال لکھی جاتی ہے، مثلاً زید فوت ہو گیا اور اس نے اپنے پیچھے چار وارث چھوڑے، بیوی، لڑکی، ماں اور چچا، تو اس کے مال کے کُل چوبیس حصّے کئے جائیں گے، جن میں سے آدھا یعنی بارہ۱۲ حصّے لڑکی کو، $\frac{1}{8}$ کے حساب سے تین حصّے بیوی کو، $\frac{1}{6}$ کے حساب سے چار حصّے ماں کو، اور بقیہ پانچ حصّے جو بچے وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے چچا کو ملیں گے۔

**مسئلہ**: عصبات اگر نہ ہوں تو اصحابِ فرائض سے جو مال بچے وہ ان کے حصّوں کے مطابق انہی کو دے دیا جاتا ہے اور اس کو علمِ فرائض کی اصطلاح میں ردّ کہتے ہیں۔ البتہ شوہر اور بیوی پر رد نہیں ہوتا۔ کسی حال میں اُن کو مقررہ حصّے سے زیادہ نہیں دیا جاتا۔

**مسئلہ**: اگر اصحاب فروض میں سے کوئی نہ ہو اور عصبات میں بھی کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو میراث پہنچ جاتی ہے، ذوی الارحام کی فہرست طویل ہے، نواسے نواسیاں، بہنوں کی اولاد، پھوپھیاں، ماموں، خالہ، یہ لوگ ذوی الارحام کی فہرست میں آتے ہیں، اور اس مسئلہ میں تفصیل ہے، جس کا یہ محل نہیں، یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(مذکورہ بالا مسائل اور آیت میراث کی تشریح معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی ہے۔)

| | |
|---|---|
| وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ | اور وہ تجھ سے عورتوں کے نکاح کی |
| قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ | رخصت مانگتے ہیں کہہ دے اللہ |
| وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي | تمہیں ان کی اجازت دیتا ہے اور |
| الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ | وہ جو تمہیں قرآن میں سنایا جاتا ہے |
| الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا | سو ان یتیم عورتوں کا حکم ہے جنہیں |
| كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ | تم نہیں دیتے جو ان کے لیے مقرر |
| تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ | کیا گیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان سے |
| مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ | نکاح کرو اور کمزور لڑکوں کے بارے |
| تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ | میں ہے اور یہ کہ یتیموں کے حق |
| وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ | میں انصاف پر قائم رہو اور جو تم نیکی |
| فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا | کرو گے پس تحقیق اللہ اسے جاننے |
| يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ | والا ہے ۔ تجھ سے حکم دریافت کرتے |
| يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ | ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے |
| اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ | بارے میں حکم دیتا ہے ۔ اگر کوئی |
| لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا | شخص مرجائے جس کی اولاد نہ ہو |
| نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ | اور اس کی ایک بہن ہو تو اسے اس |
| يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ | کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ |
| لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا | شخص اس بہن کا وارث ہوگا ۔ اگر |
| اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ | اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اگر دو |
| مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا | بہنیں ہوں تو انہیں کل ترکہ میں سے |
| اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً | دو تہائی ملے گا اور اگر چند وارث |

| | |
|---|---|
| فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ | بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصّہ کے برابر ملے گا اللہ تعالیٰ اس لیے بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ |

# تفسیر

یہ سورۃ نساء کی آیتیں ہیں ان میں عورتوں کے حقوق کا بیان ہے۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی یہ حقوق بیان فرمائے ہیں۔ درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد تاکید ہے دراصل اس سورت کے شروع والے عورتوں اور یتیموں کے احکامات اترے تو صحابہؓ یہ سمجھتے تھے کہ احکامات تادیر نہیں چل سکیں گے منسوخ ہو جائیں گے جب منسوخ نہ ہوئے تو خود بار بار سوالات کئے تو اس کے جواب میں یہ آیتیں اتری ہیں انکا مقصد یہ ہے کہ ان حقوق کو تا قیامت کوئی نہیں منسوخ کر سکتا۔

# دولت میں انسان کی حیثیت ڈپو ہولڈر کی ہے

دراصل انسان کی زندگی کی ذمہ داریوں سے اور مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس طور طریق کے ساتھ تقسیم کرنے کے اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انسان کی حیثیت مستقل مالک کی نہیں ہے کہ جس طرح وہ چاہے مال خرچ کرے بلکہ اس مال کے خرچ کرنے کی حدود متعین کر دی گئی ہیں۔ مثال کے طور پہ اس کی زندگی میں اس کے ورثاء میں سے درجہ بدرجہ مستحقین ٹھہرائے گئے ہیں۔ اولاد بیوی والدین بھائی وغیرہ جن کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور بعینہٖ اسی طرح اس کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کی تقسیم رکھی گئی ہے اور تیسرے حصّے کی وصیت یا وقف کے علاوہ اس کی رائے یا عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ انسان کی

حیثیت مال و دولت کے سلسلہ میں مستقل مالک کی نہیں بلکہ ایک ڈپو ہولڈر کی ہے اور اس کے ورثاء اس کے ڈپو کا حلقہ ہیں اور جس طرح ایک ڈپو ہولڈر کے مرجانے کے بعد یا اسے چھوڑ دینے کے بعد نیا ڈپو ہولڈر مقرر کیا جاتا ہے اور اس حلقہ کو بدستور اناج سپلائی کیا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ مال میں انجماد جائز نہیں ہے کیونکہ جب یہ مال مستقل طور پر اس کا نہیں ہے بلکہ اس کا پورا حلقہ اس میں شریک ہے تو اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ دوسروں کے مال پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ جائے جس طرح ڈپو ہولڈر روزی تقسیم کرنے کا مجاز ہے انجماد کا مجاز نہیں ہے۔ اسی طرح ہر انسان کا حال ہے اور آج دنیا میں بہت سے انسان ایسے ہیں کہ وہ مال و دولت کو اپنی مستقل ملکیت تصور کر کے اس پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ گئے ہیں نہ تو خود اس سے کاروبار کرتے ہیں اور نہ کسی کو کاروبار کے لیے دیتے ہیں جس کی وجہ سے ملکی معیشت تباہ ہو گئی ہے۔

# مشارکت

اسلام میں جس کاروبار کی اجازت دی گئی ہے اس میں سے ایک شرکت بھی ہے یعنی کمپنی یا لمیٹڈ فرم اس کے بارے میں خصوصی طور پر کوئی ایسی آیت کریمہ یا حدیث نہیں ہے کہ جن میں ایسے کاروبار کا حکم دیا گیا ہو البتہ اشارات ضرور ملتے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کاروبار جائز ہے جیسا کہ آیت میراث میں تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرنے والے کے مال میں اس کے ورثاء کو شریک بنایا ہے اگرچہ ذوالفروض مقدم ہیں اس کے بعد عصبات اور اس کے بعد ذوالارحام ہیں تاہم شریک تو سب ہیں پس معلوم ہوا کہ کاروبار میں شرکت جائز ہے اور مندرجہ ذیل حدیث قدسی سے بھی اس کی

تائید ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَفَعَہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ فَاِذَا خَانَہٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمْ۔ (رواہ ابوداؤد) | ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے حدیث کو حضور تک اونچا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں دو شریکوں میں سے تیسرا ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے ایک خیانت نہ کرے اپنے ساتھی سے اور جب وہ خیانت کرے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ |

# تشریح

یہ حدیث قدسی ہے۔ حدیث قدسی وہ ہوتی ہے جس کا تعلق صفات خداوندی سے ہو اس میں یہ فرمایا ہے کہ دو آدمی اگر باہم مل کر کاروبار کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے اور دو کا ذکر بطور مثال ہے مقصد یہ ہے کہ جتنے بھی آدمی مل کر جب کاروبار کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس میں برکت دیں گے ان کے کاروبار میں ترقی ہوگی اور اللہ تعالیٰ اُن کا ساتھ اس وقت تک دیتے ہیں جب تک کہ شرکا میں سے کوئی بد دیانتی نہ کرے اور جب کوئی بد دیانتی شروع کر دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں برکت نہیں دیتے جس کے نتیجے میں وہ مشترکہ کاروبار تباہ ہو جاتا ہے پس خلاصہ اس حدیث کا یہ نکلا کہ شرکت کا کاروبار جائز ہے اس میں برکات بھی ہیں جو دیانت پر مبنی ہیں اور یہ تجربہ شدہ ہے کہ جو

لوگ ایسی مشترکہ فرموں میں بد دیانتی کرتے ہیں ان کا دیوالیہ ہو جاتا ہے۔

عَنْ زُهْرَةَ ابْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِى الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِىَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ (رواہ البخاری)

زہرہ بن سعید نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشامؓ انہیں بازار کی طرف لے جاتے تھے پھر وہ غلّہ خریدتے تھے پھر انہیں ابن عمر اور ابن زبیر ملتے تھے تو انہیں کہتے تھے کہ آپ ہمیں شریک کرلیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے برکت کی دُعا فرمائی ہے تو پھر وہ انہیں شریک کرتے تھے پھر بسا اوقات پاتے منافع لدا ہوا اونٹ جیسا ہوتا پھر بھیجتے اس کو اپنی منزل پر اور عبداللہ بن ہشامؓ کو ان کی والدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی تھی پھر آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے برکت کی دُعا فرمائی۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ | ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ |
| قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ | انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے |
| لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ | عرض کیا کہ آپ ہمارے درمیان |
| وَسَلَّمَ اَقْسِمْ بَیْنَنَا | اور ہمارے بھائیوں کے درمیان |
| وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا | کھجوروں کے باغ تقسیم کر دیں۔ |
| النَّخِیْلَ قَالَ لَا تَکْفُوْنَنَا | آپ نے فرمایا نہ بلکہ مشقت تم ہی |
| الْمَئُوْنَةَ وَنُشْرِکُکُمْ | برداشت کرو۔ ہم تمہیں پھلوں |
| فِی الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا | میں شریک کریں گے۔ انہوں نے |
| وَاَطَعْنَا۔ (رواہ البخاری) | کہا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی |

ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کاروبار میں شراکت جائز ہے۔ مندرجہ ذیل آیات میں داود علیہ السلام کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

اور کیا آپ کو دو جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝

| | |
|---|---|
| اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ | جب وہ داوٗد کے پاس آئے تو |
| فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا | وہ ان سے گھبرایا۔ کہا ڈر نہیں |
| لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ | دو جھگڑنے والے ہیں۔ ایک نے |
| بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ | دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ پس |
| فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ | آپ ہمارے درمیان فیصلہ کیجئے |
| وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰی | اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں |
| سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ اِنَّ | سیدھی راہ پر چلائیے۔ بے شک |
| هٰذَآ اَخِیْ قف لَهٗ تِسْعٌ | یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس |

| | |
|---|---|
| وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً | ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے |
| وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف | پاس صرف ایک دُنبی ہے پس |
| فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ | اس نے کہا مجھے وہ بھی دے دے |
| فِی الْخِطَابِ ۝ قَالَ | اور اس نے مجھے گفتگو میں دبا |
| لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ | لیا ہے۔ کہا البتہ اس نے تجھ پر |
| نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ط | ظلم کیا۔ جو تیری دُنبی کو اپنی دنبیوں |
| وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ | میں ملانے کا سوال کیا اور اکثر |
| الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ | شریک ایک دوسرے پر زیادتی |
| عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ | کیا کرتے ہیں۔ مگر جو ایماندار ہیں |
| اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ | اور انہوں نے نیک کام بھی کئے |
| وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط | اور وہ بہت کم ہیں۔ اور داؤد |
| وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا | سمجھ گیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے |
| فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ | پھر اس نے اپنے رب سے معافی |
| وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝ | مانگی اور سجدہ میں گر پڑا اور توبہ |
| فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ط | کی پھر ہم نے اس کی یہ غلطی |
| وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی | معاف کردی اور اس کے لیے |
| وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ يٰدَاوٗدُ | ہمارے ہاں مرتبہ اور اچھا |
| اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً | ٹھکانا ہے اے داؤد ہم نے |
| فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ | تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے |
| بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ | پس تم لوگوں میں انصاف سے |
| وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی | فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش |

فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ کی پیروی مت کرو کہ وہ تمہیں
اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی اور
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے
عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا ہٹ جاتے ہیں ان کے لیے
نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۝ سخت عذاب ہے اس لیے
سورہ صٓ آیت ۲۱ تا ۲۶) کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

# تفسیر

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نسل انسانی کے لیے اسوہ حسنہ بنایا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی خود ہی سنبھالی ہے اور چالیس سال تک انہیں اپنی نگرانی میں رکھ کر پھر انہیں یہ منصب سونپا جاتا ہے اور پھر قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور یہ منصب عالی ملنے کے بعد بھی انہیں بڑی سخت کڑی نگرانی میں رکھا جاتا ہے اور قدم قدم پر انہیں ٹوکا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے یہاں تک کہ ان سے اگر کوئی خلاف اولیٰ بات بھی صادر ہو جائے تو اس پر بھی ان کی گرفت ہوتی ہے اور اس پر انہیں معافی مانگنی پڑتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی ان ہی اولوالعزم ہستیوں میں سے تھے۔ اللہ پاک نے ان آیتوں میں ان کا واقعہ بیان فرمایا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی ہونے کے ساتھ ساتھ خلافت بھی عطا فرمائی تھی اور ظاہر بات ہے کہ ان دونوں عہدوں کے لیے بڑی اونچی تعلیم کی ضرورت تھی جو اللہ پاک نے فرشتوں کے ذریعہ آپ کو دی۔ کتب تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اوقات کو تقسیم کیا ہوا تھا۔ ایک دن عدالت کا ایک دن اہل و عیال سے مشغولیت کا ایک دن خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اس میں کسی شخص

کو ملنے کی اجازت نہیں تھی مگر ایک دن دو آدمی آپ کے عبادت خانے کی دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان کے خلاف معمول اور خلاف دستور اندر آنے کی وجہ سے پریشان ہوئے۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور اپنا مقدمہ پیش کیا اور انہوں نے بڑے سخت لب و لہجے میں آپ سے گفتگو کی جو آپ کی شان پیغمبری اور شان خلافت کے خلاف تھی اور مقدمہ کی نوعیت یہ تھی کہ ان میں ایک کے پاس ننانوے دنبیاں تھیں اور دوسرے کے پاس ایک ہی دنبی تھی اور ننانوے دنبیوں والا کہتا تھا کہ یہ ایک بھی مجھے دے دو اور دوسرا دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شروع میں دنبیوں کے کاروبار میں شریک تھے ان میں سے ایک کا حصہ زیادہ تھا اور دوسرے کا کم اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دنبیوں کا ذکر بطور مثال ہو بہر حال زیادہ حصہ والا یہ چاہتا ہو گا کہ اس تھوڑے حصے والے کو شرکت سے الگ کرے اور حساب میں ہیر پھیر اور اپنی چرب زبانی سے یا زبردستی اس کو اپنے اصل حصے راس المال سے بھی محروم کرنا چاہتا ہو گا جیسا کہ اکثر لوگ شروع میں کاروبار چلانے کے لیے مختلف لوگوں سے حصے جمع کر لیتے ہیں اور جب کام چل جاتا ہے تو پھر تھوڑے حصے والوں کو نکال باہر کرتے ہیں اور یہاں کا معاملہ بھی ایسا ہی نظر آتا ہے مگر داود علیہ السلام کی حکومت عادل تھی اس لیے انہوں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ آپ نے مظلوم کی دادرسی کی اور اس کا حق ظالم سے لے کر اسے دلوایا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی فرشتے ہوں اور یہ فرضی کیس بنا کر حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان لیا گیا ہو کہ وہ ایسے معاملات میں کس طرح فیصلہ کریں گے اور نیز لب و لہجہ بھی سخت اختیار کیا تاکہ دیکھیں کہ انہیں غصّہ تو نہیں آتا کیونکہ یہ شانِ عدالت کے خلاف ہے۔

٥

بہر حال یہ دیوار پھاندنے والے آدمی ہوں یا فرشتے ان کے خلاف معمول اور خلافِ دستور اندر آنے سے اور کرخت لہجہ اختیار کرنے سے قدرتی طور پر امتحان نظر آتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا ذہن پہلے اس کی طرف نہیں گیا اور عبادت کے اوقات میں ان کے مخل ہونے کی وجہ سے غصہ آگیا ہوگا اور بعد میں جب سوچا اور اس کو امتحان سمجھے تو فوراً سجدہ ریز ہوکر معافی مانگی اور پھر معافی مل بھی گئی اور آیت چھبیس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپکا امتحان ہی تھا کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ داؤد ہم نے تجھے زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے آپ نے لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا ہے۔ اور اگر طبیعت میں غصہ ہو تو ذاتیات سامنے آجاتی ہیں اور پھر اتباع ہوا پیدا ہو جاتی ہے جو باعث گمراہی اور ضلالت ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی ذات اس سے منزہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ قدم قدم پر ان کی رہنمائی فرماتے ہیں اور اگر کہیں اس کا احتمال بھی ہوتا ہے یا ان کے مبارک قلوب میں بتقاضائے بشریت یہ تصور آ ہی جاتے تو وحی کے ذریعہ اسے فوراً نکال دیا جاتا ہے جیسا کہ اس واقعہ میں اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو ممکن ہے کہ غصہ آیا ہوگا تب ہی تو سجدہ ریز ہوکر معافی مانگی اور پھر معافی مل بھی گئی اگر حضرت داؤدؑ کو غصہ نہ آیا ہو تو پھر فغفرنا لہ بے معنی بنتا ہے۔ بہر حال ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت داؤد کے پاس جو مقدمہ لایا گیا تھا وہ شراکت کے بارے میں تھا اور حضرت داود نے اس موقعہ پر فرمایا کہ اکثر شرکاء ایک دوسرے پر ایسی زیادتیاں کرتے ہیں مگر ایمان دار اور نیکو کار ایسا نہیں کرتے لیکن وہ بہت کم ہیں پس ثابت ہوا، کہ مشارکت جائز ہے۔

یہاں تک تو شرکت کے جواز اور ثبوت پر ہم نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ

اور صحابہ کے تعامل سے دلائل پیش کیے ہیں اور اس کا کیا طریقہ کار ہے اس کی پوری تفصیل تو کتب فقہ میں مذکور ہے ۔ یہاں اس کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے البتہ چند اہم اصول عوام کی خاطر بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں

شرکت دو قسم کی ہے ۔ ایک شرکت ملک ہے وہ یہ ہے کہ دو یا چند آدمی کسی چیز کے بطور وراثت مالک بن جائیں یا اسے خرید لیں یا وہ چیز ان کے نام پر ہبہ یا وقف یا وصیت ہو جائے ایسی ملکیت میں شرکار کی رضامندی کے سوا تصرف جائز نہیں

شرکت کی دوسری قسم عقود ہے ۔ اس کی چار صورتیں ہیں ۔ مفاوضہ[1] ۔ عنان[2] ۔ شرکت صنائع[3] ۔ اور شرکت وجوہ[4] ۔

شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو یا چند آدمی آپس میں مل کر دراہم دنانیر یا کسی مروجہ سکہ سے برابری کی سطح پر کاروبار کریں یعنی دونوں کا روپیہ بھی برابر ہو تو تصرف بھی قرضہ بھی اور منافع بھی یہ معاملہ صرف آزاد بالغ مسلمان آپس میں کر سکتے ہیں ۔ فریقین میں سے جو بھی شخص جو بھی چیز خریدے گا دوسرا اس میں برابر کا شریک ہوگا مگر اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے یا پہننے کے لیے جو چیز خریدے اس میں دوسرا شریک نہیں ہے اور اگر فریقین میں سے کسی ایک پر جو قرض آجائے تو دوسرا بھی اس کا ضامن ہوگا کیونکہ ہر ایک ان میں سے وکیل بھی ہے اور کفیل بھی ہے اور اگر دونوں کا روپیہ منافع اور تصرف برابر نہیں ہے تو اس کو شرکت عنان کہتے ہیں اس میں فریقین میں سے ہر ایک وکیل ہے ۔ کفیل (ضامن) نہیں یعنی خریدار ہی قرضے وغیرہ کا ضامن ہوگا دوسرا نہیں ہوگا ۔ البتہ بعد میں وہ اپنے شریک کار سے بقدر حصہ وصول کر سکتا ہے ۔ اگر کوئی چیز خریدنے سے پہلے شرکت کا روپیہ ضائع ہو جائے تو شرکت ختم ہو جائے گی

اور اگر فریقین میں سے ایک اپنے حصّہ مال سے کچھ خرید چکا اور دوسرے کا مال ضائع ہو چکا ہو اور وہ اس سے کچھ خرید نہ سکا ہو تو خریدا ہوا سامان مال وغیرہ شرطوں کے موافق ان کے درمیان مشترکہ ہوگا اور وہ اپنے ساتھی سے بقدر حصّہ قیمت وصول کرے گا اور یہ منافع مشترکہ ہوگا فریقین میں سے کوئی بھی منافع میں سے کچھ روپے مخصوص نہیں کر سکتا ۔ شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود اس مال سے تجارت کرے یا کسی اور کو تجارت کے لیے دے اور بطور مضاربت بھی دے سکتا ہے اور اسی طرح کسی کو وکیل بنائے بطور رہن رکھے اس کی خاطر کسی کو اجرت دے نقد سے بیچے یا ادھار یہ تمام حقوق ان کو حاصل ہیں اور یہ مال اس کے پاس بطور امانت ہے کیونکہ مالک نے خود اس کو دیا ہے ۔

تیسری قسم شرکت صنائع ہے وہ یہ ہے کہ دو یا چند کاریگر مل کر کام کریں اس میں سرمایہ نہیں ہوتا صرف کاریگری ہوتی ہے اوزار استعمال کرتے ہیں جیساکہ درزی گری یا رنگ ریزی وغیرہ یہ کاروبار بھی جائز ہے اور فریقین میں سے جو بھی عمل قبول کرے دوسرے پر بھی وہ لازم ہو جائے گا اور یہ اجرت دونوں کی مشترکہ ہوگی ۔

چوتھی قسم شرکت وجوہ ہے یعنی دو یا چند آدمی اپنی اپنی وجاہت سے کام کریں ۔ مال روپیہ وغیرہ شریک نہ کریں ۔ یہ کاروبار بھی جائز ہے اور اس میں ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے ۔ اگر یہ شرط رکھیں کہ خریدی ہوئی چیز نصف و نصف ہو تو منافع بھی نصف و نصف ہوگا اور اگر یہ شرط رکھیں کہ خریدی ہوئی چیز میں ایک کا ایک حصّہ اور دوسرے کے دو حصّے ہوں گے تو منافع کے اندر بھی ایسا ہی ہوگا اور ان تمام فقہی مسائل کا منبع اور دارومدار

قرآن کریم کی سورۃ نساء کی آیت انتیس کا یہ جملہ الا تکون تجارۃ عن تراض اور آیت بتیس کے یہ جملے للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن اور سورہ نحل کا یہ جملہ ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔ آیت انتیس میں فرمایا ہے کہ دوسرے کا مال بطور تجارت اور اس کی رضا مندی سے ہی کھایا جا سکتا ہے اور بتیس میں فرمایا ہے کہ کاسب کا حصہ ہونا چاہیئے اور نحل والی آیت میں فرمایا ہے کہ طے شدہ حصہ اس کو پورا دینا چاہیئے اور ساتھ احسان کا لفظ لگا کر بتا دیا کہ طے شدہ سے کچھ زیادہ بھی اس کو دینا چاہیئے۔ پس ثابت ہوا کہ شرکت یا مضاربت کی بناء پر جو بھی کاروبار ہو، وہ سب تراض اور عدل وانصاف پر مبنی ہونا چاہیئے اور حصوں کے تعین کے سلسلہ میں شارع نے اپنی طرف سے کوئی ضابطہ نہیں رکھا بلکہ اس کو فریقین کی رضامندی پر موقوف چھوڑ دیا ہے کہ وہ آپس میں جو طے کریں کیونکہ ہر زمانے میں حالات مختلف ہوتے ہیں اور اس میں نقصان کا احتمال ہے شارع کسی کا نقصان پسند نہیں کرتا البتہ جو طے پا جائے شارع اس کی ادائیگی کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے لیے ضابطے بھی ہیں جو عنقریب عرض کیے جائیں گے۔

# مضاربت

مضاربت کے معنی باہم شمشیر زنی کے بھی آتے ہیں اور دوسرے کے مال سے کاروبار کرنے کے بھی آتے ہیں اور ہم یہاں اسی سے بحث کرنا چاہتے ہیں اور دوسرے معانی کی طرف التفات کی ضرورت اس وقت نہیں ہے اور کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کے لیے چار دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے کتاب اللہ اور دوسرے نمبر پر احادیث رسول اللہ تیسرے نمبر پر اجماعِ امّت اور چوتھے نمبر پہ قیاس ہے۔ کتاب اللہ سے استدلال کی صورتیں مختلف ہیں جو کتب اصول میں مفصّل مذکور ہیں۔ یہاں ان کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں صرف اشارۃ النص پہ ہی اکتفا کرتے ہیں جو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ | اور جب تم سفر کے لیے نکلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کردو اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے بیشک کافر تمہارے صریح دشمن ہیں۔ |

(سورۃ النساء آیت ۱۰۱)

# تفسیر

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر تم زمین میں نکلو تو تم نمازیں کمی کر سکتے ہو۔ یہ نکلنا عام ہے خواہ بغرض تجارت ہو یا بغرض حج ہو یا جہاد کی نیت سے ہو وغیرہ ذالک جس بھی مقصد کے لیے انسان سفر کرے تو اس کو نمازیں کمی کی اجازت ہے اور آخر میں کافروں کے ستانے کا ذکر بطور مثال ہے پس اس آیت سے اتنا معلوم ہو گیا کہ تجارت بھی اچھی چیز ہے خواہ وہ مضاربت ہو یا مشارکت ہو تب ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی خاطر اپنی عبادت میں کمی کی اجازت دی اور اس کی مزید تفصیل سورہ مزمل میں ملاحظہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

| | |
|---|---|
| يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ | اے چادر اوڑھنے والے |
| قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ | رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ |
| نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ | آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا |
| قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ | سا حصہ کم کر دے یا اس پر زیادہ |
| وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ | کردو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا |
| اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا | کرو۔ ہم عنقریب آپ پر ایک |
| ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ | بھاری بات (کا بوجھ) ڈالنے |
| الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً | والے ہیں بیشک رات کا اُٹھنا |
| وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ اِنَّ | نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور |
| لَكَ فِي النَّهَارِ | بات بھی صحیح نکلتی ہے بے شک |

| | |
|---|---|
| سَبۡحًا طَوِيۡلًا ۝ وَاذۡكُرِ | دن میں آپ کے لیے بڑا کام |
| اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ | ہے اور اپنے رب کا نام لیا کرو |
| اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا ۝ رَبُّ | اور سب سے الگ ہو کر اسی کی |
| الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ | طرف آجاؤ۔ وہ مشرق اور مغرب |
| اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ۝ | کا مالک ہے۔ اس کے سوا اور |
| وَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا | کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز |
| يَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ | بنالو اور کافروں کی باتوں پر صبر |
| هَجۡرًا جَمِيۡلًا ۝ وَذَرۡنِيۡ | کرو اور انہیں عمدگی سے چھوڑ |
| وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اُولِى النَّعۡمَةِ | دو اور مجھے اور جھٹلانے والے |
| وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا ۝ | دولتمندوں کو چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی |
| اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِيۡمًا ۝ | مدت مہلت دو۔ بیشک ہمارے |
| وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ | پاس بیڑیاں اور جہنم ہے اور گلے میں |
| وَّعَذَابًا اَلِيۡمًا ۝ يَوۡمَ | اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب |
| تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ | جس دن زمین اور پہاڑ لرزیں گے |
| وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ | اور پہاڑ ریگ رواں کے تودے |
| الۡجِبَالُ كَثِيۡبًا مَّهِيۡلًا ۝ | ہو جاویں گے۔ ہم نے تمہاری |
| اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا ۝ | طرف تم پر گواہی دینے والا ایک |
| شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَاۤ | رسول اس طرح سے بھیجا ہے کہ |
| اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ | جس طرح فرعون کی طرف ایک |
| رَسُوۡلًا ۝ فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ | رسول بھیجا تھا۔ پھر فرعون نے |
| الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا | اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے |

| | |
|---|---|
| وَّبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ | اسے سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔ پس کس |
| إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا | طرح بچو گے اگر تم نے بھی انکار کیا |
| يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ | اس دن جو لڑکوں کو بوڑھا کر دیگا۔ |
| السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ | اس دن آسمان پھٹ جائے گا اس |
| كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ | کا وعدہ ہو کر رہے گا۔ بے شک |
| إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ | (قرآن) ایک نصیحت ہے پھر جو |
| شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ | چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا |
| سَبِيلًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ | راستہ بنالے بے شک آپکا رب |
| يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ | جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ |
| أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ | کے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات |
| اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ | کے قریب اور (کبھی) آدھی رات |
| وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ | اور (کبھی) تہائی رات سے (نماز |
| مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ | تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں اور |
| اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ | اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا |
| أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ | ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم اس کو |
| فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا | نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم |
| مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ | کیا پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان |
| عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ | ہو اسے علم ہے کہ تم میں سے کچھ |
| مَرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ | بیمار ہوں گے اور کچھ اور لوگ بھی |
| فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ | جو اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے |
| مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ | زمین پر سفر کریں گے اور کچھ اور |

| | |
|---|---|
| يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ | لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد |
| اللّٰهِ ۙ فَاقْرَءُوْا مَا | کریں گے ۔ پس پڑھو جو اس میں |
| تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا | سے آسان ہو اور نماز قائم کرو |
| الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ | اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھی طرح |
| وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا | (یعنی اخلاص سے) قرض دو |
| حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا | اور جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے تو |
| لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ | اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور بڑے |
| تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ | اجر کی چیز پاؤ گے اور اللہ سے |
| خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ | بخشش مانگو بے شک اللہ |
| وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ | بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ |
| اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ | |

## تفسیر

یہ سورۃ مزمل ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع شروع میں نازل کی گئی ہیں ۔ مزمل ازمال سے بنا ہے اس کے معنے کپڑا یا چادر اور ڈھسے کے ہیں ۔ چادر اوڑھنا عبادت گزاروں کا شعار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چادر اوڑھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہ صفت خدا کے نزدیک پسندیدہ نظر آتی ہے اس لیے اس نے اپنے محبوب کو اس صفت سے پکارا ۔ اس سورت میں دس چیزوں کا بیان ہے ۔ سب سے پہلی چیز رات کو اٹھ کر عبادت کرنا ۔ یہ عبادت جناب نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ سب پر شروع شروع میں فرض تھی مگر اتنا اختیار تھا کہ آدھی رات

عبادت کریں یا نصف سے کم یا زیادہ اور انہیں اس میں ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھنے کا حکم تھا اور یہ عبادت چونکہ بڑی اہم ہے اس لیے رات کے پُر سکون ماحول میں یہ فریضہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اور یہ مضمون آیت ایک سے لے کر چھ تک بیان فرمایا اور دوسری چیز دن کی ذمہ داریاں ہیں ۔ اس میں دعوت تبلیغ بھی ہے اور ضروری کام بھی ہیں اور دن کی عبادات بھی ہیں ۔ یہ مضمون آیت سات آٹھ اور نو میں بیان فرمایا ہے اور تیسری چیز صبر تحمل اور بُردباری ہے یعنی ایک خدا کی بندگی اور رب المشرق والمغرب کی طرف دعوت کو کچھ لوگ پسند نہیں کریں گے وہ آپ پر بُہتان تراشیاں کریں گے تو آپ جرأت اور استقامت سے حق بات کہتے جائیں ۔ یہ مضمون آیت نمبر ۱۰ میں بیان فرمایا ہے اور چوتھی چیز مانعین دعوت کے لیے دنیاوی اور اخروی سزا ہے یعنی اے نبی تمہاری دعوت میں جو رکاوٹ ڈالے گا اُن کے ساتھ نبٹنا ہمارا کام ہے ۔ ہم نے ایسے لوگوں کے لیے دُنیا کی سزا بھی مقرر کی ہوئی ہے اور آخرت کی بھی مقرر کی ہوئی ہے اور یہ مضمون آیت گیارہ سے لے کر انیس تک بیان فرمایا ہے ۔

اور پانچویں چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا عملی نمونہ ہے یعنی آپؐ نے اور آپ کے صحابہ نے اللہ پاک کے اس حکم کی تعمیل کی کہ دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات سے نماز تہجد میں کھڑے ہوتے ہیں اس کا اندازہ ان کو نہیں اللہ کو ہے یہ مضمون آیت نمبر بیس کے پہلے حصہ والنہار تک بیان فرمایا ۔

اور چھٹی چیز اس حکم میں کمی ہے یعنی اس نماز تہجد کی فرضیت ختم کر کے نفلی درجہ رکھ دیا گیا جیسے سورۃ بنی اسرائیل میں ہے ۔ ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک ( رات کو آپ تہجد پڑھیں یہ آپ کے لیے نفل ہیں )

یہ مضمون آیت بیس کے جملہ علم سے لے کر القرآن تک ہے اور اس تخفیف کی وجہ بعض افراد کی مجبوریوں کو قرار دیا مثلاً بیمار چل پھر کر کاروبار کرنے والے اور مجاہدین ہیں یہ مضمون علم ان سیکون سے لے کر ما تیسر منہ تک بیان فرمایا۔

اور ساتویں چیز تہجد کے علاوہ بقیہ فرض نمازوں کی تاکید بیان فرمائی ہے
اور آٹھویں چیز زکوٰۃ اور نفلی صدقات دینے کا حکم ہے۔
اور نویں چیز اس محنت پر اجر کا وعدہ ہے۔
اور دسویں چیز اپنی غلطیوں کی معافی مانگنا اور اس پر معافی دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اب مقام غور یہ ہے کہ سورۃ نساء کی آیت ایک سو بیس میں حج جہاد اور تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر کرنے والوں کے لیے فرائض میں کمی کہ بجائے چار کے دو ادا کریں اور سورۃ مزمّل میں ان کی خاطر نماز تہجد کی فرضیت ختم کر کے نفلی درجہ رکھا۔ معلوم ہوا کہ جو تجارت بصورت مضاربت ہو وہ نہ صرف جائز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین فعل بھی ہے اس لیے اس کی خاطر اپنی فرضی عبادت میں کمی کی ہے تاکہ اس پیشے والے لوگ آسانی سے یہ کاروبار کر سکیں اور جہاد کے فضائل انشاء اللہ العزیز اپنے موقعہ پر آئیں گے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاروباریوں کے لیے دعا فرمائی چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ | صہیب سے روایت ہے کہ |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| ثَلٰثٌ فِيْهِنَّ الْبَرَكَةُ الْبَيْعُ | نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے |

اِلیٰ اَجَلٍ وَالْمُقَارَضَۃُ — ہے وقت مقررہ تک چیز بیچنا۔
وَاِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِیْرِ — مضاربت۔ اپنے گھر میں اپنے
لِلْبَیْتِ لَا لِلْبَیْعِ۔ — کھانے کے لیے گندم اور جو کو
(رواہ ابن ماجہ) — ملانا بیچنے کے لیے۔

# تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین قسم کے کاروبار میں برکت ہوتی ہے ایک کسی کو ادھار دینے میں کیونکہ اس میں غریب کا تعاون ہے اور دوسرا مقارضہ یعنی مضاربت میں کیونکہ اس میں بھی غریب کا تعاون ہے اور جو غریب کی مدد کرے اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور تیسرا گندم اور جو کو ملانا لیکن اپنے گھر کے لیے بیچنے کے لیے کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔

عَنْ عُرْوَۃَ قَالَ اَعْطَاہُ — عروہؓ سے نقل ہے کہ جناب نبی
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک
دِیْنَارًا یَشْتَرِیْ بِہٖ — دینار دیا تاکہ وہ ان کے لیے
اُضْحِیَۃً اَوْ شَاۃً — قربانی کا ایک جانور یا بکری خریدیں
فَاشْتَرٰی شَاتَیْنِ فَبَاعَ — پھر اس نے دو بکری خریدیں
اِحْدٰیھُمَا بِدِیْنَارٍ فَاَتَاہُ — پھر ایک کو ایک دینار پہ بیچا پھر
بِشَاۃٍ وَّدِیْنَارٍ فَدَعَا — آپ کے پاس ایک بکری اور
لَہٗ بِالْبَرَکَۃِ فِیْ بَیْعِہٖ — ایک دینار لایا پھر آپ نے اس
فَکَانَ لَوِاشْتَرٰی — کے لیے اس کے کاروبار میں برکت
تُرَابًا لَرَبِحَ فِیْہِ۔ — کی دُعا فرمائی تو وہ اس کے بعد

(رواہ ابوداود)

اگر مٹی خریدتا تو اس میں بھی منافع پاتا تھا۔

عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهٗ بِدِيْنَارٍ يَشْتَرِيْ لَهٗ اُضْحِيَّةً فَاشْتَرَاهَا بِدِيْنَارٍ وَبَاعَهَا بِدِيْنَارَيْنِ فَرَجَعَ فَاشْتَرٰى اُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ وَجَآءَ بِدِيْنَارٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهٗ اَنْ يُّبَارِكَ لَهٗ فِيْ تِجَارَتِهٖ

(ابوداود)

حکیم بن حزام سے نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر قربانی کا ایک جانور خریدنے کے لیے بھیجا تو پھر اس نے وہ جانور ایک دینار پر خریدا اور دو پر بیچا اور پھر ایک دینار سے ایک قربانی کا جانور خریدا اور دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ کیا اور اسکی تجارت میں برکت کی دُعا فرمائی۔

## تشریح

ان احادیث سے چار باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مضاربت جائز ہے کیونکہ ان حدیثوں میں جو عروہؓ اور حضرت حکیم بن حزام کا ذکر آیا ہے انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دینار سے بکریاں خریدی

تھیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مالک کی اجازت کے سوا اس کے سرمایہ سے مضاربت جائز ہے بشرطیکہ بعد میں وہ اجازت دے دے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اجازت دی بلکہ وہ منافع بھی قبول فرمایا اور ان کے لیے ایسے کاروبار میں برکت کی دُعا بھی دی اور تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان ایک چیز کو خرید کر دُگنا منافع پر بیچ بھی سکتا ہے اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ کاروبار پسندیدہ حلال اور طیب ہے تب ہی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے برکت کی دُعا فرمائی اور وہ منافع قبول بھی فرمایا۔

عرب میں آپ سے پہلے بھی یہ کاروبار مروّج تھا اور آپ کی حسین حیات میں بھی آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم یہ کام کرتے رہے ہیں اور آپ نے ان کو منع نہیں کیا۔ اس لحاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کاروبار جائز ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے یہاں اس کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے یہاں اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں البتہ عوامی فائدے کی خاطر چند موٹے موٹے اصول بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ مضاربت کی تعریف تو بحث کے شروع میں بیان ہو چکی ہے کہ دوسرے کے مال سے منافع پر کاروبار کرنے کو کہتے ہیں اور یہ مضاربت اسی مال میں صحیح ہے جس میں شرکت صحیح ہے۔ جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ مالک اور کاروباری کے درمیان منافع مشترک ہونا چاہیئے اور اس سلسلہ میں جو شرح طے پائے وہ جائز ہے مثلاً نصف یا ثلث اور ربع وغیرہ۔ اور مالک یا کاروباری اس منافع میں سے کچھ حصہ یا روپے اپنے لیے مخصوص نہیں کر سکتے مثلاً یوں کہ منافع میں سے سو مالک کا اور باقی مشترک۔

اور اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ مالک نے کاروباری کو مضاربت پر دینے کے لیے جو روپیہ طے کیا ہے وہ اس کے حوالے کر دے اور اب مالک اس میں شریک ہو کر کاروبار نہیں کرے گا۔ اگر یہ شرط عائد کی گئی تو مضاربت باطل ہو جائے گی اور اس کے بعد کاروباری کو حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ جو کاروبار کرنا چاہے اور جہاں کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ ہاں اگر مالک نے اس پر کسی مخصوص کاروبار کی پابندی عائد کی ہو یا کسی مخصوص شہر میں کام کرنے کی تلقین کی ہو تو اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا ورنہ مضاربت باطل ہو جائے گی اور اس سلسلہ میں اگر کچھ عرصہ ان کے مابین مقرر ہے تو اس کے گزر جانے سے بھی بھی مضاربت ختم ہو جائے گی اور اس سلسلہ میں جو نقصان ہوگا وہ منافع سے پورا کیا جائے گا اور راس المال میں اگر نقصان ہوا ہے تو کاروباری اس کا ضامن نہیں ہے اور اس سلسلہ میں جو قرضے ہوں گے وہ منافع سے ہی ادا کیے جائیں گے اور جو بچ جائے گا وہ فریقین میں حسب وعدہ تقسیم ہوگا اور ان حصّوں کا تعین سورۃ نساء کی آیت انتیس کے جملہ الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور آیت بتیس کے جملہ للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن سے بھی معلوم ہوتا ہے تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی اور کاروباری پر لازم ہے کہ اس کا پورا حساب رکھے۔

# اسلامی اصولِ تجارت کی برکات

اب ذیل میں صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے واقعات بطور تاکید اور عملی نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسلامی اصولوں کے موافق کاروبار کرنے سے کتنی ترقی ہوتی ہے اور یہ تمام واقعات مولانا عبدالمجید سوہدروی کی کتاب دولت مند صحابہؓ سے من و عن نقل کیے گئے ہیں۔

## (۱) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

آپ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضورؐ پرنور نے آپ کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی اور آپ ہی کے متعلق سرورِ کائنات نے فرمایا تھا۔

اَنْتَ اَمِيْنٌ فِىْ اَهْلِ السَّمَآءِ وَاَمِيْنٌ فِىْ اَهْلِ الْاَرْضِ۔

"تو اہلِ آسمان میں بھی امین ہے اور اہلِ زمین میں بھی۔"

آپ کو تجارت کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی آپ نے ایک معمولی سی دکان کھولی اور اس سے بتدریج اتنی ترقی کی کہ شاید ہی دنیا میں کسی نے اتنی ترقی کی ہو۔ چنانچہ ذیل کے واقعات سے آپ کی دولت اور تمول کا ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ سورۂ برأت کے نزول پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دلائی۔ تو جہاں دیگر صحابہؓ نے حسبِ استطاعت

کچھ نہ کچھ خیرات کی ۔ وہاں حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے چار ہزار درہم پیش کیے۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا ۔ جب کہ آپ کا کاروبار ابتدائی منازل طے کر رہا تھا ۔

۲۔ ایک بار حضور سرورِ کائنات ؐ نے غلاموں کو آزاد کر دینے کی تحریک فرمائی ، تو عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے ایک ہی دن میں تیس غلام آزاد کر دیئے ۔ حالانکہ ایک ایک غلام کئی کئی ہزار میں خریدا گیا تھا ۔ (اسد الغابہ)

۳۔ اگرچہ آپ کے کاروبار کا زیادہ تر انحصار تجارت پر تھا ۔ مگر کچھ نہ کچھ زمینداری کا سلسلہ بھی تھا ۔ خیبر کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی آپ کی بہت سی زمین تھی صرف ایک مقام جرف کے کھیتوں میں بیس اونٹ آب پاشی کا کام کرتے تھے ۔ اسی سے دوسری زمینوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے (سیرت صحابہؓ)

۴۔ ایک بار مسلمانوں کو جہاد کے لیئے کچھ گھوڑوں کی ضرورت تھی ۔ اس زمانہ میں آپ کے پاس کافی گھوڑے تھے ۔ آپ سے درخواست کی گئی تو آپ نے پانچسو گھوڑے اللہ کی راہ میں دے دیئے ۔ (اسد الغابہ ص ۳۱۶ الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۰۸)

۵۔ ایک دوسرے موقعہ پر آپ نے پانچ سو اونٹ مجاہدین کی خدمت میں پیش کیئے ۔ (اسد الغابہ)

۶۔ ایک تیسرے موقعہ پر آپ نے پندرہ سو اُونٹ اللہ کی راہ میں پیش کیے ۔ (اسد الغابہ)

۷۔ قومی چندوں میں ہمیشہ آپ دوسروں سے بڑھ کر حصّہ لیا کرتے تھے چنانچہ دو بار آپ نے چالیس چالیس ہزار نقد پیش کیے ۔ (ایضاً)

۸۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن میں نے دیکھا ہے کہ تُو جنت میں بہت دیر سے داخل ہوا ہے ۔ پوچھا تو تم نے کہا ۔ کہ میں اپنے مال و دولت کا حساب دیتا رہا ۔ کہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا ؟

عبد الرحمنؓ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کیا کہ حضورؐ مصر کی تجارت سے میرا ایک سو اونٹ مال و دولت سے لدا ہوا آرہا ہے۔ میں وہ سب کا سب مدینہ کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالے میرا حساب آسان کردے۔ (منتخب کنزالعمال ص۱۲۸ جلد ۵)

۹۔ ایک بار آپ کا تجارتی قافلہ شام سے مدینہ آیا۔ جس میں سات سو اونٹ تھے جو گیہوں آٹے اور دیگر اشیائے خوردنی سے لدے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اشارہ پر سب کے سب اللہ کی راہ میں لٹا دیئے اور لطف یہ ہے کہ اونٹ معہ کجاوہ خدا کی راہ میں دے دیئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص۱۱۵ اور اسدالغابہ جلد ۵)

۱۰۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال پُر ملال کے بعد آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ "امہات المومنینؓ کے تمام مصارف کا ذمہ دار میں ہوں گا۔"

۱۱۔ آپ نے ایک بار امہات المؤمنینؓ کو ایک فوری اور ضروری مصرف کے لیے اپنا ایک باغ دے دیا تھا جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا۔
(سیرت صحابہؓ)

۱۲۔ ایک بار آپؓ نے امہات المؤمنینؓ کی خدمت میں ایک اور جائداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار (پونڈ) کی تھی۔ (سیرت صحابہؓ جلد ۲)

۱۳۔ ایک دفعہ آپ نے زمین کے ایک قطعہ کے ۴۰ ہزار دینار (پونڈ) وصول کر کے سب کے سب غرباء اور مساکین مدینہ میں تقسیم فرما دیئے۔
(طبقات ابن سعد)

۱۴۔ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہونے لگے۔ تو آپ نے فرمایا کہ:۔

" جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابی رضؓ شریکِ جنگ ہوئے تھے۔ اُن میں سے جو جو بھی اس وقت زندہ ہوں اُن کو بلاؤ۔ اور ہر ایک کو چار چار سو دینار (اشرفی) میری طرف سے بطور ہدیہ پیش کرو۔ چنانچہ اس وقت ایک سو سے زائد صحابہ کرام رضؓ موجود تھے۔ سب سے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی نے بھی اپنا حصّہ لے لیا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ - ص ۳۱۷)

۱۵- بدری صحابہ رضؓ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

" اب پچاس ہزار دینار (پونڈ) اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیئے گئے۔ (اسد الغابہ)

۱۶- اتنی داد و دہش اور صدقہ و خیرات کے بعد جب آپ کی جائیداد ورثاء میں تقسیم کی گئی تو غیر منقولہ جائداد کے علاوہ نقد کیش میں سے آپ کی چار بیویوں کو آٹھویں حصّہ میں سے بقول بعض ۸۰، ۸۰ ہزار دینار (پونڈ) حصّہ میں آئے۔

(اسد الغابہ)

۱۷- ایک روایت میں ہے کہ تین بیویاں تھیں۔ چوتھی مطلقہ تھی۔ تین بیویوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار (پونڈ) شرعی حصّہ میں ملا۔

(مسند احمد جلد ۲ ص ۱۷۵)

۱۸- ابن عیینہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ کی جائداد تقسیم ہونے لگی۔ تو ان کی ایک مطلقہ بیوی کو (جسے مرض موت میں طلاق دی گئی تھی) ۱/۸ ۱/۸ حصّہ کے سوم میں سے ۸۳ ہزار نقد ملے۔

("بدر البدور" مصنفہ قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی)

۱۹- غیر منقولہ جائداد میں سے ہر ایک بیوی کو جو حصّہ ملا۔ اس کا اندازہ اس سے

لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی ایک بیوی ناضر بنت الاصبغ نے جائداد کا کچھ حصّہ جو اسے ترکہ میں ملا تھا۔ جب فروخت کیا تو وہ ایک لاکھ میں فروخت ہوا۔

(طبقات ابن سعد)

۲۰۔ آپ نے ترکہ میں سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں چھوڑیں کہ وہ کلہاڑوں سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے۔

(اسد الغابہ و طبقات ابن سعد)

۲۱۔ آپ نے جائداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں ایک سو گھوڑے بھی ورثہ میں چھوڑے جو آپ کے وارثوں میں تقسیم ہوئے۔

(ایضاً)

## ۲۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، حضرت خدیجہؓ کے برادر زاد (یعنی بھتیجے) اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے داماد تھے۔ بہادری اور شجاعت میں سب اس کا لوہا مانتے تھے۔ حضورؐ نے آپ کو اپنا حواری کہہ کر پکارا۔ (بخاری) اور ایک بار اُن کا جذبۂ جانبازی دیکھ کر فرمایا۔

فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ "میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں"۔ (بخاری و مسند جلد ۱) آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

آپ کا ابتدائی ذریعہ معاش زراعت تھا۔ مگر حضور صلعم سے تجارت کے فضائل سُن کر آپ نے تجارت بھی اعلیٰ پیمانہ پر شروع کر دی۔ آپ "ایک بول اور ایک تول" کے اصول کے ماتحت تجارت کیا کرتے تھے اس لیے آپ کا بیان ہے کہ مجھے عمر بھر کبھی

کوئی نقصان یا گھاٹا نہیں ہوا۔
(استیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

اب ذیل کے واقعات سے آپ کے تمول کا اندازہ لگا لیجیئے۔

۱- مدینہ میں آپ کے گیارہ مکانات تھے جو بڑے عالی شان تھے۔ بصرہ میں بھی آپ نے دو مکان بنوا رکھے تھے۔ اور مصر و کوفہ میں بھی کئی کوٹھیاں تھیں۔
(بخاری کتاب الجہاد)

۲- حوالئے مدینہ میں آپ کی بہت سی زمین تھی۔ خیبر میں بھی آپ کی کافی جاگیر تھی اور مقام جرف و عقیق میں بھی آپ کی بہت سی جائداد تھی۔
(ابن ہشام، ابن سعد جلد ۳)

۳- آپ کے بے شمار غلام تھے جو کاروبار میں آپ کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ مگر ایک ہزار غلام آپ نے ایسے رکھے تھے جو روزانہ اُجرت پر کام کرتے اور شام کو جو کچھ کما کر لاتے۔ آپ وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس میں سے ایک پائی بھی اپنے لیے نہ رکھتے تھے۔ (اصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۶)

۴- ایک دفعہ ایک ضرورت کے لیے آپ نے ایک مکان فروخت کر دیا جس کی قیمت میں چھ لاکھ درہم وصول ہوئے تھے۔ (الریاض النضرہ ج ۲ صفحہ ۱۷۲)

۵- ایک بار آپ نے مصر میں زمین کا ایک قطعہ خرید فرمایا۔ جس کی قیمت اکہتر لاکھ ادا کی گئی۔

۶- آپ نے جب انتقال فرمایا تو ۲۲ لاکھ روپیہ قرض نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ عموماً اپنا مال آپؓ کے پاس جمع کر جاتے تھے۔ لیکن آپ احتیاط کے طور پر سب سے کہہ دیتے کہ امانت نہیں، بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں چنانچہ ہوتے ہوتے اسی طرح ۲۲ لاکھ کے مقروض ہو گئے۔

۷- آپؓ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ نے غیر منقولہ جائداد کا

کچھ حصہ (عوالی مدینہ سے) فروخت کر دیا جس سے پانچ کروڑ دو لاکھ روپیہ ملا۔ اس میں سب سے پہلے آپؓ کا قرض ادا کیا گیا۔ اور چار سال تک مسلسل موسم حج میں اعلان ہوتا رہا کہ زبیرؓ پر جس کا قرض ہو آ کر لے لے۔ (بخاری کتاب الجہاد)

۸۔ صدقہ و خیرات اور داد و دہش کے بعد آپ کی وراثت میں جو نقد مال نکلا۔ اس کی مقدار ۳ کروڑ ۹۲ لاکھ روپیہ تھی۔ جو آپ کی چار بیویوں اور ۱۸ بیٹوں میں تقسیم ہوا۔ (ایضاً)

۹۔ آپ کی بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کو جو شرعی حصہ ملا وہ ۱۲-۱۲ لاکھ تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

۱۰۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص۷۷ میں اس کی مقدار گیارہ لاکھ بتائی گئی ہے۔

## ۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ آپ کو بھی تجارت کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ تجارت کے سلسلہ میں دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور نہ صرف اعلیٰ ترین تجربہ حاصل کیا۔ بلکہ بڑی دولت کمائی۔

۱۔ آپ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے۔ فقراء اور مساکین کے لیے آپ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ قیس بن حازم کا بیان ہے کہ

"میں نے طلحہؓ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش میں آپ سے پیش پیش نہیں دیکھا۔" (فتح الباری جلد ۷ ص۶۲)

۲۔ "بلیسان مالح" ایک چشمہ تھا جو مخالفین اسلام کے قبضہ میں تھا۔ وہ مسلمانوں کو اس سے پانی نہ لینے دیتے تھے جس سے ان کو سخت تکلیف تھی۔ حضرت طلحہؓ نے ایک گراں قدر رقم میں اسے خرید کر مسلمانوں کے

لیے اسے وقف کر دیا۔

۳۔ غزوہ تبوک میں جبکہ مسلمانوں پر افلاس اور فلاکت کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے اور وہ بہت نادار ہو چکے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے ان کے لیے ایک گرانقدر رقم پیش کی۔ جس کی بنا پر دربار رسالت سے آپکو "فیاض" کا خطاب عطا ہوا۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۶)

۴۔ آپ کے معاش کا اصل ذریعہ تو تجارت ہی تھا۔ مگر جب مدینہ پہنچے تو آپ نے بہت سی زمین خریدلی۔ اور زراعت کا شغل بھی شروع کر دیا۔ عراق عرب اور خیبر میں بھی آپ کی کافی زمین تھی۔ چنانچہ آپ کی پیداوار کا صحیح اندازہ روزانہ ایک ہزار دینار کے قریب تھا۔ یعنی ۳ لاکھ ۶۰ ہزار سالانہ (طبقات ابن سعد)

۵۔ عراق کی کاشت سے چار پانچ لاکھ اور سرات کی کاشت سے ۱۰۷۹ ہزار دینار سالانہ وصول ہوا کرتا تھا۔ اور آپؓ وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

۶۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی جائداد کا کچھ حصہ حضرت عثمانؓ کے پاس ۷ لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ اور روپیہ وصول کر کے سارے کا سارا رات ہی رات میں خیرات کر دیا۔ (ابن سعد)

۷۔ آپ کی زوجہ سُعدیٰ بنت عوفؓ کا بیان ہے "کہ ایک دفعہ میں نے آپ کو غمگین سا دیکھا۔ پوچھا آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ مجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی"۔ فرمایا "نہیں تم بہت اچھی بیوی ہو۔ تمہاری کوئی بات نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بڑی رقم جمع ہو گئی ہے میں سوچ رہا ہوں کہ اُسے کیا کروں اور کہاں لگاؤں"؟ میں نے کہا "اُسے

غرباء میں بانٹ دیجئے۔" چنانچہ اپنی لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اس کے ہاتھ اپنی قوم کے غرباء میں تقسیم کرادی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۵۸)

۸۔ بنو تیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانوں کی کفالت کرنا غریب لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کرنا۔ مقروض لوگوں کا قرض ادا کرتے رہنا آپ کا خاص شیوہ تھا۔ چنانچہ صبیحہ تیمی کا بیان ہے کہ مجھ پر تیس ہزار درہم قرض ہو گیا۔ جس سے میں بہت پریشان تھا۔ آپ نے سُنا تو سارے کا سارا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ (ابن سعد)

۹۔ مہمان نوازی اور غرباء پروری کی یہ کیفیت تھی۔ کہ آپ کے لنگر میں روزانہ ایک ہزار دینار کے وزن کا غلہ پکتا تھا جو کہ مساکین کے لیے ہوتا تھا۔ (ایضاً)

۱۰۔ جب آیۂ کریمہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ (پ ۴) نازل ہوئی اور آپؓ نے سُنی تو اپنا ایک باغ جو بہت خوش نما اور شاداب تھا اور جس کی سالانہ آمدنی پندرہ ہزار روپیہ تھی۔ اللہ کی راہ میں دے دیا۔ کسی نے پوچھا "یہ کیوں"؟ تو فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" جو چیز تم کو سب سے زیادہ عزیز ہے، میری راہ میں خرچ کرو۔ تب ہی نیکوکار بن سکو گے"۔ چونکہ یہ باغ میرے دل کو بہت پسند تھا اور مجھے سب سے عزیز تھا۔ اس لیے میں نے اللہ کی راہ میں دے دیا۔

۱۱۔ آپ کو اُمہات المؤمنینؓ سے بھی عقیدت تھی۔ اور ہر سال ان کی خدمت میں کچھ نہ کچھ ہدیہ پیش کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے۔ "کہ وہ ہر سال دس ہزار درہم مجھے دیا کرتے تھے۔ اور وہ میں اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا کرتی تھی"۔ (ابن سعد جلد ۳ ص ۱۵۷)

۱۲۔ ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے موسیٰ بن طلحہؓ سے پوچھا۔ کہ تمہارے والد

نے کس قدر دولت چھوڑی ؟ تو موسےٰ نے عرض کیا۔ یہ کہ عمر بھر کی داد و دہش و صدقہ خیرات کے باوجود بہت کچھ ہمارے لیے چھوڑا۔" پوچھا گیا۔ تاہم کتنا ؟ کہا بائیس لاکھ درہم دو لاکھ دینار (پونڈ) اور اس کے علاوہ کثیر سونا چاندی، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکا۔"

۱۳۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ کا بیان ہے کہ میرے بھائی طلحہ رضؓ کے پاس بیلوں کی ایک سو کھالیں تھیں۔ جو سونے سے لبریز تھیں۔ (ابن سعد)

۱۴۔ یہ تو نقدی اور سونے چاندی کی تفصیل تھی۔ غیر منقولہ جائیداد اس کے علاوہ تھی جس کی کل قیمت کا اندازہ تین کروڑ درہم تھا۔ (طبقات ابن سعد)

# ۴۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ

آپ بھی عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ حضور پُرنور ؐ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ اسی لیے آپ کو" ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔ آپ ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ چنانچہ غیر معمولی دولت اور ثروت کی وجہ سے ہی آپ کو"غنی" کا خطاب عطا ہوا تھا۔

۱۔ ابتدائی دَورِ افلاس و غربت میں ایک بار آپ نے سُنا کہ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) چار دن سے فقر و فاقہ میں ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اُسی وقت گھر گئے اور بہت سا سامان خورد و نوش اور تین سو درہم لاکر بطور نذر پیش کئے۔ اور جب وہ قبول کر لیے گئے تو اللہ کا شکر بجالائے۔ (کنزالعمال جلد ۶ صؔ۲۷۶)

۲۔ ایک دفعہ کچھ مسلمان ناداری اور مفلسی کے باعث اُداس پھر رہے تھے کفّار اُن کا تمسخر اُڑاتے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کو ناگوار گزرا۔ اُسی وقت

چودہ اونٹوں پر سامان خورد نوش بار کر کے حضورؐ کے پاس بھیج دیا کہ نادار مسلمانوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ (کنز العمال جلد ۶ ص۳۷۴)

۳۔ آپ نے مسجد نبوی کے پاس ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا جو مدینہ کی تمام عمارتوں میں ممتاز تھا (اور اب بھی سیدنا عثمانؓ کے نام سے مدینہ میں مشہور ہے) آپ نے مختلف مقامات پر بہت سی جائدادیں بھی خرید رکھی تھیں۔ چنانچہ بقیع کا وسیع قطعہ بھی آپ ہی کی ملک تھا جو بعد میں قبرستان کے لیے وقف کر دیا۔

۴۔ ایک بار مسجد نبوی کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے دس ہزار روپیہ میں ایک مکان خریدا۔ اور مسجد کے ساتھ شامل کر کے اسے وسیع کر دیا۔ جس سے حضور پرنورؐ بہت خوش ہوئے۔ اور آپکو دعائے خیر دی۔ (سیرت الصحابہؓ)

۵۔ دوسری بار آپ نے اپنے دورِ خلافت میں بیس ہزار روپیہ خرچ کر کے مسجد نبویؐ کو اور بھی وسیع کر دیا تھا۔

۶۔ بیرِ رومہ، مدینہ میں میٹھے پانی کا کنواں، ایک یہودی کے قبضہ میں تھا۔ جس نے اس کو ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کو اس کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ حضرت عثمانؓ نے وہ کنواں تیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (کنز العمال ج ۵ ص۱۱)

۷۔ مدینہ میں ایک بار قحط پڑ گیا۔ آپ کا ایک ہزار اونٹ انہی دنوں شام سے اناج لے کر آ رہا تھا۔ مدینہ کے تاجر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس کی بولی دے رہے تھے۔ اور آپ کو کئی گنا زیادہ منافع مل رہا تھا مگر آپ نے فرمایا "نہیں نہیں"۔ میں اس تجارت میں دنیا کے نفع سے

آخرت کے نفع کو ترجیح دیتا ہوں - اور یہ سارا نفع معہ اُونٹوں کے قحط زدہ لوگوں میں مفت تقسیم کرتا ہوں - تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اس سے زیادہ نفع دینے والا کوئی نہیں ہے"۔ چنانچہ یہ کہہ کر آپ نے سارا مال معہ اونٹوں کے مسلمان غرباء میں مفت تقسیم کر دیا۔

۸ - جنگِ تبوک میں جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کے لیے اپیل کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تہائی فوج کا تمام خرچ اپنے ذمہ لے لیا۔ فوج میں تیس ۳۰ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے شامل تھے۔ اس حساب سے گویا آپ نے تیرہ ہزار فوج کا خرچ برداشت کیا اور اس کے علاوہ آپ نے دوسرے سپاہیوں کے لیے بھی ایک ہزار اونٹ، ستّر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد پیش کئے۔ جس پر حضور صلعم۔ آپ کی فیاضی دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ اشرفیوں کو دستِ مبارک سے اُچھالتے تھے اور فرماتے تھے۔ مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمَ " یعنی آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی کام اسے نقصان نہیں پہنچائے گا"۔ (ترمذی و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۲)

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اِنِّی قَدْ رَضِیْتُ مِنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْهُ۔

" الٰہی! میں عثمان سے خوش ہو گیا۔ تو بھی راضی ہو جا"۔ پھر سب سے فرمایا، کہ تم بھی آمین کہو۔ (حاکم)

۹ - ایک موقعہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں مجاہدینِ اسلام کو تین سو اُونٹ معہ ساز و سامان عطا فرمائے تھے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۵۷)

۱۰ - ایک جہاد میں آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کو ایک ہزار تین سو اونٹ معہ سامان مرحمت فرمائے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۵۷)

۱۱۔ خیبر میں آپؓ نے دو لاکھ قیمت کی زمین مجاہدین اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

۱۲۔ آپؓ کو خدا تعالیٰ نے اتنا رزق عطا فرمایا تھا کہ آپؓ ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کیا کرتے تھے۔ (نزہتہ الابرار صا۱۴)

۱۳۔ دوستوں اور رشتہ داروں کی رعایت خاص طور پر ملحوظ رکھا کرتے تھے ایک بار عبداللہ بن خالد کی حالت کچھ نرم سی دیکھی تو تین لاکھ روپیہ دے دیا کہ اپنا کام نکال لے۔

۱۴۔ ایک دفعہ حضرت طلحہؓ نے ایک بہت بڑی رقم آپ سے قرض لی۔ کچھ دنوں بعد جب واپس دینے آئے تو آپؓ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ" میں نے یہ رقم لینے کی نیت سے نہیں دی تھی بلکہ دوستی کے صلہ میں دی تھی۔ (طبری صہ۳۰۲۴)

۱۵۔ حکم بن ابوالعاص جو رشتہ میں آپ کے چچا تھے۔ ایک بار بہت تنگدست ہو گئے۔ تو آپ نے اُن کو صلہ رحمی کے طور پر ایک لاکھ درہم عطا فرمائے (طبری صہ۲۹۵۴)

۱۶۔ جب آپؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مروان بن حکم سے کیا تو انکو جہیز میں ایک لاکھ درہم کا عطیہ مرحمت فرمایا۔

۱۷۔ اس قدر داد و دہش کے باوجود جب آپؓ نے انتقال فرمایا تو ورثا کے لیے ڈیڑھ لاکھ دینار (پونڈ) تین کروڑ درہم نقد اور ایک ہزار اونٹ اور بہت سی جائداد غیر منقولہ بھی چھوڑی۔

۱۸۔ آپؓ نے اپنے ایام خلافت میں ذاتی مصارف کے لیے بیت المال سے کبھی ایک حبّہ تک نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ کا سالانہ وظیفہ اخیر ایام میں پانچ ہزار

درہم تھا۔ اس حساب سے آپ نے اپنے دوازدہ سالہ مدت خلافت میں گویا ساٹھ ہزار کی گرانقدر رقم مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی۔ جو ایثار کا ایک نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ (طبری صے ۴۲-۲۹)

## ۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے دیگر بے شمار فضائل و محامد کے علاوہ اگر آپ کی صرف فیاضی، مہمان نوازی، مفلس و بے نواؤں کی دستگیری، مصیبت زدوں کی اعانت، قرابت داروں کی پاسداری وغیرہ اوصاف کو دیکھا جائے تو آپ یقیناً تمام صحابہ میں ممتاز نظر آئیں گے۔

۱۔ آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے اور دوسرے ملکوں میں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہزاروں روپوں کا لین دین کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ میں قریش میں سب سے بڑا متمول تاجر تھا۔

(ابن ماجہ و ابن سعد جلد ۳)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار روپیہ نقد موجود تھا۔ جو سب کا سب اللہ کی راہ میں خرچ ہوا۔ حضور پُرنورؐ جہاں ارشاد فرماتے آپ خرچ کرتے چلے جاتے تھے۔

(ابن سعد)

۳۔ آپؓ نے بیش بہا روپیہ غلاموں پر خرچ کیا۔ جب کسی غلام کو محض اسلام کی خاطر تکلیف پہنچتی۔ اور حضور صلعم کو اُن کی تکلیف سُن کر دُکھ ہوتا تو آپ فوراً جاتے اور مالک کو منہ مانگی قیمت دے کر غلام خرید لیتے اور پھر آزاد کر دیتے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش

ہوتے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ۔ عامر بن فہیرہؓ نذیریہ، جاریہ بنی موبل، نہدیہ بنت نہدیہ وغیرہ بیسیوں غلام محض حضورؐ ہی کے اشارے سے آزاد کیئے تھے۔

۴۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لیے جو سب سے پہلے زمین خریدی اس کی قیمت اکیلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے ادا کی تھی۔

(فتح الباری جلد ۷ صـ ۱۹۲)

۵۔ ۹ھ میں ایک بار سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے لیے چندہ کی اپیل کی تو سب صحابہؓ نے حسبِ ارشاد اس میں حصہ لیا، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو کچھ موجود تھا سب لاکر حاضر کردیا۔ (ابوداؤد مصری صـ ۱۹۲)

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند یوم قبل یہ فرمایا کہ "ابوبکرؓ اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا (یعنی اسلام) کا سب سے بڑا محسن ہے۔ میں نے قریباً قریباً اور سب کے احسان اتار دیئے مگر ابوبکرؓ کا احسان نہیں اتار سکا۔ اس کا صلہ خود اللہ تعالیٰ ہی اسے دے گا۔" مطلب یہ ہے کہ جتنا روپیہ ابوبکرؓ نے میری اور اسلام کی خاطر تنگی ترشی کے زمانہ میں خرچ کیا اتنا اور کسی نے خرچ نہیں کیا۔

(بخاری جلد ۱)

ایک حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ مَا نَفَعَنِیْ مَالٌ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ " یعنی ابوبکرؓ کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لیے مفید ثابت نہیں ہوا۔ (کنزالعمال جلد ۶ صـ ۳۱۶)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرضوں کو چکانا اور وعدوں کا پورا کرنا،

ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ چنانچہ جب بحرین سے آپ کے پاس بہت سا مال آیا۔ تو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس سے حضورؐ نے کوئی وعدہ کیا ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا۔ کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا چنانچہ آپ نے اسی طرح سے انہیں دیا۔ پھر ابوبشیر مازنی کے بیان پر اُن کو چودہ سو درہم عطا فرمائے۔ (طبقات ابن سعد)

۸۔ آپ اپنے زمانہ خلافت میں بیت المال کا روپیہ بھی غرباء پر اسی طرح خرچ کرتے تھے جس طرح اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرتے تھے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو بیت المال میں صرف ایک درہم باقی تھا۔ حضرت عمرؓ نے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صدقہ کیا۔ تو اس نے کہا کہ "دو لاکھ" دینار (پونڈ)۔ (طبقات سعد)

۹۔ آپ اتنے فیاض تھے کہ اگر حاجتمند آتے اور بیت المال میں کچھ نہ ہوتا تو اپنے نام پر قرض لیتے اور اُن کو دے دیتے۔ چنانچہ انتقال پر اپنے صاحبزادے کو فرمایا۔ کہ مجھ پر بیت المال کا چھ ہزار درہم قرض ہے۔ میرا فلاں باغ بیچ کر سب سے پہلے بیت المال کا قرضہ ادا کیا جائے۔

(ابن سعد جلد ۳)

۱۰۔ آپ کے پاس خیبر میں ایک بہت بڑی جاگیر تھی۔ اور اس کے علاوہ اطراف مدینہ اور بحرین میں بھی بہت سی جاگیریں تھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

۱۱۔ مقام سُنح میں آپ کا ایک عظیم الشان کارخانہ بھی تھا جس میں اعلیٰ پیمانہ پر کپڑے کا کام ہوتا تھا۔ (ابن سعد)

۱۲۔ آپ کی فیاضی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ وفات پر بھی اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کر دی کہ میری جائداد میں سے خُمس (⅕) حصہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے اور بقیہ ورثاء کو ملے (کنز العمال جلد ۶)

# ۶۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ کا اصل ذریعہ معاش تجارت ہی تھا۔ مگر مدینہ پہنچ کر آپ نے زراعت بھی شروع کر دی تھی۔ بایں ہمہ تجارت کو اتنی وسعت دی تھی کہ اس کی شاخیں ایران تک پہنچ گئی تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

۱۔ آپ کا تجارتی مشغلہ اگرچہ ابتدائی ایامِ خلافت میں رُک گیا تھا۔ مگر بعد میں آپ نے اُسے پھر جاری کر دیا۔ ایک بار کچھ روپیہ کی ضرورت ہوئی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے قرض طلب کیا۔ انہوں نے کہا۔ آپ امیر المؤمنین ہیں۔ بیت المال سے قرض لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا میں بیت المال سے ایک پائی نہیں لے سکتا۔ تم نے دینا ہو تو دے دو۔

(ابن سعد جلد ۳ ص ۱۹۹)

۲۔ آپ ابتدائی دورِ خلافت میں بیت المال سے صرف ۲ درہم (۰۹ر) روزانہ تنخواہ لیتے تھے جس سے بعُسرت کنبہ کا گزارہ ہوتا تھا۔ جب آپ سے زیادہ تنخواہ لینے کے متعلق کہا جاتا تو آپ فرماتے کہ میرا حق مسلمانوں کے مال میں صرف اتنا ہے جتنا یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۳)

۳۔ آپ کے دورِ خلافت میں جب فتوحات کا تانتا بندھ گیا۔ اطراف واکناف سے روپیہ برسنا شروع ہوا۔ مالِ غنیمت اور خُمس کا ڈھیر لگ گیا اور خزانہ پُر ہوگیا۔ تو آپ نے صحابہ کرامؓ کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کر دیں جن کا مختصر نقشہ تاریخ کی چند معتبر کتب (مقریزی ص۹۲، بلاذری ص۴۵۳، کتاب الخراج ص۲۴ وغیرہ) سے اخذ کر کے درج کیا جاتا ہے تاکہ آپ اس سے نہ صرف بیت المال ہی کی اہمیت کا اندازہ لگالیں، بلکہ یہ بھی سمجھ لیں کہ جب عوام کو اتنی بڑی بڑی تنخواہیں مل رہی ہوں گی تو ان کی مالی حالت کیسی ہوگی ؟۔

| | |
|---|---|
| حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو | ۲۵۰۰۰ درہم سالانہ |
| ازواجِ مطہراتؓ کو | ۱۲۰۰۰ درہم سالانہ فی کس |
| شرکائے بدر کو | ۵۰۰۰ درہم " " " |
| جنگ بدر سے صلح حدیبیہ تک شامل ہونیوالوں کو | ۴۰۰۰ درہم " " " |
| مہاجرین (قبل فتح مکہ تا واقعہ قادسیہ) کو | ۳۰۰۰ درہم " " " |
| اہل یمن کو | ۴۰۰۰ درہم " " " |
| مجاہدین جنگ قادسیہ ویرموک کو | ۲۰۰۰ درہم " " " |
| شرکائے بدر کی بیویوں کو | ۵۰۰ درہم " " " |
| مختلف اشخاص بلا امتیاز مراتب | ۳۰۰ درہم " " " |
| عام مجاہدین کی بیویوں کو | ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک " " |

ان تنخواہوں سے گویا سارا عرب اسلامی فوج بن گیا تھا۔ آپ نے غلاموں اور دودھ پیتے بچوں تک کی تنخواہیں اور وظائف مقرر کر دیئے اور اس طرح گویا تین کروڑ روپیہ سالانہ صرف مدینہ منورہ میں تقسیم ہو جاتا تھا۔

۴۔ ۱۵ھ میں جب سب کے بڑے وظیفے مقرر ہوئے تو حضرت عمرؓ کے لیے بھی پانچ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر ہوا اور یہ وظیفہ اس لیے نہیں کہ آپ خلیفۃ المسلمین تھے۔ بلکہ اس لیے کہ جب تمام بدری صحابہؓ کا پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر ہُوا۔ تو آپ کو بھی بدری ہونے کی حیثیت سے پانچ ہزار وظیفہ دیا گیا۔ (فتوح البلدان)

۵۔ آپ طبعاً بڑے فیاض واقع ہوئے تھے۔ خود تو زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے مگر دوسروں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ غزوہ تبوک میں آپ نے اپنا آدھا مال اسباب مجاہدین کے لیے چندہ میں دے دیا تھا۔ (ترمذی)

۶۔ یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک زمین ملی تھی جسے آپ نے راہ خدا میں وقف کر دیا۔ اسی طرح خیبر کی زمین بھی جو سب سے زیادہ آباد اور شاداب تھی آپ نے مسلمانوں کے لیے وقف کر دی تھی۔ (ابو داؤد کتاب الوصایا)

۷۔ آپ نے ایک مکان مکہ میں صفوان بن امیّہ سے چار ہزار درہم میں خرید فرمایا تھا۔ (مقریزی جلد۲ صفحہ۱۸۷)

۸۔ آپ نے خاندانِ نبوّت سے تعلق پیدا کرنے کے لیے حضرت اُم کلثومؓ سے (جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حضرت علیؓ کی صاحبزادی تھیں) ۱۷ھ میں نکاح کیا جس کا مہر چالیس ہزار درہم ادا کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

۹۔ جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو کاروباری سلسلہ میں اسّی ہزار قرض چھوڑا۔ جو آپ کے صاحبزادہ عبداللہؓ نے فوراً ادا کر دیا۔

# ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب تمام صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر ہوئے تو عبداللہ بن عمرؓ کا ۲½ ہزار وظیفہ مقرر ہوا۔ جب کہ اسامہ بن زیدؓ (جو غلام کے بیٹے تھے مگر حضورؐ کو پیارے تھے) کا وظیفہ تین ہزار مقرر ہوا۔ آپ نے اس پر اعتراض کیا کہ جب میں دین کی کسی خدمت میں اور جنگ میں اُن سے پیچھے نہیں رہا۔ اور میرے والد (یعنی آپ حضرت عمرؓ) اسامہؓ کے والد زیدؓ سے پیچھے نہیں رہے اور پھر اس تفریق کا سبب کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "یہ تو تم سچ کہتے ہو۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے والد کو تیرے والد سے اور اُن کو تجھ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۹)

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف اور حبِّ رسولؐ کا خوب اچھی طرح پتہ چلتا ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت سی لگانی زمینوں کے مالک تھے یعنی آج کل کی اصطلاح میں بہت بڑے جاگیردار تھے (بخاری جلد ۲)

۲۔ آپ بڑے دولتمند ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت بڑے سخی بھی تھے۔ چنانچہ ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار روپیہ تقسیم کر دیا کرتے اور دو دو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے۔ (اصابہ)

۳۔ تین چار مرتبہ آپ نے ۳۰۔۳۰ ہزار کی رقمیں خدا کی راہ میں یکمشت دیں۔

(اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۲۹)

۴۔ جب آیۂ کریمہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

(پ۴) نازل ہوئی تو آپ کا ہاتھ اتنا کشادہ ہو گیا کہ گویا آپ کو اب کسی چیز سے محبت ہی نہیں رہی۔ جو چیز آپ کو سب سے پیاری اور زیادہ اچھی معلوم ہوتی وہی خدا کی راہ میں دے دیتے۔ جب آپ کے غلاموں اور لونڈیوں کو یہ پتہ چلا تو وہ آپ کے مقبولِ نظر ہونے کے لیے زیادہ خدمت کرتے اور زیادہ عبادت کرتے (کیونکہ آپ عابد لوگوں کو زیادہ پسند کرتے تھے) جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ انہیں آزاد کر دیتے۔ کسی نے کہا حضور وہ تو آپ کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"جو ہمیں خدا کے لیے دھوکا دیتا ہے، ہم اس کا دھوکا کھا لیتے ہیں"۔

(ابن سعد جلد ۴ ص ۱۲۳)

۵۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد غلام آزاد کیے۔ جن کی قیمت لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰)

۶۔ ایک بار آپ صدقہ کر رہے تھے بیس ہزار درہم تقسیم ہو چکے کہ کچھ لوگ بعد میں آئے۔ اب آپ کے پاس اور کچھ نقد موجود نہ تھا۔ جن لوگوں کو پہلے دے چکے تھے انہیں سے کچھ رقم بطور قرضہ لی اور بعد میں آنے والوں کو دے دی۔ (ابن سعد ص ۱۰۹)

۷۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لیے۔ جب ادا کیے تو گنتی میں دو سو زیادہ آ گئے۔ میں جب واپس دینے گیا تو فرمایا۔ "کہ جو ہم ایک بار دے دیا کرتے ہیں پھر واپس نہیں لیا کرتے"۔ (ابن سعد)

اس واقعہ سے آپ کی احباب سے مروّت اور طبیعت کا استغنا عیاں ہو رہا ہے۔

۸۔ ایک بار امیر معاویہؓ نے آپ کے سامنے ایک لاکھ کی رقم اس خیال سے پیش کرنی چاہی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہو جائیں۔ آپ نے یہ کہہ کر رقم ٹھکرا دی۔ "کہ میرا ایمان اتنا ارزاں نہیں ہے"۔ (ابن سعد ص۱۳۴)

۹۔ آپ اکثر بیش قیمت لباس پہنا کرتے تھے۔ حضرت نافعؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانچ پانچ سو تک کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے مگر آپ نے اخیر عمر میں سادگی اختیار کر لی تھی اور سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا تھا۔

(ابن سعد جلد۴)

## ۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی کہ۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ۔ " الٰہی! اس کے مال و اولاد میں فراوانی عطا فرما اور اسے جنّت نصیب کر"۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار میں ان کو سب سے زیادہ دولت دی۔ بکریوں کی تجارت کرتے تھے۔ مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ بکریاں کتنی ہیں اور ملازم کتنے؟ بارہا ایسا ہوا کہ آپ کسی طرف نکل گئے تو جنگل میں بکریوں کے ریوڑ دیکھے۔ چرواہوں سے پوچھا۔ یہ کس کی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ انسؓ بن مالک کی۔ یعنی نہ آپ چرواہوں کو جانتے تھے نہ وہ آپ کو پہچانتے تھے اور سارا لین دین کا کام ملازم ہی کیا کرتے تھے۔ اولاد پر دعا کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسّی ۸۰ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ پوتے پوتیوں کی تعداد سو

سے بھی زائد تھی۔

الغرض زندگی نہایت خوشحالی سے گزری مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی۔ قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھاتے۔ خوشبو بکثرت استعمال کرتے تھے۔ آپ نے ایک باغ بڑے اہتمام سے لگوایا تھا جو سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا اس میں ایک پھول تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا۔ آپ نے شہر کے باہر ایک عالی شان محل بنوا رکھا تھا۔ وہیں بود و باش رکھتے تھے۔ ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

# ۹۔ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

یہ بہت متموّل اور فیاض بزرگ گذرے ہیں۔ اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ اور ہر ہفتہ نقد و جنس سے اُن کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ (اسد الغابہ جلد ۳)

۲۔ ہر شب جمعہ کو کوفہ کی جامع مسجد میں غلام کے ہاتھ دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں نمازیوں میں تقسیم کراتے تھے جس کی وجہ سے اکثر نمازیوں کا ہجوم رہتا۔

۳۔ کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے ناکام واپس نہیں گیا۔ اگر اس وقت کچھ پاس نہ ہوتا۔ تو ایک تحریری یادداشت بطور ہنڈی دے دیتے کہ جب روپیہ آجائے تو سائل وصول کرلے۔ (استیعاب ج ۲)

۴۔ ایک بار اسی طرح ایک شخص کو بیس ۲۰ ہزار کی ہنڈی لکھ دی تھی کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ وہ آدمی اُن کے بیٹے کے پاس ان کا خط لے کر حاضر

ہوا تو انہوں نے بیس ہزار دے دیا۔ (استیعاب جلد ۲)

۵۔ انتقال کے قریب آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھ پر اسّی ہزار قرض ہے وہ سب سے پہلے ادا کرنا۔ بیٹے نے پوچھا قرض کیسے ہوگیا؟ فرمایا کہ شریف لوگ میرے پاس آیا کرتے تھے۔ اور غیرت مندی کی وجہ سے سوال نہ کر سکتے۔ میں اُن کے چہرہ سے پہچان لیتا اور اُن کو کچھ دے دیتا تھا چنانچہ بیٹے نے جائداد سے وہ سب قرضہ ادا کیا۔ (اسد الغابہ جلد ۲)

## ۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ مدت تک کوفہ کی وزارتِ خزانہ اور عہدۂ قضا پر مامور رہے۔ آپ انتظامی قابلیت بیدار مغزی اور حساب فہمی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ علم و فضل میں بھی یکتائے روزگار تھے۔

۱۔ آپ بڑے سخی اور مہمان نواز تھے۔ کوفہ میں ایک عالی شان مکان محض مہمانوں کی خاطر بنوا رکھا تھا۔ (طبری ص ۲۸۴۲)

۲۔ آپ کو سالانہ پانچ ہزار درہم وظیفہ ملتا رہا۔ جب انتقال فرمایا تو نوّے ہزار درہم نقد چھوڑے۔ (طبقات ابنِ سعد جلد ۳ ص ۱۱۳)

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں آپ سے کچھ غلط فہمی سی ہوگئی تھی۔ جس کی بنا پر آپ کا وظیفہ رُک گیا تھا۔ مگر جب آپ نے انتقال فرمایا۔ تو حضرت عثمانؓ نے غایت انصاف سے کام لے کر جس قدر بیت المال کے ذمہ تھا اور جو تخمیناً ۲۵ ہزار تھا۔ آپ کے ورثاء کو دے دیا۔ (ابن سعد جلد ۲)

## ۱۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

آپ قریش میں بہت بڑے مالدار تھے۔ اگرچہ ذریعہ معاش تجارت تھا مگر قبل از حرمت سود ۱۰ھ تک سودی لین دین بھی کرتے رہے۔ جنگ بدر میں جب آپ محبوس ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے قیدیوں کی نسبت آپ سے بہت زیادہ فدیہ طلب کیا۔ کیونکہ آپ سب سے زیادہ متموّل تھے چنانچہ آپ بیس اوقیہ سونا دے کر رہا ہوئے تھے۔ (مسند احمد جلد ۱ ص ۳۵۴)

۱۔ حضرت عباسؓ نہایت فیّاض، مہمان نواز، رحم دل اور قریش میں بہت زیادہ سخی اور کشادہ دست تھے اور اپنا مال اپنے رشتہ داروں پر سب سے زیادہ خرچ کرتے تھے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۱)

۲۔ آپ بیش قیمت کپڑے پہنا کرتے تھے اور رؤسا کا سا ٹھاٹھ باٹھ رکھا کرتے تھے۔

## ۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

آپ بڑے فیّاض اور دریا دل میں بے نظیر تھے۔ دسترخوان کے لیے روزانہ دو اُونٹ ذبح ہوتے تھے۔ جس سے ان کے تموّل اور غریب پروری کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ ایک بار کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں شام ہو گئی۔ مسافرانہ طور پر ایک اعرابی کے ہاں ٹھہر گئے۔ اس نے غریبانہ طور پر جو کچھ ہو سکا خاطر و مدارات کی۔ صبح جب روانہ ہونے لگے تو غلام سے پوچھا "تمہارے پاس

کچھ ہے"؟ اس نے عرض کیا۔" ہاں پانچسو اشرفیاں ہیں"۔ فرمایا۔" اس کو دے دو"۔ غلام نے کہا۔ حضرت!" دو درہم کا کھانا کھایا اور پانچسو اشرفیاں دے دُوں"؟ فرمایا!" بخدا اگر اس وقت میرے پاس اس سے زیادہ رقم بھی ہوتی تو میں اس کے خلوصِ بے پایاں پر وہ بھی نثار کر دیتا۔"

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

## ۱۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ کا اصلی نام عمیر بن عامر ہے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ نہایت افلاس اور فقر فاقہ میں گزرا۔ مدتوں ایک امیر عورت، بُسرہ بنت غزوان کے ہاں محض روٹی کپڑے پر ملازم رہے۔ مگر خدا کی شان ہے کہ آپ کے اخلاق، دیانت اور بلندیٔ کردار کی وجہ سے بعد میں وہی عورت آپ کے نکاح میں آ ئی۔

۱۔ ایک بار آپ قیمتی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور کتان (قیمتی کپڑے) کے رومال سے ناک صاف کر رہے تھے کہ ماضی یاد آنے پر خود ہی اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔" واہ واہ۔ ابوہریرہ! آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو۔ حالانکہ کل تم مسجد نبوی میں درویشوں کے ساتھ بھوک کی وجہ سے غش کھا کھا کر گرتے تھے۔ اور لوگ تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابوہریرہ کو جنون ہو گیا ہے"۔ (صحیح بخاری)

۲۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو بحرین کا گورنر بنا دیا تھا۔ جب آپ کو وہاں سے واپس بلایا۔ تو ان دنوں آپ کے پاس دس ہزار روپیہ نقد موجود تھا۔

(اصابہ جلد ۷ صفحہ ۲۰۶)

۳۔ آپ صحابہ کرامؓ میں بہت زیادہ مہمان نواز تھے اور دوستوں کی خوب دعوت کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۲)

## ۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

۱۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم وحشم ملے ہوئے تھے۔ طائف میں وہط کے نام سے ایک بہت بڑی جاگیر تھی۔ جس کی قیمت کا سرسری اندازہ دس لاکھ درہم تھا۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۳۶)

۲۔ آپ کی بہت سی زمین تھی جس میں زراعت کا کام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا تھا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۳۴)

## ۱۵۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

آپ کو خدائے تعالیٰ نے وسعتِ رزق کے ساتھ فیاضی اور سخاوت کی صفت بھی عطا فرمائی تھی جو اوروں سے بہت زیادہ تھی۔

۱۔ ایک بار ایک شخص دس ہزار درہم خدا سے مانگ رہا تھا اور نہایت گڑگڑا کر دعائیں کر رہا تھا۔ حضرت امام حسنؓ نے اُسے دیکھا تو گھر جا کر دس ہزار درہم غلام کے ہاتھ اس کے پاس بھیج دیئے۔

۲۔ ایک بار ایک شخص آیا اور فقر و فاقہ کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے منشی کو طلب فرمایا اور کہا کہ جس قدر زرِ نقد ہو لے آؤ۔ وہ دس ہزار درہم

لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ پانچسو درہم اور بھی تو تھے۔ ملنشی نے عرض کیا۔ جی ہاں! وہ بھی موجود ہیں۔ فرمایا وہ بھی لاکر اسے دے دو۔

۳۔ ایک دوسرے موقعہ پر ایسا ہی ہوا۔ سائل کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ آپ نے دو ہزار درہم منگوا کر اسے دے دئیے۔

(از فصول الہمہ در رسالہ احوال ائمہ عشرہ مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

# ۱۶۔ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

حاتم طائی کی سخاوت تو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ یہ انہیں کے فرزند تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبیلہ طے کی امارت کے ذریعے ممتاز رکھا۔

۔ آپ باپ کی طرح بڑے سخی تھے۔ خدا تعالیٰ نے کافی رزق دے رکھا تھا جو شخص آپ کے رتبہ سے کم سوال کرتا اسے کچھ نہ دیتے۔ ایک بار ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا۔ اتنی کم رقم سن کر بولے۔ حاتم کا بیٹا ہوں۔ اور تم مجھ سے صرف سو درہم مانگتے ہو؟ خدا کی قسم ہرگز نہ دوں گا۔

(صحیح مسلم جلد ۲)

۲۔ ایک بار ایک شاعر آیا اور کچھ سنانا چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ پہلے مجھے دیکھ لینے دو کہ اس وقت کیا کچھ موجود ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک ہزار مویشی، دو ہزار درہم، تین غلام اور ایک قیمتی گھوڑا موجود ہے۔ فرمایا۔ ہاں اب سناؤ تمہارے لیے کافی ہے۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۵۱۷)

۳۔ ایک بار اشعب بن قیس نے آپ سے کچھ دیگیں مانگ بھیجیں۔ عدی نے

انہیں بھروا کر بھیج دیا۔ اشعث نے کہلا بھیجا کہ میں نے خالی مانگی تھیں جا کہ میں نے بھیجی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خالی دیگ نہیں دیا کرتے ہیں۔
(اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۹۴)

## ۱۷۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ

آپ نے کھانے پینے کی ایک دکان (ریسٹورنٹ) کھول رکھی تھی جس سے آپ کو نہایت کثیر نفع حاصل ہوتا رہا۔ آپ نے کئی ایک مکان بطور جائداد بنا لیے۔ جن پر کافی خرچ ہوا۔ پھر بھی انتقال پر چار ہزار دینار (پونڈ) نقد چھوڑ گئے۔

(ابن سعد جلد ۳)

## ۱۸۔ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

آپ بھی تاجر تھے اور بہت بڑے تاجر تھے۔ جاگیر بھی کافی تھی۔ آپ نے خیبر کی زمین بیچنی چاہی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید لی۔ جس سے آپ کی دولت مندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳)

## ۱۹۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

آپ بڑے صاحب ثروت اور صاحب ہمت تھے۔ سینکڑوں فتوحات حاصل کیں۔ جن میں آپ کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ملتا رہا۔ کافی دولت پیدا کی۔ لاکھوں روپیہ مختلف کاموں میں لگا ہوا تھا۔ مکہ کے قرب و جوار

میں آپ کی بہت سی زمین اور باغات بھی تھے ۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صد ۱۹۲)

۲۔ عہدِ عثمانی میں آپ نے بڑے بڑے قلعے سَر کئے ۔ ہر موقعہ پر آپ کو پانچواں حصّہ ملتا رہا ۔ شہر کا مرزبان سے دس لاکھ اور نسا آر کے فرمانروا سے تین لاکھ اور حاکم بہمنہ سے چار لاکھ اور طوس و کفاز سے چھ لاکھ اور شاہجہان سے ۲۲ لاکھ اور پرگنہ شق البحر ز سے تین لاکھ اور اہل بلخ سے تین لاکھ روپیہ وصول کر کے اُن سے صلح کی تھی ۔ (فتوح البلدان بلاذری)

۳۔ خدا نے جس قدر دولت دی تھی اتنے ہی فیاض بھی تھے ۔ ایک بار مدینہ کے تمام انصار و مہاجرین میں ہزارہا روپیہ بانٹ دیا ۔ (استیعاب ج ۱)

۴۔ عرفات میں حُجّاج کو پانی کی تکلیف تھی ۔ آپ نے بڑے بڑے حوض اور تالاب بنوا کر اُن میں نہروں سے پانی اتارا ۔ اور اپنے خرچ پر مختلف مقامات پر بکثرت کنوئیں کھدوائے ۔ (مستدرک حاکم جلد ۳)

۵۔ بصرہ میں ایک نہر کھدوائی ۔ بہت سے مکانات خرید کر ایک خوبصورت بازار بنوایا اور اس کے علاوہ کئی ایک رفاہ عامہ کے کام کئے ۔

## ۲۰ ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت سی دولت دے رکھی تھی ۔ جو اکثر فیاضی اور سخاوت ہی میں خرچ ہوتی تھی ۔ سیر چشمی اور دریا دلی تو گویا آپ کے خمیر میں داخل تھی ۔ جزیرۃ العرب میں دس فیّاض مشہور تھے ۔ مگر عبداللہ ان سب سے زیادہ مشہور تھے ۔

۲۔ ایک مرتبہ چند تاجر بہت سی شکر لے کر مدینہ آئے ۔ بازار سرد تھا ۔ تاجروں

کو نقصان کا اندیشہ ہوا - آپ کو پتہ چلا تو حکم دیا کہ سب تُسکہ خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کر دی جائے - ( اصابہ جلد ۴ ص ۴۹ )

۳- ایک مرتبہ ایک علیسٹے نے آپ کے سامنے کچھ شعر پڑھے - آپ نے خوش ہو کر اس کو بہت سے اونٹ ، گھوڑے اور درہم و دینار دیئے ( استیعاب جلد ا ص ۳۵۴ )

۴- ایک مرتبہ دیہی علاقہ کے زمینداروں نے اپنے کسی معاملہ میں آپ کو خلیفۃ المسلمین کے پاس گفتگو کے لیے بھیجا - آپ کی کوشش سے فیصلہ زمینداروں کے موافق ہو گیا - تو انہوں نے اس کے صلہ میں چالیس ہزار کی رقم پیش کی - آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں نیکی اور بھلائی فروخت نہیں کیا کرتا - ( اصابہ جلد ۴ )

۵- بکثرت فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے آپ اکثر مقروض ہو جایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار آپ حضرت زبیر بن العوامؓ کے دس لاکھ کے مقروض ہو گئے - حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد اُن کے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ سے کہا کہ والد کی یادداشتوں میں دس لاکھ کا قرضہ آپ کے ذمہ معلوم ہوتا ہے - آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے - میں ہر وقت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں - جب جی چاہے آکر لے لو - ( اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۴ )

## ۲۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

آپ نے ابتدائی دور میں جتنی عسرت اور تنگی دیکھی آخری دور میں اتنی ہی ثروت میں فراوانی ہوئی - آپ بہت بڑے جاگیردار تھے - مدینہ منورہ سے

دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق پر آپ نے عالی شان محلات تعمیر کرائے ہوئے تھے اور کوفہ میں بھی آپ کے بہت سے مکانات تھے۔

۲۔ کرایہ کے مکانات کے علاوہ آپ کو زمین کی پیداوار سے بھی اچھی خاصی آمدنی تھی۔ چنانچہ ایک بار آپ نے والئے مدینہ کو اپنے نقد مال کی زکوٰۃ پانچ ہزار درہم بھیجی۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۰۵)

۳۔ آپ غرباء اور مساکین کے علاوہ مجاہدین اسلام کی بھی بہت مدد کیا کرتے تھے۔ مگر اس داد و دہش اور صدقہ و خیرات کے بعد جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کے ہاں اڑھائی لاکھ روپیہ موجود تھا۔

(طبقات ابن سعد)

## ۲۲۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

آپ یمن کے رہنے والے تھے اور خاندانی لحاظ سے ایک ذی اثر رئیس تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو یمن کا گورنر بنا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں آپ بصرہ کے والی مقرر ہوئے پھر کوفہ کے گورنر بنے رہے۔ پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے۔

۱۔ آپ کے تموّل کی ادنیٰ ترین دلیل یہ ہے کہ آپ نے ایک حطیہ نامی شاعر پر خوش ہو کر اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دیا۔ (طبری)

۲۔ بصرہ میں پانی کی قلت تھی۔ آپ نے اپنے خرچ پر دریائے دجلہ سے ایک نہر کاٹ کر بصرہ تک پہنچائی جو اب تک "نہر ابی موسیٰ" کے نام سے مشہور ہے۔

# ۲۳۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ کو بہادری اور شجاعت کی بنا پر دربارِ رسالت سے "سیف اللہ" کا خطاب ملا۔ قریباً سوا سو لڑائیوں میں آپ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھلائے جسم میں ایک بالشت حصّہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخموں سے چھلنی نہ ہوا ہو۔ (اسد الغابہ جلد ۲)

آپ مختلف اوقات میں مختلف عہدوں پر ممتاز رہے۔ بڑا مشاہرہ پاتے رہے۔ اور لوگوں کو بڑا بڑا انعام بھی دیتے تھے۔ ایک بار آپ نے اشعث بن قیس شاعر کو دس ہزار انعام دیا تھا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو حمص سے واپس بلایا۔ تو اس وقت آپ کے پاس اسّی ہزار روپیہ موجود تھا۔ (ابن اثیر جلد ۲ صـ۴۱۹)

# ۲۴۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

۱۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے۔ آپ نے سب رقم لوگوں میں تقسیم کر دی اور اپنے لیے ایک ٹکہ تک نہ رکھا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو عبیدہ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اسے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

(ابن سعد جلد ۳ صـ۳۰۱)

۲۔ ایک بار ایک شخص آپ کو ملنے آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ حضرت یہ رونا کیسا؟ فرمایا کہ حضور سرورِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہمارے دن اور فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ " ابوعبیدہ ! اگر اس وقت تو زندہ رہے، تو خیال رہے کہ تیرے لیے تین خادم کافی ہوں گے اور تین جانور" مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ میرا گھر غلاموں سے اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے' آہ! میں حضور صلعم کو کیا منہ دکھاؤں گا ؟ (مسند احمد)

۳- ایک بار عرب میں قحط پڑا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلے کے لدے ہوئے بھیجے جو سب مسلمانوں میں مفت تقسیم کیے گئے۔ (طبری ص۲۵۷۷)

## ۲۵- حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

آپ شام کے گورنر تھے اور معقول مشاہرہ پاتے تھے اور سب کا سب راہِ خدا میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجی۔ آپ نے اسلامی لشکر کو بلایا اور ساری کی ساری رقم ان میں بانٹ دی۔ (اسد الغابہ جلد ۶ ص۲۱۱)

۱- دوسری دفعہ حضرت عمرؓ نے پھر دس ہزار کی گراں قدر رقم بھیجی۔ آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میرے گھوڑوں اور غلاموں کی آمدنی میرے لیے کافی ہے۔ میں مسلمانوں کی خدمت فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو لے لو واپس نہ کرو۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال دیا اور میں نے بھی یہی عرض کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ" اگر خدا تعالےٰ بغیر سوال کے دے دے تو لے لیا کرو، وہ اس کا عطیہ ہوتا ہے"۔ (مستدرک حاکم جلد ۳)

# ۲۶ - حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے - پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے اور ساری کی ساری تنخواہ غربا، مساکین اور اہل علم میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور خود چٹائی بُن کر معاش پیدا کر لیتے تھے - حاکم ہونے کے باوجود ساری زندگی زاہدانہ اور درویشانہ طور پر بسر کی -

# ۲۷ - حضرت حجّاج بن علاط رضی اللہ عنہ

آپ صحابہ میں مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھے - اس کا سبب یہ تھا کہ بنو سلیم کی کانیں آپ ہی کی ملکیت میں تھیں - (استیعاب جلد ۱ صـ۱۳۲)

# ۲۸ - حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

آپ اپنے قبیلہ کے ارباب ثروت میں سے تھے - جب انتقال فرمایا - تو آپ کی ملکیت میں ایک ہزار اونٹ تھے - (اسد الغابہ جلد ۳)

# ۲۹ - حضرت حویطب رضی اللہ عنہ

آپ مکہ کے روٴسا میں شمار ہوتے تھے - ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے تھوڑا سا قرض مانگا - تو آپ نے حضورؐ کو چالیس ہزار درہم دیئے -

(مستدرک حاکم جلد ۳ صـ۴۹۳)

۲۔ آپ کے مدینہ منوّرہ میں کئی مکان تھے۔ ایک مکان آپ نے حضرت معاویہؓ کے پاس ۴ ہزار میں فروخت کیا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۲)

## ۳۰۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

آپ بصرہ کے حکمران تھے۔ معقول تنخواہ پاتے تھے۔ علاوہ ازیں بارہ ہزار جریب زمین کے مالک تھے۔

## ۳۱۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ

آپ تلواریں بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔ ابتدائی زمانہ تو عُسرت سے گزرا مگر جب خُدا نے مُرفہ الحالی دکھائی تو اتنی دولت کمائی کہ صدقہ خیرات کرنے کے بعد جب آپ نے وفات پائی تو چالیس ہزار درہم پس انداز تھے۔

(کنز العمال جلد ۵، ابن سعد جلد ۳)

## ۳۲۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

آپ کے مال و دولت کا صرف اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؓ اصحابِ صُفّہ کے اَسّی۸۰ صحابہ کو روزانہ اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے۔

(کنز العمال)

## ۳۳۔ حضرت یعلی بن سہیل رضی اللہ عنہ

آپ کو کاروباری سلسلہ میں ایک دفعہ کچھ روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو ایک مکان (جو رہائشی مکان سے بہت معمولی تھا) فروخت کر دیا۔ جس کی قیمت

ایک لاکھ درہم وصول ہوئی۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۴۵)

## ۳۴۔ حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ

آپ بہت متموّل خدا ترس اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کہ عرب میں دختر کُشی کا عام رواج تھا اور لوگ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی ننگِ قرابت سے بچنے کے لیے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اس وقت بھی آپ کی خدا ترسی اس معصوم طبقہ کی پرورش کے لیے کھُلی تھی۔ آپ لوگوں سے وہ لڑکیاں خرید لیتے پھر ان کی پرورش کرتے اور بیاہ دیتے۔ آپ نے ایک بار حضور صلعم سے عرض کیا۔ حضورؐ میں نے ۳۶۰ دفن ہونے والی لڑکیاں، فی لڑکی چار چار، پانچ پانچ اونٹ دے کر خریدی ہیں۔ کیا مجھے اس کا کوئی اجر ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا۔ "ہاں تجھے خدا نے اسلام سے نوازا ہے۔ اس لیے تجھے بہت بڑا اجر ملے گا"۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۱)

## ۳۵۔ حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

آپ بہت بڑے جاگیردار تھے۔ مگر بایں ہمہ اصل ذریعہ معاش تجارت ہی تھا۔ اگرچہ آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مگر آپ کا مکہ معظمہ والا مکان ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا اور اتنا وسیع اور عالیشان تھا کہ آپ کے ایک پوتے نے اس کا صرف ایک حصّہ (جو اس کو شرعی طور پر ملتا تھا) سترہ ہزار دینار (پونڈ) میں فروخت کیا تھا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۷۳)

## ۳۶- حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

آپ کو دربارِ خلافت سے تین ہزار وظیفہ ملتا تھا۔ اور اس کے علاوہ وادی القریٰ میں کافی جائداد بھی تھی۔ جس کا انتظام آپ خود کیا کرتے تھے۔

(ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۵۰)

۲- آپ کے کھجوروں کے بہت سے باغات بھی تھے۔ جس میں خاص خاص قسم کے اعلیٰ درخت تھے۔ محمد بن سیرینؒ کی روایت ہے کہ آپ کے باغ میں ایک ایک درخت ہزار ہزار درہم کی قیمت کا تھا۔

## ۳۷- حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ

آپ بہت دولتمند تھے۔ مگر پیسہ سوچ بچار کر خرچ کرتے تھے۔ انتقال پر ہزاروں کی تعداد میں مویشی چھوڑے۔ ۳۲ لڑکے تھے۔ کئی کئی ہزار مویشی ایک ایک کے حصہ میں آئے۔ (اصابہ جلد ۵)

## ۳۸- حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

آپ بڑے دولتمند تھے۔ زید بن حارثؓ کو آپ ہی نے چار سو میں خریدا۔ اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کو دے دیا تھا۔ آپکے تموّل کا اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ ایک حج پر ایک سو اُونٹ ایک ہزار بکرے قربانی دیئے تھے اور ایک سو غلام بھی آزاد کئے تھے۔

## ۳۹- حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ

آپ نے انتقال کے وقت حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے نیچے چھوٹے

ہیں۔ اور چار ہزار قرض ہے۔ آپ نے میری جائداد سے ادا کرنا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اُن کا ایک باغ جو بہت اعلیٰ اور شاداب تھا فروخت کرنے کی بجائے قرض خواہوں کو بلا کر ایک ہزار سالانہ قسط پر راضی کر لیا۔ گویا چار سال میں اس کا کُل پھل فروخت کر کے اُن کا قرضہ تمام ادا کر دیا اور جائداد ساری کی ساری بچ گئی۔ (سیرت الصحابہؓ)

## ۴۰۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل

آپ رئیس ابن رئیس تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ عہد کر لیا تھا کہ جتنی لڑائیاں ہیں اسلام کی مخالفت میں لڑ چکا ہوں اُن سے دُگنی رقم اب خدا کی راہ میں خرچ کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور کبھی ایک حبہ تک بیت المال سے نہ لیا۔

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی حالت ذرا نرم دیکھی تو کچھ دینا چاہا۔ مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور فرمایا کہ اس حالت میں بھی میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہیں۔ (اسد الغابہ جلد ۴)

## ۴۱۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

آپ قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھے مگر دولت قوم اور اسلام کے لیے وقف تھی۔ خود زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

## ۴۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

آپ ایک بہت بڑی جائداد کے مالک تھے۔ مگر ساتھ ہی بڑے شاہ خرچ

ہوئے تھے۔ قرض زیادہ ہوگیا تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی جائداد رٹ آف وارڈ کرلی۔ تاکہ ضائع نہ ہونے پائے۔

# دولت مند تابعین رحمہم اللہ

## ۴۳۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ

انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور دریا دلی، آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ خدا کی راہ میں بے دریغ دولت لٹاتے تھے۔ فقراء مساکین اور اہلِ حاجت کی دستگیری کے لیے ہمیشہ آپ کا دستِ کرم دراز رہتا تھا۔ مدینہ منورہ کے نامعلوم کتنے غریب گھرانے آپ کی ذات سے پرورش پاتے تھے۔ مگر کسی کو خبر تک نہ دیتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ خفیہ طور پہ سو گھرانوں کی مستقل کفالت کرتے تھے۔ (تہذیب الاسماء جلد ۱ صـ۳۴۳)

۲۔ آپ رات کے اندھیرے میں غلہ کی بوریاں اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھروں میں ڈال آیا کرتے تھے۔ وفات پر جب غسل دیا جانے لگا تو جسمِ اطہر پر نیل کے داغ نظر آئے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ ان بوریوں کے داغ ہیں۔ جو آپ رات کو خفیہ غرباء کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔ (مختصر صفوۃ الصفوۃ صـ۱۳۴)

۳۔ ایک بار آپ مسجد سے نکلے تو کسی مخالف نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم سچے ہو۔ مجھ میں تو اس سے بھی زیادہ برائیاں ہیں جو تم نے بیان کیں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میرے عیبوں پر توجہ دلائی۔ اگر کوئی ضرورت یا حاجت ہو تو بتاؤ میں تمہاری مدد کروں۔ اس کے بعد آپ اسے اپنے ساتھ لے گئے اور گھر میں پہنچ کر اسے ایک ہزار درہم کی تھیلی بطور شکریہ پیش

کی جس سے وہ بہت ہی نادم ہوا اور کہہ اُٹھا کہ واقعی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچّی اولاد ہیں ۔ (ایضاً)

۴ - ایک بار فرزوق نے جو مشہور شاعر تھا ایک قصیدہ پڑھا جس پر آپ نے خوش ہو کر بارہ ہزار درہم عطا فرمائے ۔ (ایضاً)

۵ - آپ نے عمر میں دو مرتبہ اپنا تمام اثاثۃ البیت (مال ومتاع) نصف نصف کرکے خدا کی راہ میں خرچ کر دیا تھا ۔ (ابن سعد ج ۵ ص۱۶)

۶ - آپ لباس اکثر قیمتی پہنا کرتے تھے ۔ سردیوں میں لومڑیوں کا سمور استعمال فرماتے ۔ عام طور پر پچاس پچاس دینار (پونڈ) کی قیمت کا لباس پہنا کرتے تھے جو دوسرے موسم میں بدل دیتے تھے ۔ (ابن سعد جلد ۵ ص۱۶۱)

## ۴۴ - حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت مالدار تھے ۔ لباس نہایت نفیس اور خوش رنگ استعمال کرتے تھے جو بہت قیمتی ہوتا تھا ۔ وفات پر ایک لاکھ روپیہ نقد چھوڑا ۔ جس میں نہ کسی کا کوئی حق تھا، نہ ناجائز آمدنی کا ایک حبّہ تھا ۔ (تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص۸۵)

آپ نے کسی عزیز سے روپیہ لینا اور اس کے زیر احسان ہونا بھی گوارا نہ فرمایا کرتے تھے ۔ اور اسے بھی ناجائز ہی سمجھتے تھے ۔ سلمان بن قتہ کا بیان ہے کہ ایک بار عمر بن عبید اللہ نے آپ کی حالت ذرا نرم دیکھی ۔ اور میرے ہاتھ ایک ہزار دینار بھیج دیا ۔ مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ایسی مدد نہیں لیا کرتا ۔ (ابن سعد جلد ۵ ص۱۴۱)

## ۴۵۔ بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ

خدا تعالے نے آپ کو دنیاوی حیثیت سے بہت مالدار بنایا تھا۔ اور تحدیث نعمت کے طور پر امیرانہ اور عیش و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ خوش لباسی کے بڑے شائق تھے۔ چار چار ہزار کی قیمت کا لباس استعمال کرتے تھے مزاج میں نفاست اتنی تھی کہ ادنیٰ سی بات بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چار سو میں ایک کپڑا خریدا۔ درزی نے لباس قطع کرنے کے لیے اس پر مٹی سے نشان لگانا چاہا۔ آپ نے اسے ڈانٹا اور پھر کافور منگوا کر اس سے نشان لگوایا۔

(ابن سعد جلد ۳ صہ ۱۵۲)

## ۴۶۔ محمد بن مسلم زہری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کاروباری آدمی تھے اور بڑے فیاض تھے۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے درہم و دینار کو زہری کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا۔ وہ روپیہ کو اونٹ کی مینگنی سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرتے اور بار بار مقروض ہو جاتے تھے۔ ایک بار کسی نے کہا کہ آپ اتنا قرض کیوں لیتے ہو؟ اگر مر گئے تو کیسے ادا ہوگا؟ جواب دیا کہ مجھ پر قرض ہے کتنا؟ کل چالیس ہزار دینار تو قرض ہے۔ میرا ایک ایک غلام چالیس ہزار سے زیادہ قیمت کا ہے۔ اور میرا وارث صرف ایک پوتا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ سب کچھ اللہ کی راہ میں دے مروں اور کوئی میرا وارث نہ ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صہ ۹۹)

# ۴۷۔ حضرت محمدؒ بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

علم و فضل میں آپ نے جو نام پیدا کیا۔ دُنیا اسے جانتی ہے مگر ہمیں تو یہ بتانا ہے کہ آپ بہت بڑے تاجر تھے اور تجارت میں حلّت و حرمت کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ شاید ہی کوئی رکھ سکے۔

۱۔ ایک بار آپ نے غلّہ خریدا جس میں اسّی ۸۰ ہزار کا فائدہ ہوا۔ مگر دل میں شبہ پیدا ہو گیا کہ اس منافع میں سود کا کچھ شائبہ ہے اس لیے ساری رقم چھوڑ دی۔ حالانکہ اس میں مطلق ربوٰا نہ تھا۔ (ابن سعد جلد ۷ ص ۱۴۵)

۲۔ ایک دفعہ چالیس ہزار کا غلّہ خریدا۔ بعد میں انہیں اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئیں جنہیں وہ مکروہ سمجھتے تھے اس لیے سارے کا سارا غلّہ خیرات کر دیا۔ (ایضاً)

۳۔ ایک بار چالیس ہزار روپیہ کا روغن زیتون خریدا۔ اس کے پیپوں میں سے چوہا نکل آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ چوہا کولہو میں پڑ گیا تھا۔ یہ معلوم کر کے سارے کا سارا تیل پھینکوا دیا۔ تاکہ کسی کو مکروہ مال دے کر گنہگار نہ بن جاؤں۔

(تہذیب الاسماء جلد ۱ ص ۸۴)

۴۔ ابن عون کا بیان ہے کہ جب ابن سیرین کے پاس کوئی کھوٹا سکّہ آتا تو وہ اس سے نہ کوئی چیز خریدتے نہ کسی کو دیتے کہ اسے نقصان پہنچے گا چنانچہ آپ کی وفات پر اس قسم کے پانچسو بیکار سکّے برآمد ہوئے۔

۵۔ آپ وفات پر چالیس ہزار کے مقروض تھے۔ بیٹے سے عہد لیا کہ سب سے پہلے میرا قرض ادا کرنا۔ پھر جائداد تقسیم کرنا۔ (ایضاً)

# ۴۸۔ حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ

اپنے زمانے کے بڑے محدّث اور چوٹی کے عالم تھے۔ ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ریشمی کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کاروباری دیانت میں اتنا مبالغہ کرتے تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔

۱۔ ایک بار ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا۔ آپ کو معلوم ہوا۔ تو ایک دوسرے کے ریشم و پارچہ فروش سے تیس ہزار کا ریشم خریدا۔ جب سودا ہو چکا تو دیانتداری کے طور پر خریدا کہ تمہیں معلوم ہے کہ فلاں مقام پر ریشم کا نرخ بڑھ گیا ہے۔ اس نے کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں آپ کو اتنا ارزاں کیوں دیتا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اپنا مال واپس لے لو۔ میں تمہیں دھوکہ سے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صـ۴۴۳)

۲۔ ایک دفعہ ایک عورت آپ کے پاس ایک ریشمی چادر فروخت کے لیے لائی۔ آپ نے پوچھا، کیا لو گی؟ اس نے کہا ساٹھ درہم۔ آپ نے اپنے ایک ہمسایہ تاجر کو چادر دکھائی۔ اور پوچھا کہ یہ کتنی قیمت کی ہو گی؟ اس نے کہا کوئی ۱۲۰ درہم کی ہو گی۔ آپ نے عورت سے کہا کہ بڑھیا تو غلطی کھا رہی ہے۔ چادر ۶۰ کی نہیں بلکہ ۱۲۰ درہم کی ہے اگر منظور ہو تو ۱۲۰ درہم لے جاؤ۔ (ایضاً)

۳۔ ایک مرتبہ ایک شخص ایک ریشمی جُبّہ لایا اور پانچسو قیمت طلب کی۔ آپ کی نگاہ میں وہ بہت زیادہ قیمت کا تھا۔ چنانچہ خود بخود آپ نے اُسے دو ہزار دیدیا (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صـ۱۳۰)

## ۴۹ - حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت زبیر بن العوامؓ کے پوتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے تموّل کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ آپ نے انہیں کی ورثہ پائی تھی۔ نہایت فیاض اور سیر چشم تھے۔ آپ کی فیاضی اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک لاکھ کے مقروض ہو گئے۔ اور یہ قرض خاندان کی چند شادیوں کی وجہ سے ہو گیا تھا۔ کہ اُن میں بڑی شاہ خرچی سے کام لیا گیا۔ مگر چونکہ جائداد کافی تھی اس لیے قرض کی پرواہ نہ تھی۔ (تاریخ خطیب جلد ۱۴ صـ ۱۳۹)

## ۵۰ - حضرت مکحول دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنی ساری آمدن مجاہدین اسلام میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کو دس ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم ملی۔ وہ بھی مجاہدین کو دے دی۔ اور اُن کو گھوڑے خریدنے کے لیے پچاس پچاس اشرفیاں الگ دیں۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صـ ۹۶)

## ۵۱ - حضرت فروخ رائی رحمۃ اللہ علیہ

پہلے غلام تھے۔ پھر آزاد ہوئے۔ آپ نے بہت دولت کمائی۔ علم ہی کی نشر و اشاعت میں خرچ کی۔ جس کا ادنیٰ ترین اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادہ ربیعہ کو تعلیم دلانے پر تیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ بیوی سے ذکر ہوا تو فرمایا فکر نہ کرو۔ ابھی چار ہزار اشرفیاں میرے پاس اور بھی موجود ہیں۔ (تاریخ خطیب جلد ۸ صـ ۴۲۱)

# ۵۲ - حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو دو ہزار تنخواہ ملتی تھی ۔ (ابن خلکان جلد ا صفحہ ۲۴۴) بڑے فیاض اور اعزہ شناس تھے ۔ جب ان کا کوئی عزیز رشتہ دار قرض چھوڑ کر مرجاتا تو آپ اپنی جیب سے اس کا قرض ادا کیا کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۷)

# ۵۳ - حضرت عامر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے مخیر اور فیاض تھے ۔ مجاہدین اسلام کی خدمت کا خاص شوق تھا ۔ آپ کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا ۔ یہ جس وقت ملتا راستہ میں گھر آتے آتے سب خرچ کر آیا کرتے تھے ۔ (ابن سعد صفحہ ۷۵)

# ۵۴ - حضرت ابو اسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے دادا حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پندرہ ہزار پانچ سو وظیفہ پاتے تھے ۔ اور باقی اہل وعیال کا سو سو روپیہ وظیفہ تھا ۔ ان کو اور ان کے والد عبد اللہؒ کو امیر معاویہؓ کے زمانہ میں تین تین سو ملتا رہا ۔ زندگی نہایت آرام سے گزری ۔ (ابن سعد ج ۶ صفحہ ۳۱۶)

# ۵۵ - حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

دورِ خلافت میں عدل وانصاف کے علاوہ آپ کی پرائیویٹ زندگی میں جو سادگی اور درویشی دکھائی دیتی ہے وہ یقیناً کسی ولی اللہ سے کم نہیں ۔ مگر ایامِ خلافت سے پہلے آپ کی زندگی بڑے عیش وتنعم اور شان وشوکت

میں گزری۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے قیمتی لباس، عیش و آرام اور عطریات کا ازحد شوق تھا۔ اور میں نے اس شوق کو اتنا پورا کیا کہ میرے دور میں شاید کسی کو ایسی زندگی نہ نصیب ہوگی۔ آپ چار سو روپیہ کی قیمت کا کپڑا پہنا کرتے تھے اور جب ایک بار پہن لیتے تو پھر دوسری بار اسے استعمال نہ کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ذاتی اور آبائی تموّل کا نتیجہ تھا۔ مگر جونہی خلیفہ ہوئے۔ یعنی حکومت ملی تو آپ نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا۔ لباس بقدر ستر پوشی اور غذا بقدر لا یموت رہ گئی۔ اس حیثیت سے آپ کی زندگی ایک بے نظیر زندگی تھی اور شعر کی پوری آئینہ دار تھی کہ ؎

آں مسلمانے کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

## ۵۶۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اگرچہ ابھی بہت سے تابعین کے حالات باقی ہیں۔ مگر ہم طوالت کے خوف سے اب مضمون کو تبرکاً و تیمناً حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مبارک حالات پر ختم کرتے ہیں[1]۔ تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ حضرت نعمان بن ثابت بھی دیگر ائمہ ہدیٰ کی طرح بہت بڑے متموّل اور تاجر تھے۔ آپ کے مختصر حالات سیرت النعمان علامہ شبلیؒ اور مناقب النعمان، عقود المرجان، خیرات الحسان حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کتب سے اخذ کر کے درج کیے جاتے ہیں۔ (۱) آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ دُور دراز شہروں میں آپ نے گماشتے مقرر کر رکھے

---

[1] مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے حق بات یہ ہے کہ تبع تابعین سے تھے (فاروقی)

تھے ۔ لاکھوں کا لین دین تھا ۔ بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا اور کاروباری دیانت کے باعث آپ اطراف وکناف میں مشہور تھے ۔

۲ ۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے منشی حفص بن عبد الرحمٰن سے کہا " کہ دیکھو یہ ریشمی تھانوں کی گٹھڑ کچھ داغدار سی ہے ۔ جب بیچو تو خریدار کو آگاہ کر دینا ، اور اس کے دام بھی کچھ کم لینا تاکہ خریدار کو نقصان نہ پہنچے مگر حفص بھول گئے اور گٹھڑ پوری قیمت پہ نکل گئی ۔ چند روز کے بعد جب آپ نے حساب لیا تو معلوم ہوا کہ غلطی سے ملازم نے اس کی پوری قیمت چارج کر لی ہے ۔ آپ نے فرمایا " اچھا اب اس کی ساری قیمت ( جو تیس ہزار درہم ہے ) فقراء اور مساکین میں بانٹ دو ۔ میں اس مشکوک مال کو اپنے طیّب مال میں شامل نہیں کر سکتا ۔"

۳ ۔ ایک بار ایک عورت آپ کے پاس خز ( ریشمی کپڑے ) کا ایک تھان لے کر آئی ۔ آپ نے قیمت پوچھی ۔ اس نے کہا سو درہم ۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو پانچسو درہم کا ہے ۔ اگر لینا ہو تو پانچسو درہم لے لو ۔ وہ سمجھی کہ آپ مذاق کرتے ہیں ۔ مگر آپ نے پانچسو درہم نکالے اور اسے دے دیئے اور فرمایا کہ " تمہاری غلطی سے میں ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا ۔"

۴ ۔ ایک بار کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ۔ ان میں سے ایک شخص ظاہراً شکستہ حال معلوم ہوتا تھا ۔ جب سب رخصت ہو گئے تو آپ نے اسے کہا ذرا ٹھہرو ۔ پھر اندر گئے ۔ اور ایک ہزار کی تھیلی لا کر پیش کی ۔ اور فرمایا " یہ لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو ۔" اس نے عرض کیا ۔ حضرت میں دولت مند ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے اس

کی ضرورت نہیں ۔ آپ نے فرمایا " اگر دولت مند ہو ۔ تو حالت خستہ کیوں بنا رکھی ہے ؟ دوسروں کو خواہ مخواہ شُبہ ہوتا ہے "۔

۵ ۔ آپ لباس بہت قیمتی پہنا کرتے تھے ۔ اکثر خوش لباس رہتے ۔ سنجاب اور قاقم جیسے قیمتی کپڑوں کے جُبّے استعمال کیا کرتے تھے ۔ ٹوپی بہت قیمتی ہوتی تھی ۔ دیگر رؤسا کے پاس صرف ایک آدھ درباری ٹوپی ہوتی ۔ مگر آپ کے پاس بارہ ٹوپیاں تھیں ۔ جو ہزاروں روپیہ کی مالیت رکھتی تھیں ۔

ابو مطیع بلخی کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک دن آپ کو سادہ لباس میں دیکھا مگر اس دن بھی آپ ایسی قمیص اور چادر پہنے ہوئے تھے ۔ جن کی قیمت چار چار سو درہم تھی ۔

۶ ۔ نضر بن محمد کا بیان ہے ۔ کہ ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے ، راستہ میں میرا مکان تھا ۔ فرمایا اگر کوئی چادر ہو تو دینا ۔ میں گھر سے لانا بھول گیا ۔ میں نے اچھی سے اچھی چادر پیش کر دی ۔ واپس آئے تو چادر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ناحق مجھے اس کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑا میں حیران ہُوا کہ اتنی قیمتی چادر جو میں نے پانچ دینار ( ۵ پونڈ ) میں خریدی تھی ۔ پتہ نہیں امام صاحب کی نگاہ میں کیوں نہیں جچی ؟ اتفاقاً دوسرے روز میں آپ کے ہاں گیا تو دیکھا آپ ایک چادر اوڑھے بیٹھے ہیں جس کی قیمت تیس ۳۰ دینار ( ۳۰ پونڈ ) کے قریب ہے ۔ جب میں نے اس سے بھی زیادہ قیمت کی چادریں آپ کے ہاں دیکھیں تو میرا استعجاب جاتا رہا ۔

۷ ۔ آپ بڑے فیاض ، علم نواز ، اور حق شناس تھے ۔ آپ کے عہد میں ابراہیم نامی ایک بہت بڑے عالم تھے جو چار ہزار قرض کے نیچے دب گئے تھے ۔ اور اسی ندامت کی وجہ سے باہر نہیں نکلتے تھے ۔ اُن کے ایک دوست

نے چاہا کہ چندہ کر کے کسی طرح ان کا قرض اتار دیا جائے۔ چنانچہ وہ اسی سلسلہ میں آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ "کہ اور کسی سے چندہ نہ مانگو۔ اس میں ان کی فضیحت ہے۔ چار ہزار مجھ سے لے جاؤ اور چپکے سے قرضہ ادا کر دو"۔

۸۔ ایک دفعہ آپ کسی بیمار کی عیادت کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ملا جو اُن کا مقروض تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر کترا گیا۔ اور راستہ بدل لیا۔ آپ نے بھی بھانپ لیا۔ اسے آواز دی۔ وہ ٹھہر گیا۔ پوچھا کہ تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں کاٹا؟ اس نے عرض کیا۔ میں نے آپ کا دس ہزار روپیہ دینا ہے جو بطور قرض لیا تھا۔ چونکہ تنگ دستی کی وجہ سے ادا نہیں کر سکا۔ اس لیے شرم کے مارے آپ کے سامنے نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا "اچھا یہ بات ہے۔ مجھے تو اس کا خیال بھی نہیں تھا۔ جاؤ میں نے قرض معاف کر دیا مگر تم میل جول کے سابقہ تعلقات نہ توڑو"۔

۹۔ اسی طرح عبداللہ سہمیؒ جو آپ کے دوست تھے۔ ایک بار حج میں آپ کے ساتھ تھے۔ کہ کسی قرض خواہ نے عبداللہ کو آلیا۔ عبداللہ نے کہا ابھی میرے پاس کچھ نہیں۔ جب ہوگا دے دوں گا۔ اُس نے بُرا بھلا کہا۔ امام صاحب کو معلوم ہوا تو اس کا سارا قرضہ ادا کر دیا اور فرمایا "کہ ہم دوستوں کی توہین برداشت نہیں کر سکتے"۔

۱۰۔ آپ علماء شیوخ اور محدثین کی بکثرت خدمت کرتے تھے۔ اور جو طلباءُ تحصیل علم کے لیے آپ کے پاس آتے۔ آپ اُن کے وظائف مقرر کر دیتے تھے تاکہ وہ اطمینان سے علم حاصل کر سکیں۔

۱۱۔ اہل علم کی قدردانی کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب عالم کے پاس

آپ نے اپنے صاحبزادہ حمّاد کو پڑھنے کے لیے بٹھایا۔ جب اس نے حماد کو الحمد شریف ختم کرائی تو آپ نے پانچ سو درہم اُن کی نذر کئے۔

۱۲۔ خدا تعالے نے جہاں آپ کو علم و فضل اور مال و زر عطا فرمایا تھا وہاں استغنا بھی حد سے زیادہ تھا۔ ایک بار حرّہ زوجہ شاہ منصور نے پچاس ہزار کی تھیلی بطور نذر بھیجی۔ آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

# دولت مند اُمہات المومنین رضی اللہ عنہ

صحابہ کرامؓ کے علاوہ اگر محترم صحابیاتؓ کو دیکھا جائے اور ان کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی کافی متموّل تھیں۔ صحابیاتؓ ہماری طرح خاوند ہی کی دولت اور کمائی کی محتاج نہ رہتی تھیں، بلکہ وہ الگ بھی اپنا کاروبار کر لیا کرتی تھیں۔ اور اپنی دولت کی (جو انہیں ماں باپ کی طرف سے بطور جہیز یا ترکہ یا خاوند کی طرف سے بطور مہر ملا کرتی تھی) آپ مالک ہوتی تھیں۔ اور اسے کاروبار یا تجارت میں لگا کر بڑھاتی رہتی تھیں۔ اور اسے معیوب نہ سمجھتی تھیں۔

اس دعویٰ کی دلیل میں ہم بہت سی صحابہ عورتوں کے حالات پیش کر سکتے ہیں۔ مگر فی الحال صرف اُمہات المومنینؓ ہی کا مختصر تذکرہ بطور نمونہ پیش کئے دیتے ہیں۔ تفصیلی حالات آئندہ ایڈیشن میں پیش کئے جائیں گے۔

## ۵۷۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ

آپ کی دولت سے کون واقف نہیں؟ آپ لاکھوں روپیہ کی واحد مالکہ تھیں۔ بیوہ ہو جانے کے بعد آپ نے اپنا کاروبار بدستور جاری رکھا۔ عرب کے بڑے بڑے تاجر آپ کے ایجنٹ تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قبل از نبوت آپ ہی کے روپیہ سے تجارت شروع کی تھی۔ اور

یہ تجارت ہی نکاح کا سبب بنی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں تو مختلف روایات کے بموجب قریباً ۴۰ ہزار روپیہ آپ نے اسلام کی نشر و اشاعت پر خرچ کیا تھا۔

## ۵۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۱۔ آپ کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ آپ نے ۶۷ غلام خرید کر آزاد فرمائے تھے۔

۲۔ حضرت عُروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ عائشہ صدیقہؓ نے ایک بار ایک دن میں ۷۰ ہزار درہم خیرات کئے تھے اور یہ وہ دن تھا جبکہ اُن کا کُرتہ پھٹ چکا تھا۔ خادمہ نے عرض کیا کہ ایک کُرتہ تو بنوا لیجئے۔ فرمایا اسے پیوند لگالو کام دے جائے گا۔ یہ درہم مساکین کے کام آئیں گے۔

۳۔ "مدارج النبوّت" میں ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ نے سب کے سب اسی روز راہِ خُدا میں خرچ کر دیئے۔ اور اس روز آپ کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور کہا کہ اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔ فرمایا مجھے تو خیال نہیں رہا اگر تو یاد دلا دیتی تو کچھ رکھ لیتی"۔

## ۵۹۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آپ بھی بہت متموّل اور دستِ سخا کی مالکہ تھیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ۔

" تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آکر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔"
پہلے تو ہم نہ سمجھ سکیں کہ لمبے ہاتھ سے کیا مراد ہے مگر بعد میں سمجھ لیا کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت کرنے والی ہے۔ پھر ہم ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر سخاوت کرنے لگیں۔ مگر سب سے زیادہ سخی زینب رضؓ ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتیں اور جو رقم آتی وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

## ۶۰۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ

آپ بھی بہت متموّل تھیں۔ اکثر صدقہ خیرات بھی کرتیں مگر جب انتقال فرمایا تو ایک لاکھ کا ترکہ چھوڑا۔

## ۶۱۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہ

آپ کے پاس کئی شاندار مکان تھے جن کا کرایہ آتا تھا۔ آپ اپنی آمدنی کا بیشتر حصّہ تبلیغی کاموں میں خرچ کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی سعی جمیلہ سے سات سو عورتیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔

# دولت مند عُلماء و صُوفیاء

عام طور پر مشہور ہے کہ صوفیائے کرام دولت سے بہت متنفر ہوتے ہیں اور فقر و فاقہ اور غربت و مسکینی کو بہت محبوب رکھتے ہیں۔ مگر جیسا کہ ہم ابتداء میں یہ بتا چکے ہیں کہ یہ نظریہ غلط ہے اور تعلیم اسلامی کے خلاف ہے۔ اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ تاریخ ان کے متعلق کیا پتہ دیتی ہے۔

## ۶۲۔ حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قیس بن سعدؓ کی تونگری، دولت مندی اور خوشحالی تو ضرب المثل ہے۔ آپ کی عظیم المرتبت فیاضیوں کا یہ عالم تھا کہ آپ سے ایک بار کثیر بن صلت نے تیس ہزار درہم بطور قرض لیے اور کچھ عرصہ بعد جب واپس کرنا چاہے، تو حضرت قیسؓ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ :۔

"ہم جب ایک بار کوئی چیز کسی حاجت مند کو دے دیا کرتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے۔"

## ۶۳۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

مشاہیر صوفیاء میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی ذات گرامی بھی محتاج بیان نہیں۔ آپ کی سیرت سے آپ کی دولت و ثروت اور شوکت و صولت بھی اظہر من الشمس ہے۔ آپ ہمیشہ شاہانہ تزک و احتشام سے رہتے تھے۔ موتیوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی لیے آپ کو حسن لؤلؤی کے نام سے بھی موسوم

کیا جاتا ہے۔

## ۶۴۔ حضرت حمّاد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حمادؒ جن کا شمار مجتہدین کی صف اوّل میں ہوتا ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اُن کے تموّل کا یہ عالم تھا کہ ہر ماہِ رمضان میں پانچسو روزہ دار اُن کے دستر خوان پر روزہ افطار کیا کرتے تھے۔

## ۶۵۔ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ

امام لیث علیہ الرحمہ جو مصر کے مشہور و معروف ائمہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی سالانہ آمدنی اسّی ہزار پونڈ یعنی آٹھ لاکھ روپیہ تھی۔

(الرحمۃ الغیثیہ ابن حجر عسقلانی)

## ۶۶۔ امام رائی رحمۃ اللہ علیہ

ربیعہ بن فروخ الملقب بہ امام رائی جلیل القدر عالم اور مشہور تاجر تھے۔ آپ کے باپ فروخ بڑے علم دوست تھے۔ فروخ عام طور پر تجارت کے سلسلہ میں باہر رہتے۔ مگر بیوی سے کہہ رکھا تھا کہ بیٹے کی تعلیم کا خیال رکھنا۔ اور اس کی تعلیم و تربیت پر جتنی دولت خرچ ہو اس کی پرواہ نہ کرنا۔ چنانچہ بیوی نے ان کی تعلیم پر تیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے علم و فضل کا شہرہ دُور دُور تک پھیل گیا۔ اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

## ۶۷۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

سیدالاتقیا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے نام نامی و اسم گرامی سے کون مسلمان واقف نہیں۔ ان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا تموّل اور تجمل حد سے بڑھا ہوا تھا۔ آپ کے گھوڑے طلائی اور نقرئی میخوں سے بندھا کرتے تھے اور گھوڑوں کی گردنوں میں سونے کے ہار ہوا کرتے تھے۔

## ۶۸۔ یحییٰ برمکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت یحییٰ برمکیؒ کی خیرات وسخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار انہیں یہ اطلاع پہنچی کہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی جو صاحب علم وفضل ہونے کے علاوہ بہت بڑے تاجر تھے۔ ایک لاکھ کے خسارے میں آگئے ہیں آپ خفیہ طور پر روزانہ اپنے خادم کے ذریعہ اُن کے مکان پر ایک ایک ہزار کی تھیلی بطور نذرانہ بھیجتے رہے تاکہ وہ اس خسارہ سے کبیدہ خاطر نہ ہونے پائیں اور پھر ایک بار دو لاکھ درہم اور ایک عظیم الشان مکان معہ سامان انہیں مرحمت فرمایا۔ (تاریخ بغداد)

(۲) علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ کسی نے یحییٰ برمکیؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خدا نے مجھے حضرت سفیان کی دُعا کی بدولت بخش دیا۔ کیونکہ میں ایک ہزار درہم ماہوار سفیان کو دیا کرتا تھا۔ وہ میرے لیے دُعا فرمایا کرتے تھے مطلب یہ کہ آپ چھپ چھپ کر ضرورت مند اصحاب کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

# ۶۹ - فضل برمکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضل برمکیؒ کے تموّل اور سخاوت کا ذکر جگہ جگہ "ابن خلکان" میں ملتا ہے۔ ایک بار کسی نے آپ کو بتایا۔ کہ یحییٰ ابن معاذؒ جو بہت بڑے عالم ہیں، مقروض ہو گئے ہیں۔ آپ نے سُنا تو اپنے خادم کے ہاتھ چار لاکھ درہم اس شخص کے پاس بھیجے اور لکھا کہ چونکہ آپ نے مجھے یحییٰ بن معاذ کے حالات سے اطلاع دی ہے اس لیے بطور شکریہ ایک لاکھ آپ کے لیے اور تین لاکھ یحییٰ بن معاذؒ کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تاکہ وہ قرض ادا کر سکیں۔ یہ ہیں وہ دولت مند جو علمائے کرام کی خدمت کیا کرتے تھے اور ان کا بیش از بیش خیال رکھتے تھے۔

ایک دن آپ شاہانہ رعب و داب سے جا رہے تھے کہ ایک شخص عمرو تمیمی نے سلام کیا۔ آپ نے آہستہ سے جواب دے دیا۔ لیکن عمرو تمیمی نے نہ سنا اور بُرا منایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو کہا میں نے جواب ضرور دیا تھا۔ البتہ آہستہ دیا۔ خادم کو بُلا کر حکم دیا کہ دس لاکھ درہم لے جاؤ اور ان کی خدمت میں پیش کر کے میری طرف سے معذرت کرو۔ المختصر امام بیہقیؒ نے برامکہ کی فیاضی کے بہت سے قصے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس خاندان کے ارکان رات کے وقت شہر کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے اور اُن کے غلام روپوں کی تھیلیاں اُٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ ہوتے تھے اور جہاں جہاں کسی حاجت مند کا پتہ چلتا دہیں اس کو تھیلی دے دیتے۔ ہر تھیلی میں ہزار ہزار دو ہزار تک رقم ہوتی تھی۔

# ۷۔ شیخ محمد عبدہٗ مصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد عبدہٗ مصر کے جلیل القدر عالم اور مفتی تھے کی سالانہ آمدنی ہزاروں روپے تھی۔ آپ اپنا مستقل کاروبار بھی کرتے تھے۔ جس میں خدا نے بہت برکت دے رکھی تھی۔

دوستو! تاریخ پڑھو تو معلوم ہو کہ ہم پر وہ وقت گزر چکا ہے کہ ہم تموّل و تجمّل، سخاوت و فیّاضی میں سب پر گوئے سبقت رکھتے تھے اور سب ہی ہمارا لوہا مانتے تھے۔ مگر آج ہماری کیا حالت ہو رہی ہے؟ اور کیوں ہو رہی ہے؟ آپ کے سامنے ہے۔ آہ!

ایک ہیں وہ جنہیں تصویر بنا آتی ہے،
ایک ہیں ہم کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

# صنعت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ | اور جب آپ کے رب نے فرشتوں |
| اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى | سے کہا کہ میں زمین میں ایک |
| الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط قَالُوْٓا | نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں |
| اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ | نے کہا کیا آپ زمین میں ایسے |
| يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ | شخص کو نائب بنانا چاہتے ہیں |
| الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ | جو فساد پھیلائے اور خون بہائے |
| بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ | حالانکہ ہم آپ کی حمد کی تسبیح بیان |
| لَكَ ط قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ | کرتے ہیں اور آپ کی پاکی بیان |
| مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ | کرتے ہیں۔ فرمایا میں جو کچھ جانتا |
| اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا | ہوں وہ تم نہیں جانتے اور اللہ |
| ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى | نے آدم کو سب چیزوں کے نام |
| الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ | سکھائے پھر ان سب چیزوں |
| بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ | کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا |
| كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا | پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ۔ |
| سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ | اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے کہا۔ |

لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

(سورۃ بقرہ آیت ۳۰ تا ۳۳)

آپ پاک ہیں۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں بتایا ہے بے شک آپ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔ فرمایا اے آدم انہیں ان چیزوں کے نام بتا دو پھر جب آدم نے انکے نام بتا دیئے تو فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں

## تفسیر

یہاں تین آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت میں جو لفظ اِذْ ہے قانون نحویۃ کے لحاظ سے یہاں اذکر مقدر اور پوشیدہ ہے یعنی اُذْکُرْ اِذْ قَالَ رَبُّكَ اور رَبُّكَ میں کاف ضمیر خطاب کی ہے اور مخاطب جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وقت قابل یادداشت ہے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ پس اس آیت میں چار چیزوں کا بیان ہے۔

پہلی چیز جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کرنا چاہا تو پہلے فرشتوں کے سامنے اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم

کو فرشتوں پر بھی تو خلیفہ بنانا تھا اس لیے ان کے سامنے اپنی رائے کا اظہار فرمایا تاکہ فرشتوں کو آدم کی عظمت فوقیت اور بلند مرتبہ معلوم ہو جائے۔ یہ مضمون اذ قال سے لے کر خلیفہ تک بیان فرمایا ہے۔

اور دوسری چیز فرشتوں کا استفسار ہے کہ ایک سفاک اور مفسد کو خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے اور فرشتوں نے جو آدم کو سفاک کہا ہے یہ انہوں نے جنات پر قیاس کیا ہے کیونکہ آدم کی تخلیق اربع عناصر (آگ، پانی، مٹی اور ہوا) سے ہے اور جنات آتشی قوت ہے اور انہوں نے اس سے پہلے بڑا فساد پھیلایا تھا اور فرشتوں نے دیکھا کہ وہ آتشی عنصر آدم کی سرشت کے اندر بھی تو موجود ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی فساد ہوگا تو اس بنا پر انہوں نے آدم کی طرف سفاکی اور فساد کی نسبت کی یہ مضمون قالوا سے لے کر الدماء تک بیان فرمایا ہے۔

اور تیسری چیز فرشتوں کا اپنے آپ کو اشارۃً منصب خلافت کے لیے پیش کرنا ہے اور اشارۃً کا لفظ اس لیے بڑھایا ہے کہ فرشتوں نے صاف لفظوں میں یہ نہیں کہا کہ آپ ہمیں خلیفہ بنائیں بلکہ یہ کہا ہے کہ ہم آپکی تسبیح حمد اور پاکی بیان کرتے ہیں لیکن چونکہ یہ جملے اللہ پاک کے اظہار رائے کے جواب میں ہیں اس لیے ان سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ہمیں خلیفہ بنا دیں اور یہ جملے اسمیہ ہیں جو دوام استمرار پر دلالت کرتے ہیں۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اے اللہ اگر آدم کی تخلیق سے آپ کا مقصد بندگی ہے۔ تو یہ فریضہ تو ہم شروع سے ادا کرتے آئے ہیں اور ادا کرتے رہیں گے۔

اور چوتھی چیز اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو جواب ہے کہ انی اعلم ما لا تعلمون جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اس جملہ سے تین

معنی نکلتے ہیں - ایک یہ ہے کہ آدم سفاک ہوگا یا نہیں - اس کا تمہیں پتہ نہیں ہے اصل میں فرشتوں نے جو سفاکی اور فسادی کی نسبت کی ہے وہ صرف حضرت آدم کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانِ عالی کا مقصد یہ ہے کہ اے فرشتو تم نے جو آدم کی طرف فساد کی نسبت کی ہے یہ غلط ہے کیونکہ میں نے آدم سے ایک نسل پیدا کرنی ہے اور وہ سارے ایسے نہیں ہوں گے بلکہ کچھ نیک بھی ہوں گے اور دوسرا معنی یہ نکلتا ہے کہ اے فرشتو تم نے جو اپنے آپ کو منصبِ خلافت کے لیے پیش کیا ہے اور اپنے آپ کو اس منصب عالی کا اہل سمجھا ہے اس کا مجھے پتہ ہے کہ تم اہل ہو یا نہیں اور تیسرا معنی یہ نکلتا ہے کہ مفسد اور سفاک ہونے کے باوجود اس کی تخلیق سے جو میرا مقصد ہے وہ تمہیں معلوم نہیں اور اس کے بعد والی آیتوں میں منصبِ خلافت کے لیے آدم میں جو صلاحیتیں اور اہلیت تھی اسے اور فرشتوں میں جو نااہلی تھی اسے واضح فرمایا اور اس خلافتی انٹرویو اور امتحان میں آدم پاس ہو گئے اور فرشتے فیل ہو گئے۔

اور اس کے بعد فرشتوں کو اعتراف کرنا پڑا کہ فی الواقع آدم ہی اس منصب عالی کے اہل ہیں ہم نہیں ہیں اور اس انٹرویو کا طریق کار یہ رکھا کہ آدم کی سرشت اور پیدائش میں اور اس کے جسمانی اجزا ترکیبیہ کے امتزاج اور اختلاط سے نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے اور ہر چیز کے کام کی مناسبت سے اس کا نام تجویز کرنے کی صلاحیت اور ملکہ پیدا ہو گیا اور پھر آدم نے اس خداداد طاقت سے کچھ چیزیں اس دور کے تقاضوں کے موافق ایجاد کی ہوں گی اور ان کے فوائد اور خواص کو بھی اجاگر کیا ہوگا اور اس کے موافق ان کے نام بھی تجویز کئے ہوں گے تب اللہ تعالیٰ نے

فرشتوں کو فرمایا کہ تم جو اپنے آپ کو خلافت کا مستحق سمجھتے ہو تو چلو تم ان چیزوں کے نام ہی بتا دو اور فرشتے چونکہ یہ علوم نہیں جانتے تھے اس لیے انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور آدم کو فرمایا تم بتاؤ تو انہوں نے تمام چیزوں کے نام بتا دیئے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جو آدم کو تم پر خلیفہ بنایا ہے مجھے اس کی قابلیت کا پتہ ہے اور تمہاری نااہلی کا بھی پتہ ہے

پس اس سے معلوم ہوا کہ صنعت کی ابتدا حضرت آدم سے ہوئی تھی اور کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام نے ہل، درانتی، چمچہ، ہنڈیا اور کپڑے بنانے کی صنعت ایجاد کی تھی اور اس صنعت کی بناء پر آدم کو فرشتوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہوئی اور آدم لوہار بھی تھے اور ترکھان بھی تھے اور بافندگی کا کام بھی جانتے تھے ہر فن مولا تھے۔

اب مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے۔ پہلے انسان کو یہ صنعت و حرفت اور ہنرمندی کیوں سکھائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے دو مقصد ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہوتی ہے اس کی صفت خالقیت و مالکیت اور ربوبیّت کے نمونے کھل جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں انسان کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے بہرحال اشیاء اور اسباب کے فوائد، خواص، غوامض، رموز اور حکمت تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور آخر پکار اٹھے گا ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحٰنك فقنا عذاب النار۔ اے اللہ آپ نے یہ سب کچھ بے کار نہیں پیدا فرمایا۔ آپ تو بے کار کام کرنے سے پاک ہیں اور آپ کا تعارف حاصل کرنے میں ہم سے کوتاہی ہوئی ہے۔ آپ ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیں اور اس صنعت کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ یہ انسان کا ذریعہ معاش بھی ہے۔

# حضرت نوح علیہ السلام نے بحری جہاز ایجاد کیا

| | |
|---|---|
| وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ | اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ |
| اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ | تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان |
| قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ | نہیں لائے گا مگر جو لا چکا نہ پھر |
| قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا | غم کر ان کاموں پر جو کر رہے |
| كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ | ہیں اور ہمارے حکم سے کشتی |
| وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا | بنا اور ظالموں کے حق میں مجھ |
| وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ | سے کوئی بات نہ کر بے شک وہ |
| فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا | غرق کیے جائیں گے اور وہ |
| اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ | کشتی بناتے تھے اور جب اس |
| وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا | کی قوم کے سردار اس پر گزرتے |
| مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ | اس سے ہنسی کرتے کہتے اگر |
| مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا | تم ہم پہ ہنستے ہو تو ہم بھی تم پہ |
| مِنْهُ ط قَالَ اِنْ | ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو |
| تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا | تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا |
| نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا | کہ جس پہ عذاب آئے گا اسے |
| تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ | رسوا کرے گا اور کس پہ دائمی |
| تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ | عذاب اترتا ہے یہاں تک کہ |

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ
عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ٥
حَتّٰى إِذَا جَآءَ أَمْرُنَا
وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا
احْمِلْ فِيْهَا مِنْ
كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ
عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ
اٰمَنَ ط وَمَآ اٰمَنَ
مَعَهٗٓ إِلَّا قَلِيْلٌ ٥
وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا
بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ
مُرْسٰىهَا ط إِنَّ رَبِّيْ
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور نے
جوش مارا ہم نے کہا کشتی میں
ہر قسم کے جوڑے نر مادہ چڑھا
لے اور اپنے گھر والوں کو مگر
وہ جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے
اور سب ایمان والوں کو اور اس
کے ساتھ ایمان تو بہت کم
لائے تھے اور کہا اس میں سوار
ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور ٹھہرنا
اللہ کے نام سے ہے بے شک
میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ
فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ
وَنَادٰى نُوْحُ نِ ابْنَهٗ
وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ
ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ
مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ قَالَ
سَاٰوِيْٓ إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ

اور وہ انہیں لے کر پہاڑ جیسی لہروں
میں لے جارہی تھی اور نوح نے
اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ کنارے
پر تھا اے بیٹے ہمارے ساتھ
سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ
نہ رہ۔ اس نے کہا میں ابھی کسی
پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں جو مجھے

| | |
|---|---|
| مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ | پانی سے بچالے گا کہا آج اللہ کے |
| الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا | حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر |
| مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ | جس پر وہی رحم کرے اور دونوں |
| بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ | کے درمیان موج حائل ہو گئی اور |
| مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝ وَقِيْلَ | وہ ڈوبنے والوں میں ہو گیا اور |
| يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ | حکم آیا اے زمین اپنا پانی نگل جا |
| وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ | اور اے آسمان تھم جا اور پانی |
| وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ | سکھا دیا گیا اور کام ہو چکا اور کشتی |
| الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى | جودی پہاڑ پر ٹھہری اور کہہ دیا گیا |
| الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ | کہ ظالموں پر پھٹکار ہے۔ |
| بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ | |

(سورہ ھود آیت ۳۶ تا ۴۴)

## تفسیر

ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی صنعت کا ذکر آیا ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں ہیں۔ ان کا اصل نام شاکر یا سکن یا عبد الغفار آیا ہے۔ آپ کی عمر بنص قرآن نو سو پچاس سال ہے۔ چالیس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی اور طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ آپ کی قوم عراق میں آباد تھی۔ یہ لوگ مشرک تھے اور شرک کی ابتداء بھی انہی لوگوں سے ہوئی تھی۔ آپ نے ساڑھے آٹھ سو سال تک اس قوم کو دعوت دی جب انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا کہ

تم ایک بحری جہاز بناؤ اور جانوروں میں سے ہر قسم کا جوڑا نر و مادہ کو سوار کر لو اور ایمان والوں کو بھی سوار کر لو اور اس قوم کو ہم غرق کر دیں گے اور تمہیں ان کی خاطر دُعا کی بھی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی اور تین سو گز لمبا پچاس گز چوڑا تیس ہاتھ اونچا تین منزلہ جہاز تیار کیا۔ اور جب آپ جہاز تیار کر رہے تھے تو کافر قوم کے اوباش لوگ آپ کے پاس سے گزرتے تو پوچھتے تھے یہ کیوں بنا رہے ہو تو آپ فرماتے تھے کہ اس طرح خدا کا عذاب آنے والا ہے تو وہ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو آپ فرماتے آج تم ہمارا مذاق اُڑا لو کل ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے اور ایسا عذاب آئے گا جو تمہیں رُسوا کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے عذاب کی نشانی یہ بتائی تھی کہ جب تنور سے جوش مار کر پانی نکلے تو سمجھ لینا کہ عذاب شروع ہو گیا ہے اور پھر تم لوگ اس میں سوار ہو جانا مگر ایمان والوں کو ساتھ سوار کرنا ہے کافروں کو سوار نہیں کرنا اور جانور بھی ہر قسم کا نر و مادہ جوڑا سوار کرنا چنانچہ جب عذاب شروع ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور مذکورہ بالا لوگ سوار کئے اور زمین سے بھی پانی نکلنا شروع ہو گیا اور آسمان سے بھی برسنا شروع ہو گیا اور پوری دنیا میں طُوفان آ گیا۔ اور وہ کشتی ایمانداروں کو لے کر چھ ماہ تک پانی میں پہاڑ جیسی موجوں میں چلتی رہی آخر جودی پہاڑ پہ ٹھہر گئی۔ پانی خشک ہو گیا کافر قوم سب تباہ و برباد ہو گئی اور پھر حضرت نوح علیہ السلام سے از سر نو انسان کی آبادی شروع ہوئی اسی لیے نوح کو آدم ثانی کہا جاتا ہے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے یہ بحری جہاز بنانے کا رواج نہیں تھا اور کسی کو اس کے بنانے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم

سے نوح علیہ السلام نے اس کی ایجاد کی پھر دنیا میں اس کا رواج پڑ گیا چنانچہ آج اس صنعت نے جو ترقی کی ہے وہ سب کے سامنے ہے اور نہ معلوم آنے والے ادوار میں اور کتنی ترقی ہوگی اور اس میں بھی دو فائدے ہیں۔ ایک تو خدا کی قدرت کا ظہور ہے اور دوسرا انسانی روزی کے فوائد ہیں اور یہ کام فرشتوں کا نہیں یہ انسان ہی کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آدم کو خلیفہ بنایا ہے فرشتوں کو نہیں بنایا۔ پس اس سے صنعت کی اہمیت معلوم ہوگئی کہ صنعت کتنی اونچی چیز ہے۔

# حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوہے کے کارخانے قائم کئے

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا | اور بے شک ہم نے داؤد کو |
| فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ | اپنی طرف سے بزرگی دی تھی۔ اے |
| مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا | پہاڑو ان کی تسبیح کی آواز کا |
| لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ | جواب دیا کرو اور پرندوں کو |
| اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ | تابعدار کر دیا تھا اور ہم نے |
| فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا | ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا |
| صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا | کہ کشادہ زرہیں بنا اور انداز سے |
| تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ وَلِسُلَيْمٰنَ | کڑیاں جوڑ اور تم سب نیک |
| الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ | کام کیا کرو بے شک جو تم |
| وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ | کرتے ہو میں اسے خوب دیکھ |
| وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ | رہا ہوں۔ اور ہوا کو سلیمان کے |
| وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ | تابع کر دیا تھا۔ جس کی صبح کی |
| يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ | منزل مہینہ بھر کی راہ اور شام |
| بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ | کی منزل مہینہ بھر کی راہ تھی اور |
| يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ | ہم نے اس کے لیے تانبے کا |

| | |
|---|---|
| اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۞ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۞ (سورہ السبا آیت ۱۰ تا ۱۳) | چشمہ بہا دیا تھا اور کچھ جن اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کیا کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو ہم اسے آگ کا عذاب چکھا دیں گے جو وہ چاہتا تھا، اس کے لیے بناتے تھے قلعے تصویریں اور حوض جیسے لگن اور جمے رہنے والی دیگیں۔ اے داود والو تم شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔ |

## تفسیر

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو پیغمبروں پر جو روحانی اور دنیاوی انعامات فرمائے ہیں ان کا بیان ہے۔

ان میں سے پہلے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ آپ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ دُنیا کے بہت بڑے بادشاہ بھی تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب زبور اتاری تھی۔ آپ شروع شروع میں بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت کی فوج میں عام سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوئے اور جہاد میں بہت بڑا کارنامہ دکھایا کہ شام کا کافر بادشاہ جالوت ان کے ہاتھ سے

قتل ہوا تو طالوتی فوج میں آپ کی بہت شہرت ہوئی اور طالوت بادشاہ نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی اور جب طالوت فوت ہوگیا تو لوگوں نے ان کو اس کا جانشین بنایا اور پھر اللہ تعالےٰ نے نعمتِ نبوّت سے بھی نواز دیا اور آپ پر اپنی کتاب زبور بھی اتاری - یہ مضمون اجمالا ولقد اتینا داود منا فضلا میں بیان فرمایا ہے اور آپ بہت بڑے خوش الحان تھے - آپ جب زبور کی تلاوت کرتے تھے تو کنواری لڑکیاں آپ کی آواز سن کر بے ہوش ہو جاتی تھیں اور چلتا ہوا پانی رُک جاتا تھا اور جب جنگل میں جاتے اللہ تعالیٰ کی تسبیحات پڑھتے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیحات پڑھتے تھے - یہ مضمون یا جبال اوّبی معہ والطیر میں بیان فرمایا ہے اور لوہا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں نرم بنا دیا تھا - وہ اس سے زرّہ بناتے تھے یہ سارے کام آپ کے معجزات میں سے ہیں - مفسّرین نے لکھا ہے کہ آپ کا معمول یہ تھا کہ اپنے بارے میں حالات معلوم کرنے کے لیے بازار میں نکلتے تھے اور لوگوں سے اپنے نظام عدل کے بارے میں پوچھتے تھے اور سب لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے - کیونکہ آپ کے دور میں لوگ خوش عیش رہتے تھے - ایک دن اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیج دیا جو انسانی لباس میں تھا تو حضرت داود نے اس سے اپنے بارے میں پوچھا تو اس نے بھی تعریف کی مگر کہا کہ ایک خامی ہے کہ بیت المال سے وظیفہ لیتا ہے تو حضرت داود نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ کوئی ایسا ہنر سکھا دیں جس سے یہ وظیفہ بیت المال سے نہ لینا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا اور آپ تھوڑے وقت میں اتنا کام کر لیتے تھے کہ اس سے ان کی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں اور بعض تفسیروں

میں لکھا ہے کہ داود زرہ بناتے تھے اور اسے ایک ہزار درہم پر بیچتے تھے اس میں سے چار سو اپنی بیوی پر خرچ کرتے تھے ۔ اور چھ سو فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے ۔

یہ مضمون النا له الحدید سے لے کر فی السرد تک بیان فرمایا ہے اور آخر میں فرمایا ہے ۔ واعملوا صالحا انی بما تعلمون بصیرہ نیک کام کرو بے شک میں تمہارے اعمال کو دیکھتا ہوں یعنی اے داود جب میں نے تم پر یہ احسانات کئے ہیں تو تم میرا شکر کرو نیک کام کرو ۔ چنانچہ حضرت داود علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن عدالت میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل تھی ۔

اور اس کے بعد والی آیتوں میں دوسرے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو روحانی اور دنیاوی انعامات فرمائے تھے ۔ ان کا بیان ہے حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے ۔ حضرت داؤد کے انتقال کے بعد آپ کے جانشین ہوئے ۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے منصب نبوّت سے نوازا ۔ آپ پر کوئی نئی کتاب یا شریعت نہیں اتاری گئی ۔ ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام پر جو کتاب زبور اتاری گئی تھی اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ آپ کو سونپی گئی اور آپ کو بھی اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے معجزات عطا فرمائے تھے ۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے ۔ ولسلیمان الریح غدوها شهر و رواحها شهرط ۔ ہم نے ہوا سلیمان کے تابع کی جس کی صبح کی منزل مہینہ بھر کی راہ تھی اور شام کی منزل مہینہ بھر کی راہ تھی اور حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے بحوالہ ابن کثیر نقل کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے

لکڑی کا بہت بڑا بنوایا تھا جس پر چھ لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں جس میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ایمان دار انسان جنات بیٹھتے تھے اور پرندوں کو حکم ہوتا وہ اس تخت پر سایہ کرتے تھے اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام دو مہینہ کی مسافت ایک دن میں طے کرتے تھے اور سلیمان علیہ السلام اس سارے سفر میں سر جھکائے ہوئے ذکر و شکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور و اسلنا لہ عین القطر میں آپ کا دوسرا معجزہ بیان فرمایا۔

یعنی بہا دیا ہم نے اس کے لیے بہتے ہوئے تانبے کا چشمہ۔ یہ چشمہ صنعاء یمن میں تھا اور تین دن تین رات تک کی مسافت تک پانی کے چشمے کی طرح جاری رہا۔ یہ چشمہ آپ کے لیے اس لیے جاری کیا تاکہ آپ آسانی کے ساتھ برتن وغیرہ بنا سکیں۔ یہ بھی آپ کا معجزہ ہے اور من الجن من یعمل بین یدیہ۔ آپ کا تیسرا معجزہ بیان فرمایا کہ جنات اس کے سامنے اللہ کے حکم سے کام کرتے تھے اور باذن ربہ لگا کر بتا دیا کہ تسخیر قدرتی تھی۔ حضرت سلیمان کے کسی اپنے عمل کا نتیجہ نہیں تھی اور بعد والا جملہ بھی اسی کی وضاحت کرتا ہے کہ ومن یزغ منہم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر۔ جو سرتابی کرتا ان میں سے ہمارے حکم سے چکھاتے ہم اس کو عذاب بھڑکنے والا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہو سکتا ہے اور دنیا کا بھی اور دنیاوی عذاب کی صورت یہ تھی کہ قدرتی طور پر ایک فرشتہ مقرر تھا جو سرتابی کرنے والے جنات پر آتشی کوڑے برساتا تھا اور اس سے بعد والی آیت میں جنات کے وہ کام بتائے ہیں

جو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بناتے تھے۔ ان کاموں میں ایک محراب بنانا ہے اس سے مراد اونچے اونچے شاہی محل بنانا ہے اور تماثیل تمثال کی جمع ہے اس سے مراد تصاویر ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصویر سازی جائز تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں حرام اور شرک ہے۔ اس کی مزید تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے اور آگے جفان کا لفظ ہے جو جفن کی جمع ہے۔ اس کے معنی بڑے برتن کے ہیں جیسے تسلہ وغیرہ اور جواب جابیہ کی جمع ہے۔ چھوٹے حوض کو کہتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چھوٹے حوض کے برابر بڑے بڑے پانی کے برتن بنواتے تھے اور قدور قدر کی جمع ہے مراد بڑی بڑی دیگیں ہیں۔

سلیمان علیہ السلام روئے زمین کے بڑے بادشاہوں میں سے ہو گزرے ہیں آپ کے پاس بہت بڑا لشکر تھا اور ان کے لیے کھانا وغیرہ تیار کرانے کے لیے انہیں بڑے بڑے برتنوں کی ضرورت تھی اس لیے وہ ایسے بڑے برتن تیار کراتے تھے اور آخر میں فرمایا ہے۔ اعملوا آل داود شکرا۔ اے آل داود شکر کرو اور میرے شکر گزار بندے کم ہیں۔ یہ شکر کرنے کا حکم کیوں دیا ہے۔ شکر تو نعمت اور احسان پر کیا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ صنعت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت عظمیٰ ہے اس لیے خصوصی طور پر اس کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہم نے صنعت کے سلسلہ میں صرف چار ہی نمونے پیش کئے ہیں۔ ایک حضرت آدم علیہ السلام کا، دوسرا حضرت نوح علیہ السلام کا، تیسرا حضرت

داؤد علیہ السلام کا اور چوتھا حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔ کتب تفاسیر میں اور بھی انبیاء علیہ السلام کے نمونے ملتے ہیں۔ مگر ہم ان چار پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج دنیا میں جتنے بھی صنعتی شعبے قائم ہیں۔ ان کی ابتداء انبیاء علیہم السلام کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی ہے بلکہ دنیا میں جتنے علوم وفنون مروّج ہیں۔ یہ سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو سکھائے ہیں چنانچہ سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو یہ حکم ملا ہے کہ اسلحہ سازی کی صنعتیں لگاؤ۔

# اُمّتِ مُحمّدیہ کو بھاری صنعتیں لگانے کا حکم

| | |
|---|---|
| وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا | اور ان سے لڑنے کے لیے |
| اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ | جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے |
| وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ | اور پلے ہوئے گھوڑوں سے |
| تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ | جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس |
| وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ | سے اللہ کے دشمنوں پر اور |
| مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ | تمہارے دشمنوں اور ان کے |
| اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا | سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں |
| تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ | جانتے اللہ انہیں جانتا ہے |
| فِيْ سَبِيْلِ يُوَفَّ | مصیبت پڑے گی اور اللہ |
| اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ | کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے |

| | |
|---|---|
| لَا تُظْلَمُوْنَ ○ | تمہیں اس کا پورا ثواب دیا جائیگا |
| (سورۃ انفال آیت ۶۰) | اور تم پر زیادتی نہیں کی جائیگی۔ |
| لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا | البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو |
| بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا | نشانیاں دے کر بھیجا اور ان |
| مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ | کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازو |
| لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ | عدل بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف |
| وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ | کو قائم رکھیں اور ہم نے لوہا |
| فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ | بھی اتارا ہے جس میں سخت |
| وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ | جنگ کے سامان اور لوگوں |
| وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ | کے فائدے بھی ہیں تاکہ اللہ |
| يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ | ظاہر کرے کہ کون اس کی اور |
| اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ | اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد |
| (سورۃ الحدید آیت ۲۵) | کرتا ہے بے شک اللہ بڑا |
| | زور آور اور غالب ہے۔ |

## تفسیر

یہاں دو آیتیں درج کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ انفال کی ہے اور دوسری آیت سورۃ حدید کی ہے۔

سورۃ انفال والی آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ ایک حکم ہے کہ اپنی استطاعت اور توفیق کے موافق قوت تیار کرنا ہے اور لفظ قوت نکرہ ہے یہ ہر دور کے تقاضوں کے موافق ہر قسم کی عسکری

قوت کو شامل ہے اور من رباط الخیل کا اضافہ بطور مثال ہے۔ یہ مضمون اَعِدُّوْ سے لے کر الخیل تک بیان فرمایا ہے اور اس سے آگے ترھبون سے لے کر اللہ یعلمھم تک اس قوت کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر رُعب پڑ جائے گا اور اس سے آگے وما تُنفِقُوا سے لے کر لا تظلمون تک دفاعی فنڈ فراہم کرنے کی ترغیب ہے۔ یعنی یہ عسکری قوت تیار کرنے کے لیے رقم فراہم کرو۔ یہ روپیہ تمہیں واپس کر دیا جائے گا اور تمہارے ساتھ زیادتی نہیں اور اس واپسی سے مراد دنیا میں واپس کرنا بھی ہے اور آخرت میں بھی ا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہؓ نے اس آیت پر عمل کیا تو اللہ نے دُنیا کے اندر بھی ان کی خرچ کی ہوئی دولت کا معاوضہ دیا۔ اس کی بیشمار مثالیں ہیں۔ یہاں ذکر کی گنجائش نہیں ہے اور آخرت کا وعدہ فرمایا ہے بہر حال وہ سچا ہے وہ بھی ضرور پورا ہوگا اور سورۃ حدید والی آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ عسکری قوت لوہے سے تیار ہوگی مگر اس سے پہلے یہ فرمایا ہے، کہ انبیاء علیہم السلام کو تین چیزیں دی گئی ہیں۔ ایک عقیدہ توحید کے تعارف کے لیے عملی نمونے دکھانا تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر یقین پیدا ہو جائے۔ شریعت میں ایسے ہنگامی نمونوں کو معجزات کہا جاتا ہے۔

اس مضمون کو ولقد ارسلنا رسلنا بالبیّنٰت میں بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد دوسری چیز کا بیان ہے کہ ان انبیاء کو نسل انسان کی رشد و ہدایت کے لیے مکمل ضابطہ حیات بھی دیا ہے۔ اس مضمون کو وانزلنا معھم الکتاب میں بیان فرمایا ہے۔

اور اس کے بعد تیسری چیز کا بیان ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کو لوگوں

کے مابین حق وانصاف قائم کرنے کے لیے ترازو بھی دی ۔ اس مضمون کو والمیزان لیقوم الناس بالقسط میں بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد وانزلنا الحدید سے لے کر عزیز تک پانچ چیزوں کا بیان ہے

ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوہا ہم نے اتارا ہے یعنی پیدا کیا ہے یہ از سر خود نہیں پیدا ہو گیا یہ عقیدہ توحید پر ایک عقلی ثبوت ہے ۔

دوسری چیز اس میں سامان جنگ ہے ۔

تیسری چیز اس میں لوگوں کے لیے اور بھی منافع ہے ۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس سامان حرب کے ذریعہ کون اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے یعنی اللہ کی ذات کو دیکھنے کے سوا اس کے اتارے ہوئے نظام حیات کی خاطر کون قربانی دیتا ہے ۔

اور پانچویں یہ ہے ان اللہ قوی عزیز اللہ ۔ قوت والا سب پر غالب ہے یعنی اس لوہے کے ذریعہ اللہ کی قوت اور زور کو بلند دکھاتا ہے تو حاصل یہ ہے کہ انفال والی آیت میں ہے کہ دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لیے قوت تیار کرو اور یہاں الحدید والی آیت میں آیا ہے کہ وہ قوت لوہے سے تیار کریں کیونکہ اس میں جنگ کا سامان زیادہ ہے اس سے دشمنوں پر رعب پڑے گا اور اس میں عوام الناس کے لیے اور بھی منافع ہے اور اس سے مومنین کے ایمان کا بھی پتہ چل جائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قوت بھی راسخ ہو جائیگی اور اس کی طاقت کا غلبہ بھی مسلّم ہو جائے گا اور اس کا مفصل بیان ان شاء اللہ جہاد کی بحث میں آئے گا ۔

# صنعتی منافع کی تقسیم کا طریقہ

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صنعت کی ابتداء تو حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ہو گئی تھی اور پھر اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے بحری جہاز کی صنعت کا آغاز کیا اور پھر اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اسلحہ سازی شروع کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فضائی بیڑا بھی تیار کیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی اسلحہ سازی کا حکم ملا لیکن تاہم آج دنیا میں جو صنعتوں کا جال پھیلا ہوا ہے اور مزید پھیلتا جا رہا ہے۔ ایسا پہلے نہیں تھا لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے۔ و یخلق ما لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ ایسی ایسی چیز بھی پیدا فرمائیں گے کہ جو تم نہیں جانتے اور آج کل کی یہ نئی ایجادات یقیناً اس کا کرشمۂ فیض ہے اور آئندہ بھی وہ یقیناً ایسے ایسے کرشمے دکھائے گا جن کا آج کا انسان تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

بہرحال اس صنعتی تخلیق کے مقاصد میں سے ایک مقصد منافع للناس بھی ہے لیکن یہ منافع تقسیم کرنے کا طریقہ یہاں بیان نہیں فرمایا۔ اور یہ ہی ایک مسئلہ ہے جو آج دنیا میں سب سے زیادہ باعث نزاع ہے اور اسی مسئلے نے دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے بہرحال چونکہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک اور مربّی ہے اور اس نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی سچی اور آخری کتاب اتاری ہے اور فرمایا ہے

کہ الیوم اکملت لکم دینکم میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے تو یقیناً اس صنعتی میدان میں بھی صنعتی منافع تقسیم کرنے کے کوئی اصول رکھے ہوں گے۔ وہ اصول عرض کرنے سے پہلے اس صنعت کے افراد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور پھر ساتھ ساتھ ان کی حیثیت کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس خالق کائنات نے بعض کو صرف دولت دی ہے مگر وہ عقل و خرد سے عاری ہیں اور خوب فرمایا ہے سعدی شیرازی نے۔

اگر روزی بدانش بر فزودے
ز ناداں تنگ تر روزی نہ بودے
بناداں آں چناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند

اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا شعور بخشا ہوا ہوتا ہے وہ اپنی اس خداداد صلاحیت سے ایسی ایسی مشینری ایجاد کر سکتے ہیں کہ اس سے لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے مگر وہ بے چارے سرمایہ نہیں رکھتے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا ہے کہ

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارشو
کہ یک مغز دوصد خر فکر انسانے نمے آید

اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان بے چاروں کے پاس سرمایہ ہوتا ہے اور نہ عقل ہوتی ہے۔ وہ قدم قدم پر رہنما اور رہبری کے محتاج ہوتے ہیں۔ جب تک ان پر کوئی نگرانی نہ ہو وہ از سر خود کچھ نہیں کر سکتے مگر وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر سکتے ہیں۔ اگر سرمایہ دار سے سرمایہ چھین لیا جائے، تو

ظاہر بات ہے وہ آسانی سے تو نہیں چھیننے دے گا تو پھر نتیجہ واضح ہے کہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری اور اگر ایک کاری گر اور مزدور کو برابر کر دیا جائے تو مزدور تو خوش ہو جائے گا مگر وہ کاری گر اپنی خداداد صلاحیت سے کام نہیں لے گا کیونکہ وہ اس طریقۂ کار کو اپنے لیے توہین تصور کرے گا اور اس کی وہ صلاحیت منجمد ہو جائے گی اور پھر اس کے ذریعہ جو ہزاروں انسانوں کو روزی پہنچنے والی تھی وہ اس سے محروم ہو جائیں گے

لہٰذا یہاں ایسے اصولوں کی ضرورت ہے کہ خلوص کے ساتھ سرمایہ دار سرمایہ نکالے۔ کاریگر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور مزدور اپنی محنت سے پسینہ بہائے تب یہ دنیا کا نظام خوش اسلوبی سے چلے گا۔ اور آئندہ ہم وہ زرّیں اصول عرض کریں گے جو اسلام نے صنعتی سلسلہ میں پیش فرمائے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

ان اصولوں میں سے پہلا اصول حق ملکیت ہے یعنی اس میدان میں کام کرنے والے تین طبقے ہوتے ہیں۔

پہلا طبقہ سرمایہ خرچ کرنے والے کا ہوتا ہے اس کو مالک کہتے ہیں اس کا حق ملکیت تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو مالک فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی متعدد آیات شاہد ہیں مثلاً:۔

| | |
|---|---|
| قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ | آپ فرما دیں اے اللہ بادشاہی |
| الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ | کے مالک جسے آپ چاہتے ہیں |
| مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ | سلطنت دیتے ہیں اور جس سے |
| مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ | چاہتے ہیں سلطنت چھین لیتے |
| تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط | ہیں۔ جسے آپ چاہتے ہیں |

بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ (سورۃ آل عمران آیت ۲۶)

عزت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں آپ کے دست پاک میں بھلائی ہے اور آپ ہر چیز پہ قادر ہیں۔

# تفسیر

اس آیت میں آٹھ چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو اللہ سے مانگنے کی تعلیم ہے۔ یہ مضمون قل اللھم میں ہے یعنی اے نبی آپ دُعا میں یوں کہیں۔ اے اللہ ملک کے مالک اور دوسری چیز یہ ہے کہ اس سارے جہان کا حقیقی مالک اللہ ہے یہ مضمون مالک الملک میں بیان فرمایا ہے۔

اور تیسری چیز یہ ہے کہ وہ ملک دیتا بھی ہے جس کو چاہتا ہے اور یہ عام ہے سارا ملک ہو یا چند مرلے ہی کیوں نہ ہوں جس کو جتنا چاہتا ہے یا مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے۔

اور چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ ملک پھر چھین بھی لیتا ہے۔

اور پانچویں چیز یہ ہے کہ عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اس سے مراد روحانی یا دنیاوی وقار ہے۔

اور چھٹی چیز ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے یعنی اس روحانی یا دُنیاوی وقار سے جو غلط فائدہ اُٹھاتا ہے اور اس منصب کے خلاف کام کرتا ہے تو پھر اس سے وہ عہدہ چھین بھی لیتا ہے۔

اور ساتویں چیز اللہ پاک کی طرف سے جو بھی آئے وہ خیر ہی خیر ہے یعنی

اس کا ملک دینا بھی خیر ہے اور چھیننا بھی خیر ہے اور عزت دینا بھی خیر ہے اور ذلت دینا بھی خیر ہے۔

اور آٹھویں چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں کا مالک ہے۔ پس آیت ہذا سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس بھی انسان کو جتنی بھی دولت دی ہے یا زمین عطا کی ہے انسان اس کا مجازی مالک ہے اور اس سلسلہ میں اور بھی سینکڑوں آیات ہیں مثلاً آیات میراث، وصیت، صدقات، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ ان آیات میں جو فرائض انسان کے بیان ہوئے ہیں یا عائد ہوئے ہیں۔ یہ اسی وقت عائد ہو سکتے ہیں جب انسان کے پاس نجی ملکیت ہو ورنہ یہ فرائض نہیں اور اسی طرح چوری، ڈکیتی کے متعلق جو آیات ہیں ان سے بھی یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ نجی ملکیت ہے اور اگر اشتراکیت ہو تو پھر چور نے چوری تو نہیں کی وہ تو اپنا حق لے گیا ہے وہ پھر کسی قسم کی سزا کا مستحق تو نہیں ہو سکتا۔

بہر حال ہمارا مقصد یہ ہے کہ صنعتی میدان میں سرمایہ خرچ کرنے والے کی ملکیت کو تسلیم کرنا ہوگا ورنہ وہ سرمایہ کو منجمد کر لے گا اور دوسرا طبقہ کاریگر ہوتا ہے۔ یہ اگرچہ بحیثیت سرمایہ چیز میں شریک نہیں ہوتا کیونکہ سرمایہ اور مٹیریل تو مالک کا ہوتا ہے مگر یہ چیز کے بنانے اور ایجاد میں شریک ہوتا ہے پس مالک اور کاریگر دونوں کی جدوجہد اور مشترکہ مساعی سے جو تیسری چیز معرض وجود میں آئے گی اس میں یہ دونوں شریک ہونگے۔ اب اس کا حصہ کتنا ہونا چاہیئے اس سلسلہ میں قرآن حکیم کا ارشاد یہ ہے۔

| | |
|---|---|
| وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ | اور مت ہوس کرو اس فضیلت |
| اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى | میں جو اللہ نے بعض کو بعض پر |

| | |
|---|---|
| بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ | دی ہے۔ مردوں کا اپنی کمائی |
| مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ | میں حصّہ ہے اور عورتوں کا اپنی |
| نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ ؕ | کمائی میں حصّہ ہے۔ اور اللہ |
| وَاسۡـئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ | سے اس کا فضل مانگو۔ بے شک |
| فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ | اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ |
| شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۝ | |

(سورۃ النساء آیت ۳۲)

## تفسیر

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ ایک خاتون نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ قرآن کریم میں مردوں کا حصّہ وراثت دگنا ہے اور گواہی میں بھی ایک مرد دو عورتوں کے برابر ہے تو کیا نیک اعمال کے اندر بھی مردوں کو دگنا ثواب ملتا ہے تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے

اس آیت میں اللہ جَلَّ مجدہ نے بنی نوع انسان کے لیے تین اصولِ زندگی بیان فرمائے ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس کو بھی دوسرے پر مالی جمالی یا جو بھی فوقیت بخشی ہے دوسرے کو اس کے ازالہ کی تمنّا اور حسد نہیں کرنا چاہیئے۔

اور دوسرا اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ مردوں کو اپنی کمائی سے حصّہ ملے گا اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصّہ ملے گا۔

اور تیسرا اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ محنت کرتے وقت اللہ سے اس کا فضل مانگنا چاہیئے۔

اور چوتھا عقیدہ بیان فرمایا کہ ایمان یہ رکھو کہ یہ حصّوں کی تقسیم کسی ایرے وغیرے کی نہیں ہے بلکہ یہ اس اللہ کی تقسیم ہے جو بہت بڑا ماہر ہے۔

ان زرّیں اصولوں سے اولاً یہ روشنی اور ہدایت ملتی ہے کہ انسان کو کسی دوسرے کے مال کی طرف حرص، حسد اور للچائی ہوئی نگاہ سے بھی نہیں دیکھنا چاہیئے اور اسے اپنی خودداری اور عزتِ نفس کو قائم رکھنا چاہیئے اور دوسرا اس آیت سے یہ روشنی ملتی ہے کہ ہر ایک آدمی کو محنت کرنا چاہیئے۔ مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔ اس کی تفصیل اسی کتاب کے شروع میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے۔ البتہ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ صنعتی میدان میں کاریگر کو مصنوعات میں سے حصّہ ملنا چاہیئے کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مردوں کے لیے حصّہ ہے اس میں سے جو انہوں نے کمایا ہے اور یہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مصنوعات میں میٹیریل اگرچہ مالک کا ہوتا ہے مگر مشینری کی ایجاد میں کاریگر کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ وہ اسے گرم کرتا ہے پگھلاتا ہے۔ گرم آگ برداشت کرتا ہے اس کی خاطر اپنا پسینہ بہاتا ہے اس کو رگڑتا ہے اس کی صفائی کرتا ہے۔ تب جاکر ایک مشین تیار ہوتی ہے لہٰذا اس میں اس کا حصّہ ہے۔ اب اس کا حصّہ قرآن نے متعین نہیں کیا اور نہ ہی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کوئی واضح ہدایت موجود ہے کہ اس میں مالک کا اتنا حصّہ ہے اور کاریگر کا اتنا۔ لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق مضاربت سے ہے کیونکہ مضاربت میں ایک کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے اور یہاں بھی یہ ہی سلسلہ ہوتا ہے لہٰذا اس موجودہ صنعتی کاروبار کا تعلق اسلام کے مروجہ مضاربتی کاروبار سے ہے اور اس میں شرحِ منافع وہی مفید ہوتا ہے جس پر فریقین کا

اتفاق ہو جائے۔ یہاں بھی یہ ہی اصول چلے گا اور کاریگر منافع کا اسی وقت مستحق ہو گا جب وہ مشین فروخت ہو جائے۔ مگر یہ مشینری کبھی دیر سے فروخت ہوتی ہے اور کاریگر کو مشکلات درپیش آئیں گی اس لیے مالک کو چاہیئے کہ اس کو کچھ معاوضہ پہلے دے دے اور جب مشینری فروخت ہو تو منافع میں سے منہا کرلے اور اس صنعتی میدان میں کام کرنے والا تیسرا طبقہ مزدور ہوتا ہے اس کو اپنی اصلاح میں اجیر کہتے ہیں۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اجیر خاص اور دوسرا اجیر مشترک۔

اجیر خاص وہ ہوتا ہے جس کو ایک مدّت مقررہ کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے مثلاً منیجر، کلرک، چوکی دار وغیرہ۔ اس کا اتنا کام ہے کہ یہ اپنے آپ کو وقت مقررہ پر مالک کے سپرد کر دیں۔ آگے کام لینا یا نہ لینا اس کا کام ہے۔ یہ مہینہ کے بعد تنخواہ کے مستحق ہیں۔ مشینری کے فروخت ہونے کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے اور دوسرا اجیر مشترک ہے جس کو ایک دن یا چند دن کے لیے رکھا جاتا ہے۔ یہ کام مکمل کرتے پر اپنی مزدوری کا مستحق ہو جاتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اُعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عِرْقُہٗ کو مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ مشینری فروخت ہونے کے ساتھ اس کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

# تنخواہوں کا تقرر اور اضافہ محنت کی بنیاد پر ہونا چاہیئے

قرآن کریم نے تنخواہوں کے سلسلہ میں کوئی سکیل یا گریڈ مقرر نہیں کیا بلکہ ہر آدمی کی محنت کو معیار بنایا ہے۔ جس کی جتنی زیادہ محنت ہو اتنا ہی زیادہ اس کو معاوضہ ملنا چاہیئے اور جتنی کم محنت ہو اتنا ہی اسے کم معاوضہ ملنا چاہیئے اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان چونکہ ہر معاملے میں فطرتی طور پر اپنے سے بالا اور اوپر والے کی نقالی کرتا ہے اور جب کم تنخواہ والا یہ دیکھے گا کہ فلاں اپنی محنت کی وجہ سے مجھ سے تنخواہ زیادہ لے جاتا ہے تو یہ زیادہ محنت کریگا اور اپنی خداداد صلاحیت اور توانائی کو صرف کریگا پوری محنت کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ یہ اس سے آگے نکل جائے اور سکیل مقرر کرنے کا نقصان یہ ہوگا کہ زیادہ صلاحیت والا محنت نہیں کریگا اور ان کے درمیان بغض پیدا ہو جائے گا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ترقی بھی محنت ہی کی بنیاد پر ہونی چاہیئے

## معاوضہ پورا اور وقت مقررہ پر ادا کرنیکا حکم اور ساتھ کچھ زیادہ بھی دینے کی ترغیب

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ | بے شک اللہ انصاف کرنے |
| وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ | کا اور بھلائی کرنے کا اور |
| ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی | رشتہ داروں کو دینے |
| عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ | کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی ، |

| | |
|---|---|
| وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ٥ | بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ |
| (سورۃ النحل آیت ۹۰) | |

# تفسیر

مفسّرین حضرات کی رائے میں یہ آیت قرآن کریم کی بقیہ آیات میں سے سب سے زیادہ جامع ہے۔ ہم اس وقت اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ ہم نے جو موضوع طے کیا ہے۔ یہ بھی اس تفصیل ہی کا ایک حصّہ ہے اس لیے ہم اسی پر بحث کریں گے۔ اس آیت میں تین چیزوں کا حکم ہے اور دو چیزوں سے منع کیا ہے۔ اور آخر میں ان احکام اور نواہی کی علت بیان فرمائی ہے۔

احکامات میں سے ایک حکم عدل کا ہے اس کا معنی ہے انصاف کرنا یعنی ہر حق دار کو اس کا حق دینا اور یہاں ملازمین اور مزدور پر حق یہ ہے کہ وہ ڈیوٹی ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ اور تھوڑا بہت زیادہ وقت بھی لگا دیا کریں اور مالکان پر حق یہ ہے کہ معاوضہ بروقت ادا کریں اور ساتھ کچھ زیادہ بھی دے دیا کریں اور یہ زیادہ دینا عام ہے خواہ روزانہ ہو جیسے یومیہ مزدوری کے ساتھ دیئے یا مہینے کے بعد ہو یا چھ مہینہ کے بعد یا سال کے بعد یا ریٹائرمنٹ کے بعد اور یہ جو معاوضہ سے زیادہ دیا جائے گا اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ مالک جتنا مناسب سمجھے دیدے۔ قرآن مجید نے اس کو احسان فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واجب نہیں ہے واجب صرف عدل ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے

بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ جب کبھی کسی کا حق ادا کرتے تھے تو ساتھ کچھ زیادہ دیا کرتے تھے اور کبھی کبھار نہیں بھی دیا پس معلوم ہوا کہ یہ زیادہ دینا ضروری نہیں ہے۔

اور تیسری چیز اقرباء کو دینا ہے۔ یہ بھی عدل کی صورت ہے کیونکہ انسان کے پاس جو مال ہے اس میں اقرباء کا حق ہے۔ اس کو ایتاءِ ذی القربیٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور بے حیائی، بری بات اور ظلم سے روکا ہے کیونکہ یہ کام بھی انصاف کے منافی ہیں اور آخر میں یہ اصول سمجھنے کی نصیحت فرمائی ہے کہ ان کے اپنانے میں تمہارا ہی فائدہ ہے خدا کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

# تقرر وکیل اور اس کی ذمہ داریاں

| | |
|---|---|
| وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۲) | اور موسیٰ سے ہم نے تیس رات کا وعدہ کیا اور انہیں دس سے پورا کیا۔ پھر تیرے رب کی مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرا جانشین رہ اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدوں کی راہ پر مت چلو۔ |

# تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو جب مصر سے لے کر صحرا سنائی میں پہنچے تو قوم کی رشد و ہدایت کے لیے آپ کو آسمانی کتاب کی ضرورت پڑی کیونکہ اس سے پہلے مصری زندگی میں تو آپ صرف توحید و رسالت قیامت اور نماز کی دعوت دیتے رہے اور فرعون سے اپنی قوم بنی اسرائیل کی آزادی کا بھی مطالبہ کرتے رہے اور جب فرعون نے آپ کے مطالبات تسلیم نہ کئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے اپنی قوم کو ساتھ لے کر ہجرت کی اور فرعون معہ اپنے لشکر کے غرق ہو گیا اور آپ اپنی امت کو لے کر صحرا سنائی میں پہنچے تو آپ کو اس امت کے لیے ایسے نظامِ حیات کی ضرورت پڑی جس کے تحت آپ ان کے عقائد اخلاق اور اعمال کی اصلاح کر سکیں تو اللہ تعالیٰ سے ایسی کتاب کی اپیل کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اپیل قبول فرمائی اور آپ کو تیس دن اور رات کوہ طور پر اعتکاف کرنے کا حکم دیا اور بعد میں دس اور بڑھا کر چالیس کر دیئے گئے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی اور جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا اور انکی دو ذمہ داریاں لگائیں ۔ ایک قوم کی اصلاح اور دوسری فساد برپا کرنے والوں کی اتباع سے بچنا ۔

اب یہاں سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک اپنا نائب اور وکیل مقرر کرنا جائز ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ وکیل کا کام مفوّضہ کام کی اصلاح ہے اور تیسرا یہ معلوم ہوا کہ وکیل کو ایسا قدم اٹھانے کی اجازت نہیں جس سے مفوّضہ کام میں نقصان اور فساد ہو ۔ اگر وہ اس کے خلاف کرے گا تو اس کی ذمہ داری

اس پر عائد ہو گی۔

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝

(سورۃ النمل آیت ۳۸ تا ۴۰)

کہا اے دربار والو تم میں کوئی ہے کہ میرے پاس اس کا تخت لے آئے اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس فرماں بردار ہو کر آئیں جنوں میں سے ایک دیو نے کہا میں تمہیں وہ لا دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اُٹھے اور میں اس کے لیے طاقت ور امانت دار ہوں اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں اسے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا دیتا ہوں - پھر جب اس نے اسے اپنے روبرو رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگا یہ میرے رب کا ایک فضل ہے تاکہ میری آزمائش کرے کیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری - اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بھی بے پروا عزت

والا ہے۔

# تفسیر

اس آیت کریمہ میں جس واقعہ کا بیان ہے اس کی تفصیل بڑی لمبی ہے یہاں صرف خلاصہ ہی نقل کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان جب پرندوں کی حاضری لگا رہے تھے تو ہُدہُد پرندے کو موجود نہ پایا تو فرمایا کہ اگر وہ اپنی غیر حاضری کی ٹھوس وجہ بیان کرے گا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو ذبح کروں گا چنانچہ جب وہ آیا تو اس نے اپنی غیر حاضری کی وجہ یہ بیان کی کہ میں یمن چلا گیا تھا تو وہاں میں نے ایک قوم سبا دیکھی ہے کہ ان کی بادشاہ ایک عورت ملکہ بلقیس ہے اور وہ سب لوگ سورج کو سجدہ کرتے ہیں، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی وقت اس کو ایک خط لکھ کر دیا اور فرمایا جاؤ یہ خط اس کے تخت پر ڈال دو پھر علیحدہ بیٹھ کر دیکھنا کہ وہ کیا مشورہ کرتے ہیں چنانچہ اس ملکہ نے جب وہ خط پڑھا تو پھر اپنا اجلاس بلایا اور پھر انہیں خط کے مضمون سے آگاہ کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ اللہ کے نام سے شروع ہے اور کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرنا اور تابعدار ہو کر میرے پاس آجاؤ۔ چنانچہ یہ مضمون سننے کے بعد تمام اراکین دولت نے ملکہ کو یہ مشورہ دیا کہ اگر تو جنگ چاہتی ہے تو ہم جنگ کے لیے تیار ہیں اختیار تیرا ہے جیسے حکم ہو ہم حاضر ہیں۔ تو ملکہ نے کہا کہ جنگ کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہوتا ہے پہلے ہم ان کے پاس ہدیہ بھیج کر آزما لیتے ہیں چنانچہ اس نے ایک سو غلام ایک سو کنیز اور کچھ سونے اور چاندی کی اینٹیں بطور ہدیہ ان کے پاس بھیجیں اور بعض تفاسیر

میں چھ ہزار لڑکے اور لڑکیاں اور کچھ لعل و جواہرات کی تعداد لکھی ہے۔ اور ہُدہُد پرندہ نے جو یہ سارا ماجرہ دیکھ رہا تھا آکر حضرت سلیمان کو بتا دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس وفد کو مرعوب کرنے کے لیے ان کے استقبال کے لیے تیاری شروع کی اور تیس میل تک سونے اور چاندی کا فرش بچھایا اور دونوں طرف مختلف قسم کے جانور کھڑے کئے کہ جن کا پیشاب اور گوبر اس فرش پر گرتا تھا۔ چنانچہ جب وہ وفد آیا تو یہ کیفیت دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا اور جب حضرت سلیمان کا شاہی محل دیکھا تو اس میں چار ہزار سونے کی کرسیاں نصب تھیں تو ان کے چھکے چھوٹ گئے۔

بہرحال جو وہ ہدیہ لائے تھے وہ پیش کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ ہدیہ واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہمیں تمہارے ہدیے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں جو خدا نے دیا ہے وہ تمہارے ہدیے سے بہتر ہے اس کے بعد آپ نے وہ وفد واپس کیا اور فرمایا کہ عنقریب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ چنانچہ اس وفد نے واپس جا کر ملکہ بلقیس کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کی یہ شان و شوکت، دبدبہ اور عزائم سے آگاہ کیا تو بلقیس نے خود فوجی جرنیلوں کے ساتھ حضرت سلیمان کی خدمت میں آنے کا پروگرام بنایا اور حضرت سلیمان کو وحی کے ذریعہ یا اُسی ہُدہُد کے ذریعے اس کے آنے کا علم ہوا تو حضرت سلیمانؑ نے اس وقت فرمایا کہ وہ بلقیس اس طرح آنے والی ہے۔

کیا تم ارا کین دولت میں سے کوئی ایسا ہے کہ اس کے آنے سے پہلے پہلے اس کے تخت کو میرے پاس لے آئے تو ایک دیو نے اپنی خدمات پیش کیں اور کہا کہ میں وہ تخت آپ کے اُٹھنے سے پہلے پہلے آپ کے پاس لے آؤں گا اور ساتھ ساتھ اپنی صلاحیت بھی بتائی کہ اللہ نے

میرے اندر یہ طاقت بھی رکھی ہے اور میں امین بھی ہوں یعنی اس تخت پر جو لعل و جواہرات وغیرہ ہوں گے انہیں ضائع بھی نہیں کروں گا اور اس کے بعد ایک اور شخص نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا اور کہا کہ میں وہ تخت آنکھ کے ایک اشارے میں تمہارے پاس لے آؤں گا اور اس شخص کا نام آصف برخیا لکھا ہے اس کے پاس اسم اعظم تھا۔ بس اتنا ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ تخت ان کے سامنے موجود ہے تو حضرت سلیمان نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس واقعہ سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ وکیل مقرر کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت لانے کے لیے اپنا وکیل بنایا۔

دوسرا یہ معلوم ہوا کہ وکیل ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں اس کام کو کرنے کی صلاحیت ہو۔

اور تیسرا یہ معلوم ہوا کہ وکیل امین ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وانی علیہ لقوی امین۔ اب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَشْتَرِيْ لَهٗ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهٗ شَاتَيْنِ | عروہ بن ابی جعد بارقی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دیا تاکہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خریدے تو اس نے آپ کے لیے دو بکریاں |

| | |
|---|---|
| فَبَاعَ اَحَدَهُمَا بِدِيْنَارٍ | خریدیں اور ایک کو ایک دینار پر |
| وَاٰتَاهُ بِشَاةٍ وَدِيْنَارٍ | بیچا اور آپ کے پاس ایک بکری |
| فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ | اور ایک دینار لایا تو رسول اللہ |
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے |
| فِىْ بَيْعِهٖ بِالْبَرَكَةِ | کاروبار میں برکت کی دُعا فرمائی، |
| فَكَانَ لَوِاشْتَرٰى | اس کے بعد اگر وہ مٹی خریدتے |
| تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ۔ | تو بھی اس میں نفع ہوتا۔ |

(البخاری)

## تفسیر

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ایک یہ کہ وکالت جائز ہے کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ رضی اللہ عنہ کو بکری خریدنے کا وکیل بنایا ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وکیل مؤکل کی رائے کے خلاف منافع والا سودا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ | حکیم بن حزام سے نقل ہے |
| اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ | علیہ وسلم نے اسے ایک دینار |
| مَعَهٗ بِدِيْنَارٍ يَشْتَرِىْ | دے کر بھیجا تاکہ وہ آپ کے |
| لَهٗ بِهٖ اُضْحِيَةً فَاشْتَرٰى | لیے قربانی کا جانور خریدے تو |
| كَبْشًا بِدِيْنَارٍ وَبَاعَهٗ | اس نے دینار سے ایک دُنبہ |
| بِدِيْنَارَيْنِ فَرَجَعَ | خریدا اور اسے دو دینار پر |

| | |
|---|---|
| فَاشْتَرٰی اُضْحِیَّۃً | فروخت کیا پھر لوٹا اور ایک دینار |
| بِدِیْنَارٍ فَجَاءَ بِھَا وَ | پر قربانی کا جانور خریدا پھر لایا اسے |
| بِالدِّیْنَارِ الَّذِیْ اِسْتَفْضَلَ | اور اس دینار کو جو بچ گیا تھا۔ |
| مِنَ الْاُخْرٰی فَتَصَدَّقَ | دوسرے سے پھر صدقہ کیا رسول |
| رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ | اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالدِّیْنَارِ | اور دُعا فرمائی۔ اس کے لیے |
| فَدَعَا لَہٗ اَنْ یُّبَارَكَ | کہ برکت دی جائے اسے تجارت |
| لَہٗ فِیْ تِجَارَتِہٖ | میں۔ |

(ترمذی)

# تشریح

اس حدیث سے پہلی عروہ والی حدیث کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ اَنَّھَا | اُمِّ حبیبہ سے روایت ہے کہ |
| کَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰہِ | وہ عبداللہ بن جحش کے نکاح |
| بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ | میں تھیں اور وہ حبشہ کی زمین |
| بِاَرْضِ الْحَبْشَۃِ | میں مرگیا تھا پھر نجاشی نے |
| فَزَوَّجَھَا النَّجَاشِیُّ | اس کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ |
| النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ | وسلم سے کیا اور اس نے آپ |
| وَسَلَّمَ وَاَمْرَھَا عَنْہُ | کی طرف سے چار ہزار اور |
| اَرْبَعَۃَ اٰلَافٍ وَفِیْ | ایک روایت میں چار ہزار درہم |
| رِوَایَۃٍ اَرْبَعَۃَ اٰلَافٍ | مہر دیا اور اسے رسول اللہ |

| | |
|---|---|
| دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ (ابوداؤد) | صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شرجیل بن حسنہ کے ساتھ بھیج دیا۔ |

# تشریح

اُمّ حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی تھی یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اور اُمّ حبیبہ اور اس کا خاوند عبداللہ بن جحش اور شارحین نے عبیداللہ بن جحش لکھا ہے یہ دونوں مسلمان ہوگئے تھے اور کفارِ مکہ کے تشدد کی وجہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور عبداللہ یا عبیداللہ وہاں عیسائی ہوگیا تھا اور وہیں مرگیا اور اُمّ حبیبہ اسلام پر ہی قائم رہیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے پیغام نکاح دے۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی ابرہہ نامی لونڈی ام حبیبہ کے پاس بھیجی اور اس نے اسے جناب نبی علیہ السلام کا یہ پیغام پہنچایا تو ام حبیبہ نے اسی وقت اس لونڈی کو اس خوشی میں دو کپڑے اور ایک انگوٹھی انعام دیا اور اپنی طرف سے خالد بن سعید کو جو اُن کے باپ ابوسفیان کے چچا کا بیٹا تھا اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی خود وکیل ہوا اور اس نے ام حبیبہ کا یہ نکاح حضور سے کر دیا اور آپ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر بھی اُمّ حبیبہ کو ادا کیا اور حاضرین کو رخصتی کی دعوت بھی کھلائی اور اُمّ حبیبہ کو شرجیل کے ساتھ حضور کی خدمتِ اقدس میں بھیج دیا۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح

کے معاملہ میں بھی مرد اور عورت دونوں کی طرف سے وکیل ہو سکتا ہے۔

اور اس سلسلہ میں جو ایک واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور دوسرا حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور تیسرا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عملی نمونہ عرض کیا ہے۔ یہ تو صرف مشتِ از نمونہ خروار ہے اور اس سلسلہ میں اور بھی ہزاروں واقعات موجود ہیں۔ یہاں صرف ان ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے ان سب کا مقصد یہ ہے کہ انسان ہر معاملہ میں اپنا نائب اور وکیل مقرر کر سکتا ہے البتہ حدود و قصاص میں وکیل مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وکیل جب کوئی معاملہ کرتا ہے تو اس کی ساری ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ ہاں اگر مؤکل موجود ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حدود و قصاص کی ذمہ داری وکیل پر عائد نہیں کی جا سکتی۔

پس ان آیات اور احادیث کی روشنی میں وکیل کے لیے چار شرطیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ قوی ہو یعنی وہ وکیل طاقت ور اور مضبوط قسم کا آدمی ہونا چاہیئے اور یہاں مضبوطی سے مراد معاملہ فہمی اور مہارت ہے۔ اس قید سے بچے اور مجنون کو نکالنا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ دونوں معاملہ فہم نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان دونوں کو کسی بھی معاملہ میں اپنا وکیل بنانا جائز نہیں ہے اور اسی طرح یہ دونوں کسی کو اپنا وکیل بھی نہیں بنا سکتے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وکیل کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو امین اور دیانت دار ہو اور اگر کسی بد دیانت آدمی کو وکیل بنایا گیا تو وکالت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ کیونکہ وکالت کا مقصد کاروبار میں ترقی دینا ہے اور یہ نقصان کرے گا اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وکیل کے پاس جو مال ہے وہ بھی امانت ہے۔ خواہ اس سے کوئی چیز خرید چکا ہو یا نہ خریدی ہو

پس اگر وہ مال قدرتی طور پر اس سے ضائع ہو جائے یا اس سے کوئی چور لے جائے تو اس کی ضمانت اس پر نہیں آئے گی ۔ اور اگر یہ قصداً اس میں تعدّی کرے تو اس پر ضمانت آئے گی ۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مفوضہ کام کی اصلاح کرے یعنی جس مقصد کے لیے اس کو وکیل بنایا گیا ہے وہ کام اس کو کرنا بھی چاہیئے ۔ اگر وہ یہ کام نہیں کرے گا تو جو کام اس کو سونپا گیا ہے اس میں خرابی آئے گی اور اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہو جائے گی اور یہ بھی ایک قسم کی بددیانتی ہے ۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ وکیل یہ معاملہ فسادی قسم کے لوگوں کے ساتھ نہ کرے یعنی اگر کوئی چیز خریدنے کا معاملہ ہے تو ایسے دکاندار سے سودا خریدے جو چیز پوری دیتا ہو اور اگر کوئی بیچنے کا معاملہ کرے تو اس کو منافع والا سودا کرنا چاہیئے ۔ گھاٹے والا سودا نہیں کرنا چاہیئے اور اگر وہ نکاح کے سلسلہ میں وکیل ہے پھر اگر وہ مرد کی طرف سے ہے تو اس کی حسب منشاء عورت سے نکاح کرائے اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو بھی ایسا ہونا چاہیئے اور معاملات دو قسم کے ہیں ۔ ایک وہ ہے کہ وکیل نے اس کی نسبت اپنی طرف کرنا ہے جیسا کہ کوئی چیز خریدنا یا بیچنا یا اجرت پر دینا ۔ ان معاملات میں اب قیمت اجرت یا مبیعہ ادا کرنے کا مطالبہ اور تقاضا وکیل سے ہی کیا جائے گا اور پھر وکیل اپنے مؤکل کی طرف رجوع کرے گا اور جس معاملہ کی نسبت مؤکل کی طرف کرنا ہے مثلاً نکاح، خلع، صلح تو ان معاملات میں حقوق کا تقاضا مؤکل سے ہوگا نہ کہ وکیل سے اور وکالت کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں مذکور ہیں ۔

---

# اُجرت

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز قَالَ يٰمُوْسٰٓى
اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ
لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ز
قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا تَوَجَّهَ
تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ
سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ
عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۵ وَوَجَدَ مِنْ
دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ج قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط
قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَاَبُوْنَا
شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى
الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ
۝ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز
قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا
سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ لا
قَالَ لَا تَخَفْ وقفہ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ
اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ
اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ

اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ
ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ
عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ
عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ (سورہ قصص
آیت ۲۰ تا ۲۸)

اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا ۔ کہا اے موسیٰ دربار والے مشورہ کرتے ہیں ۔ تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں، سو نکل جا میں تیرا بھلا چاہنے والا ہوں ۔ پھر وہاں سے ڈرتا ہوا نکلا کہا اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچا لے ۔ اور جب مدین کی طرف رُخ کیا تو کہا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتا دیگا اور جب مدین کے پانی پر پہنچا وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا اور ان سے پرے دو عورتوں کو پایا جو اپنے جانور روکے ہوتے کھڑی تھیں ۔ کہا تمہارا کیا حال ہے ۔ بولیں جب تک چرواہے نہیں ہٹ جاتے ہم نہیں پلاتے اور ہمارا باپ بوڑھا بڑی عمر کا ہے ۔ پھر ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف ہٹ کر آیا، کہا اے میرے رب تو میری طرف جو اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں ۔ پھر ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی ۔ کہا میرے باپ نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں پلائی کی اجرت دے ۔ پھر جب اس کے پاس پہنچا اور اس سے تمام حال بیان

کیا کہا خوف نہ کر تو اس بے انصاف قوم سے بچ آیا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک بولی اے باپ اسے نوکر رکھ لے بے شک بہتر نوکر جسے تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور امانت دار ہو۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا تجھ سے نکاح کر دوں۔ اس شرط پر کہ تو آٹھ برس تک میری نوکری کرے۔ پھر اگر تو دس پورے کر دے تو تیری طرف سے احسان ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تجھے تکلیف میں ڈالوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے نیک بختوں سے پائے گا۔ کہا میرے اور تیرے درمیان یہ وعدہ ہو چکا ان دونوں مدتوں میں سے جونسی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ ہمارے قول پر گواہ ہے۔

## تفسیر

فرعون کو یقین ہو گیا تھا یہ موسیٰ ہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھ سے میری حکومت تباہ و برباد ہو گی اس لیے اس نے کئی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور اس کا ذریعہ اسکی بیوی آسیہ کو بنایا کہ وہ اس میں آڑے آتی تھی۔ آخر فرعون نے پوری پارلیمنٹ سے یہ فیصلہ کروایا کہ موسیٰ کو قتل کرنا ہے۔ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس فیصلہ کا علم نہیں تھا تو ارکان اسمبلی سے ان کے ایک خیر خواہ اور ایماندار نے آپ کو اس فیصلہ سے آگاہ کیا اور انہیں ملک مصر سے ہجرت کا مشورہ دیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مشورہ کے موافق مصر سے ہجرت کر کے مدین چلے گئے۔ مدین مصر سے تقریباً دس دن کی مسافت پر ہے۔

وہاں پہنچے تو سب سے پہلے ایک کنوئیں پر کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو تین بچیاں ہیں جنہوں نے اپنے مویشیوں کو روک رکھا ہے اور دور کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دور رہنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے والد صاحب بوڑھے ہیں جو کنوئیں پر نہیں آ سکتے اور ہم ہجوم ہونے کی وجہ سے کنوئیں سے پانی نہیں نکال سکتیں اور یہ لوگ ہمیں اپنا نکالا ہوا پانی پلانے نہیں دیتے اس لیے اگر ان سے نکالا ہوا بچ جائے تو پلا لیتی ہیں۔ ورنہ ہم اپنے مویشیوں کو ویسے ہی واپس لے جاتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بے بسی کو دیکھ کر خود کنوئیں سے پانی نکالا اور ان کے مویشیوں کو پلایا اور پھر علیحدہ ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان بچیوں نے جا کر اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ ماجرا سنایا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا۔ ان سے حالات سُن کر انہیں تسلّی دی اور اپنی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ان کے نکاح میں دے دی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اس کے مہر اور اس کے اخراجات اور اپنے خرچ کے لیے بھی کچھ نہیں تھا اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں یہ ضروریات پوری کرنے کے لیے اپنے ہاں اجرت پر رکھ لیا اور فرمایا کہ آٹھ سال تک تم میرے پاس اس طرح رہو اور اگر دس سال پورے کر لو، تو تمہاری مرضی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عہد و پیمان کے بعد وہاں قیام پذیر ہو گئے اور دس سال پورے کر کے مصر آئے اور اپنی بیوی اور بچوں کو بھی ساتھ لائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو اپنے پاس اُجرت پر رکھا اور انہوں نے یہ ملازمت اختیار کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوکری جائز ہے مگر یہاں مقام غور یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے لیے آٹھ سال لازمی قرار دئیے اور ساتھ دو سال اور اختیاری کل دس سال ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کئے۔ اس کی کیا وجہ ہے تو بات اصل میں یہ ہے کہ اس اجرت کے معاملہ میں دو چیزیں ہیں ایک عدل ہے اور دوسری چیز احسان ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں اپنانے کا حکم دیا ہے کہ ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان۔ عدل کے معنی ہیں اعطاء لکل ذی حق حقہ۔ ہر حقدار کو اس کا حق دے دینا اور احسان کے معنی ہیں کسی چیز کو خوبصورت بنانا اور یہاں مراد یہ ہے کہ ملازم کا جو حق مقرر کیا ہے اس سے اس کو کچھ زیادہ دینا اور ملازم کو چاہیئے کہ اس کام کا ٹائم جو مقرر ہوا ہے اس سے کچھ زیادہ بھی خرچ کر دے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انکا فریضہ بتایا کہ آٹھ سال تک تم نے یہ نبھانا ہے اور اوپر دو سال وہ تمہاری مرضی ہے نبھاؤ یا نہ نبھاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کر کے ساتھ دو سال دوسرے بھی پورے کئے کیونکہ نبی اولیٰ کو ترک نہیں کرتا بہر حال ان آیات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نوکری اور ملازمت بھی جائز ہے اور اگر مالک نوکر سے کچھ زیادہ وقت لینا چاہے تو لے سکتا ہے مگر اس کا معاوضہ ضرور دینا ہو گا کیونکہ یہ مالک اگر اسے معاوضہ نہیں دے گا تو یہ عدوان ہو گا

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا فلا عدوان علی اور نوکر کو بھی چاہیئے کہ مالک کی مجبوری کو دیکھ کر جتنا زیادہ وقت وہ چاہتا ہے اس کو دے اور ساتھ ساتھ اس مالک کو بتا دے کہ میں نے اتنا معاوضہ لینا ہے کیونکہ

مثلاً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مالک کا تھوڑا سا کام باقی رہ جاتا ہے وہ اس کے لیے مستقل دیہاڑی نہیں دینا چاہتا اور یہ مزدور تھوڑے سے وقت میں وہ کام کر سکتا ہے لہٰذا اسی مزدور کو وہ کام کرنا چاہیئے اور اپنے ٹائم کا معاوضہ لے اور آنے والے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے بھی اس مضمون کی تائید معلوم ہوتی ہے ملاحظہ فرمائیں :۔

| | |
|---|---|
| وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ فَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَاسْتَعَطَ (متفق علیہ) | ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی مزدوری دی اور ناک میں دوا استعمال کی ۔ |
| وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعٰى عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ ۔ (رواہ البخاری) | حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں پھر آپ کے صحابہ نے کہا کہ آپ نے بھی فرمایا ہاں میں نے چند قیراط پہ اہل مکہ کی بکریاں چرائی ہیں ۔ |
| عَنْ عُتْبَةَ ابْنِ النُّدَّرِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | عتبہ بن ندر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس |

فَقَرَأَ طٰسٓمٓ حَتّٰى بَلَغَ قِصَّةَ مُوْسٰى قَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْعَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ وَطَعَامِ بَطْنِهٖ۔
(رواہ احمد وابن ماجہ)

تھے پھر آپ نے سورہ طٰسٓمٓ پڑھی یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ تک پہنچے فرمایا بے شک موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال تک یا دس سال تک اپنی شرم گاہ کی حفاظت کے لیے اور اپنے پیٹ کی روٹی کے لیے اپنے آپ کو مزدور بنائے رکھا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلٰثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ
(رواہ البخاری)

اور ان ہی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کرونگا۔ ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر کسی سے عہد کیا پھر دھوکہ کیا۔ دوسرا وہ آدمی جس نے آزاد کو بیچا پھر اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ آدمی جو کسی کو مزدور پکڑے اور اس سے پورا کام لے اور اس کو اس کی مزدوری نہ دے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ

عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے کہ

| | |
|---|---|
| فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | وسلم نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری |
| اُعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ | اس کا پسینہ خشک ہونے |
| قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عِرْقُہٗ | سے پہلے ہی ادا کرو۔ |

(رواہ ابن ماجہ)

# تشریح

یہاں پانچ احادیث مذکور ہوئی ہیں۔ پہلی میں یہ بتایا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سینگی لگوائی اور اس کی مزدوری دی اور دوسری حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس مکہ والوں کی بکریاں مزدوری پر چرائی ہیں۔ اور تیسری حدیث میں یہ بتایا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے بھی اپنی بیوی کا مہر ادا کرنے کے لیے اور اپنے پیٹ کی روٹی کے لیے مزدوری کی اور چوتھی حدیث میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ خود جھگڑا کریں گے۔ ایک بدعہد اور دوسرا آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے والا اور تیسرا وہ آدمی جو مزدور سے کام تو پورا لے مگر اس کی مزدوری نہ ادا کرے۔ اور پانچویں حدیث میں فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنا ہے۔ یعنی جلدی ادا کرنا ہے پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مزدوری کرنا بھی جائز ہے اور مزدوری پر کام کرانا بھی جائز ہے لیکن اس کی اُجرت کا تعین نہیں کیا۔

البتہ سورۃ نساء کی آیت بتیس میں اتنا فرمایا ہے کہ مردوں کے لیے حصّہ ہے اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے حصّہ ہے اس میں

سے جو انہوں نے کمایا۔

اس آیت میں محنت کش کو کاسب قرار دیا اور اس کی کمائی میں اس کا حصّہ رکھ دیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ساری کمائی اس کی ہے اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ ساری کمائی مالک کی ہے بلکہ فرمایا ہے کہ اس کی کمائی میں اس کا حصّہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اصل سرمایہ اور راس المال تو مالک کا ہے اور اس پہ جو منافع کمایا گیا ہے اس میں مالک بھی شریک ہے اور وہ کاسب مزدور اور محنت کش بھی شریک ہے مگر یہ ذکر نہیں ہے۔

اس کاسب کا حصّہ نصف ہے یا تیسرا ہے یا چوتھا ہے اور اسی طرح اس کا ٹائم بھی مقرر نہیں کیا کہ آٹھ گھنٹے ہوگا یا بارہ گھنٹے اور اسی طرح اس کا گریڈ بھی مقرر نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے خداوند پاک بہت بڑا مہربان ہے اس کی نگاہ فریقین پر ہے۔ وہ ان دونوں میں سے کسی کا نقصان بھی نہیں پسند کرتا اور وہ بہت بڑا ماہر حکیم اور دانا ہے۔ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ اور وقت مقرر نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر وقت مقرر کر دیا جاتا تو اس میں مالک کا بھی نقصان ہوتا کیونکہ کبھی کام تھوڑا ہوتا ہے وہ دو گھنٹوں میں پورا ہو سکتا ہے۔ اب اگر اس کام پر آٹھ گھنٹے والا یا بارہ گھنٹے والا مزدور لگایا جائے تو مالک کو پورے دن کی مزدوری دینی پڑے گی تو اس میں مالک کا نقصان ہے اور کبھی کام سخت ہوتا ہے اور مزدور کمزور ہوتا ہے وہ آٹھ یا بارہ گھنٹے ڈیوٹی نہیں دے سکتا تو اس میں مزدور کا نقصان ہوتا کہ ایسے کمزور مزدور کو کوئی کام پہ نہ لگاتا اور گریڈ بھی مقرر نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنے سے کام کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

دراصل انسان کی کتنی اقسام ہیں۔ بعض پڑھے لکھے دانش مند بڑے ماہر

اور کاریگر ہوتے ہیں اور بعض جاہل نادان اور احمق قسم کے ہوتے ہیں اور دانا آدمی تھوڑے وقت میں ایسے ایسے کام سرانجام دیگا کہ ہزاروں نادان مل کر بھی ایسا کام نہیں کر سکتے۔ بقول شاعر:-

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارشو ،
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمے آید (اقبال)

اگر گریڈ مقرر ہوتا تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کم درجے والے احمق اور کمزور کے تناسب سے کم تنخواہ مقرر ہوتی یا دوسری صورت بڑے درجے والے کاری گر کے تناسب سے اس کمزور کی بھی اس کے برابر تنخواہ ہوتی یہ دونوں صورتیں مضر ہیں اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں کیونکہ ایک کاریگر کو جب ایک احمق کے برابر تنخواہ ملے گی تو وہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام نہیں لے گا یا ایک احمق کو کاریگر کے برابر تنخواہ ملے گی تو بھی یہ ہی حال ہوگا اور یہ احمق جری ہو جائے گا۔ کاریگر اور یہ آپس میں مل کر چل نہیں سکیں گے کوئی کارخانہ یا فیکٹری نہیں چل سکے گی۔ کوئی ملک ترقی نہیں کر سکے گا جیسا کہ آج کل اشتراکی ممالک میں ہو چکا ہے۔

اور ثابت ہو گیا ہے کہ اس درجے کی مساوات نہیں چل سکتی اور اس کا بہترین حل یہ ہی ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے کہ مردوں کے لیے حصّہ ہے اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے حصّہ ہے اس میں سے جو انہوں نے کمایا جو جتنی محنت کرے اس کے موافق اسے منافع میں سے اسے حصّہ اور صلہ ملنا چاہیئے جو زیادہ محنت کرتا ہے اس کو زیادہ ملنا چاہیئے اور جو کم محنت کا ہے اس کو اس کے موافق حصّہ اور صلہ ملنا چاہیئے اور جب یہ نظام ہوگا تو پھر ہر ایک منافع کی خاطر بڑھ چڑھ کر کام کرے گا اور

یہ انسانی فطرت ہے کہ نچلا طبقہ اوپر والے کی نقالی کرتا ہے لہٰذا جو سب سے زیادہ کمزور ہوگا وہ بھی اپنے سے مافوق کو دیکھ کر اس کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کرے گا اور پھر یقیناً ایسا کارخانہ یا فیکٹری ترقی کرے گی، ملک ترقی کرے گا۔ البتہ قرآن نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان کہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے یعنی ایسے محنت کشوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے دل شکنی نہیں کرتا یعنی اس کا جو حصّہ طے پایا ہے وہ اس کو ملنا چاہیئے اور ساتھ ساتھ اس کو کچھ زیادہ بھی دینا چاہیئے جیسا کہ بونس وغیرہ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مالک اور مزدور اور کاریگر کے درمیان محبّت اور اخوت پیدا ہوگی۔ خوشگوار ماحول بن جائیگا سارے مل کر یک جان یک دل ہو کر کام کریں گے اور اگر مالک ان کے حقوق غصب کرے گا تو ان کے درمیان عداوت کی دیوار کھڑی ہو جائیگی جو ذنگا فتنہ فساد کی صورت میں ظاہر ہو گی جس کی وجہ سے یہ کارخانہ تباہ ہو جائے گا اور گویا اس کو تباہ کرنیوالا یہ مالک خود ہو گا بس ملک میں فیکٹریوں، کارخانوں میں اور دفاتر میں خوشگوار ماحول کے لیے یہ قرآن کا بیان کردہ ضابطہ بڑا ہی زرّین ضابطہ ہے۔ اور حصّوں کا تقرر اور تعیّن نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو فریقین کی رائے پر موقوف چھوڑ دیا گیا ہے۔

اصل میں شریعت نے یہاں عرف کا لحاظ رکھا ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مشارکت اور مضاربت کا کاروبار مروّج تھا اور اس میں حصّے مقرر کرنے کا رواج تھا تو شریعت نے اسے منسوخ نہیں کیا بلکہ اسے بحال رکھا ہے اور اسی طرح اجرت کے سلسلہ میں حصّوں کا ذکر تو کیا لیکن تعیّن نہیں کیا کیونکہ یہاں بعض صورتوں میں منافع سے حصص چل سکیں گے اور بعض

صورتوں میں نہیں چل سکیں گے۔ اس کی پوری تفصیل تو کتب فقہ میں ہے۔ اس کتاب میں اس کا اندراج باعث طوالت ہے۔

یہاں چند موٹے موٹے اصول بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ ان کا بیان کرنا زیادہ اہم ہے۔ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ منافع اور اجرت معلوم ہو کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من استاجر اجیرا فیعلمہ اجرہ۔ جو کسی کو مزدور رکھے اسے چاہیئے کہ اسے اس کی مزدوری بتا دے کہ تجھے اتنی اُجرت ملے گی اور یہ منافع کبھی تو مدت بیان کرنے سے معلوم ہو جاتے ہیں جیسا کہ کرایہ مکان دکان وغیرہ پس اس معاملے کے لیے جو بھی مدت مقرر کر دی جاتے وہ ٹھیک ہے اور کبھی یہ منافع نفس عقد سے ہی معلوم ہو جاتے ہیں جیسا کہ کپڑے سینے کے لیے یا رنگنے کے لیے کسی کو دینا یا کوئی جانور کرایہ پر سواری کے لیے یا بوجھ لادنے کے لیے حاصل کرنا مگر اس سلسلہ میں مسافت اور بوجھ کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے اور کبھی یہ منافع بوجھ کی طرف اشارہ کرنے سے بھی معلوم ہو جاتا ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ بوجھ فلاں جگہ لے جانا ہے۔ بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو مانگو گے دے دیں گے یا مزدور کہتا ہے جو دو گے لے لیں گے یہ عقد اور معاملہ ناجائز ہے کیونکہ یہ باعث نزاع ہے۔

## اُجرت ادا کرنے کا وقت

نفس عقد سے اُجرت واجب نہیں ہوتی بلکہ اُجرت اس وقت واجب ہو گی جب وہ کام مکمل کر لے۔ ہاں اگر مالک خود ہی پہلے ادا

کردے یا اگر مزدور نے شرط رکھی ہو کہ میں تب کام کروں گا کہ مجھے میری مزدوری پہلے ادا کردے گے تو ان صورتوں میں اگر وہ پہلے ادا کر دے تو کوئی حرج نہیں ۔ اگر مالک کرایہ دار کو مکان یا دکان کا قبضہ دے دے، تو کرایہ واجب ہو جائے گا ۔ اس میں رہائش یا کاروبار شروع کرنا ضروری نہیں ہے ۔ اگر کوئی شخص اس مکان یا دکان کو غصب کرلے ۔ اس پر ناجائز قبضہ کرلے تو کرایہ دار پر کرایہ ادا کرنا ضروری نہیں اور مکان یا دکان یا زمین کا کرایہ روزانہ وصول کرنا چاہے تو بھی کر سکتا ہے اور اگر اس کے لیے کچھ مدّت مقرر کر دے تو بھی صحیح ہے ۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ یا گاڑی کرایہ پر حاصل کرتا ہے تو مالک اپنا کرایہ منزل منزل بھی وصول کر سکتا ہے اور انتہاء سفر پر بھی وصول کر سکتا ہے ۔ اگر اونٹ یا گاڑی والا کرایہ وصول کرنے کی پہلی شرط رکھ دے تو جائز ہے مگر راستے میں اگر گاڑی وغیرہ خراب ہو جائے تو سواری کو یا اس کے سامان کو منزل مقصود تک پہنچانا اس کی ذمہ داری ہے یا بقیہ منزل کا کرایہ اس کو واپس کرنا ہوگا اور دھوبی یا درزی کام مکمل کرنے پر ہی اجرت کا حقدار ہے پہلے حقدار نہیں ہے مگر کہ وہ پہلے وصول کرنے کی شرط رکھ دے ۔

اگر کسی شخص نے روٹی پکانے والا اجرت پر لیا اس شرط پر کہ اتنا آٹا تو نے اتنے پیسوں پر پکانا ہے تو وہ اجرت کا مستحق اس وقت ہوگا، جب تمام روٹیاں تنور سے نکال لے گا ۔ اگر کسی نے باورچی اجرت پر حاصل کیا تاکہ وہ اس کے لیے ولیمہ وغیرہ کا کھانا پکائے تو برتنوں میں ڈالنا بھی اسی کی ذمہ داری ہے کیونکہ عرف یہ ہی ہے ۔

اگر کسی نے مزدور حاصل کیا تاکہ وہ اس کی خاطر اینٹیں بنائے تو بنا کر

انہیں کھڑا کرنے کے بعد وہ اجرت کا مستحق ہوگا کیونکہ اس سے اس کے کام کی تکمیل ہو جاتی ہے اور ہر وہ کاریگر کہ جس کے کام کا چیز کی ذات میں اثر ہو جیسا کہ دھوبی اور رنگ ریز یا پرزہ جات وغیرہ بنانا۔ اگر اس کا کام مکمل ہو جائے تو اپنی مزدوری کی خاطر وہ اس چیز کو روک سکتا ہے اور مالک مزدوری ادا کر کے چیز کو واگزار کرا سکتا ہے۔ اس دوران اگر وہ چیز قدرتی طور پر ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائیں تو کاریگر پر ضمانت نہیں ہے کیونکہ وہ چیز اس کے پاس بطور امانت ہے لیکن یہ اب مالک سے مزدوری بھی نہیں لے سکتا۔

اور ہر وہ کاریگر کہ جس کے عمل کا چیز میں اثر نہیں ہے جیسا کہ بوجھ اٹھانے والا، ملاح، گاڑیبان جب کہ یہ اپنا کام مکمل کر دے اور مالک مزدوری ادا نہ کرے تو یہ اس چیز کو اپنی مزدوری کی خاطر نہیں روک سکتا البتہ اپنی مزدوری کا تقاضا وہ ہر لحاظ سے کر سکتا ہے۔ عدالت کی طرف رجوع بھی کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کاریگر کے ساتھ یہ شرط لگائے کہ یہ کام تو نے خود ہی کرنا ہے تو پھر وہ کسی دوسرے سے کام نہیں کرا سکتا اور اگر مطلق چھوڑے تو پھر کام دوسرے سے کرا سکتا ہے۔

اگر کسی شخص نے مکان یا دکان کرایہ پر حاصل کی تو وہ اس میں ہر وہ کام کر سکتا ہے۔ اگرچہ معاہدہ کے وقت اس کا تذکرہ نہ کیا ہو لیکن لوہار کو دھوبی کو اور آٹا پیسنے والے کو اس کاروبار کے لیے نہیں دے سکتا کیونکہ ان کے کاروبار سے عمارت کو نقصان پہنچے گا۔ اور زمین بھی کرایہ یا کاشت کے لیے دینا جائز ہے۔ اور اس تک پہنچنے کا راستہ اور اس کے حصے کا پانی بھی کرایہ دار کو دینا ہوگا کیونکہ اصل مقصد کرایہ دار کا انتفاع ہے اور اس کے سوا انتفاع نہیں ہو سکتا اور یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ کرایہ دار اس زمین میں کیا کیا

کاشت کرے گا کیونکہ مالک ہر چیز اپنی زمین میں کاشت کرنا پسند نہیں کریگا۔ ہاں اگر وہ کرایہ دار کو کہہ دے کہ جو تیری مرضی ہے کاشت کر تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کہ جو کاشت کرے اور خالی زمین عمارت کے لیے اور پودہ جات وغیرہ لگانے کے لیے بھی کرایہ پر دی جاسکتی ہے لیکن مدّت پوری ہونے کے بعد کرایہ دار کو مکان اور پودہ جات اکھاڑنے ہوں گے ہاں اگر مالک اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اور زمین کا مالک اگر اس مکان کے میٹریل اور اکھاڑے ہوئے پودا جات کی قیمت ادا کردے تو یہ اس کی مرضی ہے۔ زمین کے بقیہ مسائل انشاء اللہ عنقریب بیان ہوں گے۔

# مزدوروں کی اقسام

مزدور دو قسم کے ہیں۔ ایک مشترک اور دوسرا خاص۔ مشترک وہ ہوتا ہے جو کام کے بعد مزدوری کا مستحق ہوتا ہے جیسا کہ دھوبی، درزی، رنگریز مشینری وغیرہ بنانے والے اور سامان ان کے پاس امانت ہے۔ اگر قدرتی نقصان ہو جائے تو ان پر ضمانت نہیں ہے اور اگر ان کے عمل سے نقصان ہو جائے تو ان پر ضمانت ہوگی اور خاص مزدور وہ ہے جو مقررہ مدت کے لیے کام کرتا ہے اس کی اپنی ذمہ داری ہے کہ مقررہ ٹائم پہ پہنچ جائے۔ کام لینا یا نہ لینا مالک کا کام ہے اگر وہ کام نہیں لے گا تو اس ملازم کو تنخواہ دینا ہوگی اس کے پاس مالک کی جو چیز ہے وہ امانت ہے اگر قدرتی طور پر تلف ہو جائے تو اس پر ضمانت نہیں ہوگی قصداً تلف کرے تو ضمانت ہوگی۔

## زمین اور اس کے اندر کی پیداوار سب کے منافع کے لئے ہے لہٰذا اسے بے کار نہیں چھوڑنا چاہیئے

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا | اے لوگو! اپنے رب کی عبادت |
| رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ | کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور |
| وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ | انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ |
| تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ | تم پرہیزگار ہو جاؤ، جس نے |
| لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا | تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور |
| وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّأَنْزَلَ | آسمان کو چھت بنایا اور آسمان |
| مِنَ السَّمَاءِ مَاءً | سے پانی اتارا۔ پھر اس سے |
| فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ | تمہارے کھانے کے لیے پھل |
| رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوا | نکالے سو کسی کو اللہ کا شریک |
| لِلَّهِ أَنْدَادًا وَّأَنْتُمْ | نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے بھی ہو |
| تَعْلَمُونَ ۝ هُوَ الَّذِي | اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ |
| خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي | زمین میں ہے سب تمہارے |
| الْأَرْضِ جَمِيعًا ق ثُمَّ | لیے پیدا کیا پھر آسمان کی طرف |
| اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ | متوجہ ہوا تو انہیں سات آسمان |
| فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ | بنایا اور وہ ہر چیز جانتا ہے |
| وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ | بے شک آسمانوں اور زمین کے |
| إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ | پیدا کرنے میں اور رات اور |
| وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ | دن کے بدلنے میں اور جہازوں |
| وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي | میں جو دریا میں لوگوں کی نفع |

| | |
|---|---|
| تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ | دینے والی چیزیں لے کر چلتے |
| النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ | ہیں اور اس پانی میں جسے اللہ |
| اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ | نے آسمان سے نازل کیا ہے |
| مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ | پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ |
| بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا | کرتا ہے اور اس میں ہر قسم |
| مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ | کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے |
| الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ | اور ہواؤں کے بدلنے میں اور |
| الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ | بادل میں جو آسمان اور زمین کے |
| وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ | درمیان حکم کا تابع ہے البتہ |
| یَّعْقِلُوْنَ ○ | عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں |

(سورۃ بقرہ آیت ۲۱-۲۲- ۲۹-۱۶۴)

## تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی بندگی کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر اپنی ذات اقدس کے تعارفی وعقلی نمونے بیان فرمائے ہیں اور یہ نمونے اللہ پاک کے بنی نوع انسان پر احسانات بھی ہیں ۔ یہ عقل اور تعارفی نمونے تو اس اعتبار سے ہیں کہ ہر چیز اپنے صانع اور بنانے والے پر دلالت کرتی ہے اور یہ گواہی دیتی ہے کہ میں از سر خود وجود میں نہیں آئی بلکہ کسی اور کے ذریعہ سے وجود میں آئی ہوں ۔ اسی طرح اس ذاتِ پاک کے یہ تعارفی نمونے بتا رہے ہیں کہ ہم از سر خود وجود میں نہیں آئے بلکہ کسی اور ماہر کاریگر کے طفیل عدم سے وجود میں آئے ہیں بقول شاعر

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شُد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شُد

اور ساتھ ساتھ یہ نمونے یہ گواہی بھی دے رہے ہیں کہ یہ نمونے جس ذات نے معرضِ وجود میں لائے ہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی لمیٹڈ صنعتیں جن میں بہت سے شرکار ہوتے ہیں ان کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ان کا دیوالیہ ہو جاتا ہے وہ فریں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ میاں نے جب سے یہ اتنی بڑی صنعت قائم کی ہے اس وقت سے لیکر آج تک یہ خوب چل رہی ہے اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہوتا تو اس صنعت کا کب سے دیوالیہ ہو چکا ہوتا اور جب یہ چل رہی ہے اور بڑے عروج پر جا رہی ہے۔ روزمرّہ اور دن بدن ترقی پر جا رہی ہے۔ کل یوم ہو شان کے نئے نئے کرشمے ظاہر ہو رہے ہیں اور روزانہ ایسے ایسے کمالات دکھائے جا رہے ہیں کہ آج سے دو سو سال پہلے کا انسان ان کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا اور قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کے مطابق قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا ۔ آپ کہہ دیں اگر یہ سمندر میرے رب کی صفات کے لیے سیاہی ہو جائیں تو یہ سمندر میرے رب کی صفات ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے یعنی انسان اللہ پاک کی پیدا کردہ مادیات میں تحقیقات کرتے کرتے اپنی معراج بریں کو پہنچ چکا ہے لیکن کوئی بڑے سے بڑا سائنس دان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم جو تحقیقات کر چکے ہیں اور اس سے جو قدرت کے نمونے ظاہر ہوتے ہیں بس یہ ہی ہیں اس کے آگے اور کچھ بھی نہیں ۔ یہ نہ کسی نے کہا ہے اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے

پس ثابت ہوا کہ اس فیکٹری کا بنانے والا، چلانے والا بہت بڑا ماہر، زور آور اور طاقت ور ہے اور وہ ایک ہی ہے اور اگر یہ مشترکہ فرم ہوتی تو اس کا کب سے دیوالیہ ہو چکا ہوتا اور یہ نمونے بنی نوع انسان پر اس کے احسانات بھی ہیں کیونکہ خداوند پاک نے انسان کا کچھ دینا نہیں ہے تاکہ یہ نعمتیں اس کا معاوضہ بن جائیں اور جب یہ سب اس کے انعامات ہیں تو پھر انسان کا فریضہ بنتا ہے کہ اتنے بڑے بادشاہ اور محسن حقیقی کے آداب بجالائے اس لیے اس نے حکم دیا ہے کہ تم سب اپنے رب کی بندگی کرتے رہو۔

اس کے تعارفی نمونوں میں سے پہلا نمونہ اس کی صنعت خالقیت ہے یعنی یہ نظام عالم جو چل رہا ہے پہلے کچھ بھی نہیں تھا تو اس اللہ پاک نے پہلے مادہ بنایا اور پھر اسی سے سات آسمان اور سات زمینیں بنائیں اور ان کے مابین تمام مادیات، حیوانات، چرند پرند اور کیڑے مکوڑے پیدا کئے۔

اس کے تعارف کا دوسرا نمونہ ربوبیت ہے یعنی چیز کو پیدا کرنا اور پھر تدریجی طور پر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا جیسا کہ انسان کی پیدائش مادۂ منویہ سے ہے۔ تو سب سے پہلے وہ مادہ بنانا پھر رحم مادر میں اس سے انسانی شکل و صورت بنانا اور پھر اس کی جنینی حالت سے لے کر دنیا میں لانا اور پھر عہد طفولیت سے شباب اور بڑھاپے تک پہنچانا اور پھر اس کے لیے آب و دانہ، گرمی سردی وغیرہ مہیا کرنا یہ سب ربوبیت میں شامل ہے یہ مضمون یایھا الناس اعبدو سے لے کر تتقون تک بیان فرمایا ہے اور الذی سے لے کر لایات لقوم یعقلون تک نظام ربوبیت کی تفصیل ہے۔

ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ جب یا یہا الناس اعبدوا میں تمام انسانوں کو عبادت کا حکم ہے تو پھر الذی جعل لکم الارض سے لے کر یعقلون تک جن انعامات کی تفصیل بیان فرمائی ہے یہ بھی سب کے لیے ہیں اور لکم میں لام انتفاع کے لیے ہے یعنی سب کے نفع کے لیے ہیں اور اب نفع کس طرح اٹھانا ہے تو اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو آخر میں بیان فرمایا ہے۔ لآیات لقوم یعقلون یعنی لوگوں کو عقل دی ہے اس سے کام لیں اور فائدہ اُٹھائیں اور دوسرا طریقہ رسُولوں کی اتباع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے مابین اپنی نعمتیں منصفانہ طور پر تقسیم کرنے کے لیے اور ان سے فوائد اٹھانے کے طریقے بتانے کے لیے اپنی طرف سے اپنے نمائندے بھیجے ہیں کیونکہ اگر اس مشترکہ دولت کو ان کے مابین تقسیم نہ کیا جائے تو یہ انسان آپس میں کٹ مریں گے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے لیے مفید ہیں اور بعض مضر ہیں۔ اگر یہ امتیاز کر کے بھی اس کو نہ بتایا جائے تو مضر چیزیں کھا کر بھی تباہ ہو جائے گا۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی راہنمائی اور ہدایت کے لیے رسول بھیجے ہیں اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ان فرستادوں کی تقسیم اور تمیز کو تسلیم اور قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، تو وہ کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں چنانچہ آج اشتراکی ممالک کی تباہی اور بربادی کا منظر دنیا کے سامنے ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدائی نظام تقسیم قبول نہ کیا اور کہا کہ ہم نے خدا کا جنازہ نکال دیا ہے اور آج دنیا اشتراکیت کا جنازہ نکلتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ بقول شاعر :-

ہوئے مر کے تم جو رسوا ہوئے غرق کیوں نہ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

بہر حال دنیا کی یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے بنائی ہیں اور ان سے استفادے کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث میں اس کی تفصیل آرہی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

| | |
|---|---|
| قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۲۶) | آپ فرمادیں اے اللہ بادشاہی کے مالک جسے آپ چاہیں بادشاہی دیتے ہیں اور جس سے چاہیں بادشاہی چھین لیتے ہیں جسے آپ چاہیں عزت دیتے ہیں اور جسے چاہیں ذلت دیتے ہیں۔ آپ کے دستِ پاک میں ہر قسم کی خیر ہے بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ |
| اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ | کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی روزی تو ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں تقسیم کی ہے اور ہم نے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے ہیں تاکہ ایک دوسرے |

بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ کو محکوم بنا کر رکھے اور آپ کے رب
رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے
يَجْمَعُوْنَ o جو وہ جمع کرتے ہیں۔

(سورۃ زخرف آیت ۳۲)

## تفسیر

ان آیتوں میں سے پہلی آیت سورۃ آل عمران کی ہے اس میں یہ فرمایا ہے کہ اصلی اور حقیقی مالک اس ملک کا خدا ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ اسی کے پاس ہے اور وہ فُل اختیارات رکھتا ہے اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو اپنی ذات سے ملک مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور تؤتی الملك من تشاء میں اللہ تعالیٰ کی صفت اعطاء اور وہابی بیان فرمائی ہے کہ آپ ملک دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ یہ ملک عام ہے خواہ ساری روئے زمین ہو یا تھوڑا سا علاقہ ہو یا زمین کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ بہرحال اس آیت سے اتنا معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ملکیت دیتے ہیں خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ مگر اس سے ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو اس نجی ملکیت کے فُل اختیارات دیئے ہیں کہ جیسے چاہے کمائے اور جو چاہے کھائے جسے چاہے ہبہ کردے یا اس کو منجمد ہی رکھے اور تنزع الملك ممن تشاء لگا کر بتا دیا کہ وہ ملک اگرچہ دیتا تو ہے لیکن فُل اختیارات وہ کسی کو نہیں دیتا اور اس آیت کو سورۃ بقرہ والی آیات ۲۱ - ۲۲ - ۲۹ - ۱۶۴ سے مربُوط کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ملکیت صرف انتفاع کے لیے دیتا ہے کہ وہ انسان اس ملکیت سے چند روز نفع اُٹھالے اور اس

کی بھی شروط رکھی ہیں جو عنقریب ہم بیان کریں گے انشاء اللہ۔

اگر انسان اِن شروط کی خلاف ورزی کرے تو پھر اللہ تعالیٰ وہ ملکیت چھین لیتے ہیں اور یہ مضمون بیان کیا ہے۔ تنزع الملك ممن تشاء میں اور اس کی بتائی ہوئی شروط کے تحت جو نفع اٹھائے اس کو اور عزت دیتا ہے۔ اس مضمون کو و تعز من تشاء میں بیان فرمایا اور جو ان شروط کی خلاف ورزی کرے اس سے نہ صرف ملکیت چھینتا ہے بلکہ اس کو ذلیل بھی کرتا ہے یہ مضمون وَتُذِلُّ من تشاء میں بیان فرمایا ہے اور یہ چھیننے اور تذلیل کی جو صورت ہے بظاہر تو مشروط نظر آرہی ہے تو اس کے جواب میں فرمایا بیدك الخیر کہ آپ کے دستِ پاک میں ہر طرح کی خیر ہے لہٰذا یہ بھی خیر ہے کہ اس میں خلاف ورزی کرنے والے کو ظلم سے بچاتا ہے اور باغیوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے۔

اور سورۃ زخرف والی آیت کے پہلے جملے میں یہ فرمایا ہے کہ کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں تو یہ سوالیہ جملہ ہے اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی سب مخلوق کو روزی دینا یہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ یہ صرف اور صرف اسی خالق کائنات کا کام ہے اور اگلے جملے میں فرمایا ہے نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوٰة الدنیا۔ دنیا میں انکی روزی ان کے مابین ہم تقسیم کر رہے ہیں اور اگلے جملے میں فرمایا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجٰت۔ ہم نے بعض کو بعض پر درجے دیئے یعنی بعض انسانوں کو بعض پر فوقیت اور برتری دی ہے تاکہ ایک حاکم رہے اور دوسرا محکوم۔

اور یہ برتری ہر ایک انسان کو دوسرے پر کسی نہ کسی درجے میں حاصل ہے

مثلاً ایک حاکم اور دوسرا محکوم ہے ۔ سربراہ مملکت کو بھی جب حجامت کرانی پڑے گی تو حجام کے کنٹرول اور ضابطوں کو ماننا ہوگا اور اگر من مانی کرے گا تو گردن ہی کٹوائے گا بہرحال یہ حاکمیت اور محکومیت کا سلسلہ بڑا وسیع ہے اور یہ بھی تقسیم روزی کا ایک ذریعہ ہے۔

اور تقسیم روزی کا دوسرا طریقہ مضاربت ہے اور تیسرا طریقہ مشارکت اور چوتھا طریقہ اجرت ہے ۔ ان سب کی تفصیلات پہلے بیان ہو چکی ہیں اور پانچواں طریقہ زراعت ہے ۔ زیر بحث آیات میں اس کا بیان ہے اور آنے والی آیت کریمہ میں بھی اس کی توضیح اور تشریح بیان فرمائی گئی ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ ۝ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝

بھلا دیکھو جو کچھ تم بوتے ہو۔ کیا تم اُسے اُگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں ۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چور چور کردیں پھر تم تعجب کرتے رہ جاؤ کہ بے شک ہم پر تو تاوان پڑ گیا بلکہ ہم بے نصیب ہو گئے۔ بھلا دیکھو تو سہی وہ پانی جو تم پیتے ہو کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے ۔ یا ہم اتارنے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کردیں پس کیوں تم شکر نہیں کرتے ۔ بھلا دیکھو تو سہی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کا درخت پیدا

| | |
|---|---|
| اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ (سورہ واقعہ آیت ۶۳ تا ۷۳) | کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے اسے یادگار اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنا دیا ہے۔ |
| مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۰) | جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے اس کی کھیتی میں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کو اس میں سے دیں گے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ |
| عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلَنَّ زَرَعْتُ وَلٰكِنْ قُلْ حَرَثْتُ (ابن کثیر) | ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت کہو میں نے اگایا لیکن کہو میں نے ہل چلایا۔ |

## تشریح

ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں تحرثون فرمایا ہے جو حرث سے بنا ہے

اس کا معنیٰ ہے تم کاشت کرتے ہو اور دوسری آیت میں نحن الزارعون فرمایا ہے جو زراعت سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے ہم اُگاتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ حَرَثْتُ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اور لفظ زَرَعْتُ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں لفظوں میں کیا فرق ہے۔ تو بات اصل میں یہ ہے کہ حرث کے معنی ہیں کھیتی تیار کر کے اس میں بیج ڈالنا اور زراعت کے معنی ہیں اس ڈالے ہوئے بیج کو اُگانا اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اختیار تو دیا ہے کہ وہ زمین میں ہل چلائے اور اس میں بیج بوئے لیکن اس سے فصل اگانے کا اختیار اس کو نہیں دیا اسی لیے بسا اوقات کاشت کار زمین میں ہر طرح کی محنت کرتا ہے اور اچھے سے اچھا بیج اس میں ڈالتا ہے مگر اسے اس زمین سے اپنے ڈالے ہوئے بیج کے برابر بھی اناج میسر نہیں آتا اور ایسے بھی علاقے اور جگہیں موجود ہیں کہ وہاں کوئی ہل وغیرہ نہیں چلاتا مگر وہاں بے شمار سبزہ اُگتا ہے اس سے اللہ پاک یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ زراعت میرا کام ہے یہ تمہارا کام نہیں ہے اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو جو اختیارات دیئے ہوئے ہیں انہیں کے تحت اپنے منہ سے بھی الفاظ استعمال کرے اور جس چیز کا اسے اختیار ہی نہیں ہے اسے ایسا لفظ بھی اپنے منہ سے نہیں نکالنا چاہیئے کیونکہ یہ خدا کے اختیارات میں لفظی مداخلت بن جائے گی، اسی لیے بسا اوقات باوجودیکہ وہ اچھی محنت کرتا ہے اور اچھا بیج ڈالتا ہے مگر پھر بھی اچھی فصل نہیں اُگتی اس کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ کبھی اپنے غرور میں آکر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس مرتبہ اناج اتنا اگائیں گے تو اللہ پاک

فرماتے ہیں اچھا تو نے میرے کام میں مداخلت کی ہے لہٰذا اب اگا کر دیکھ پس ثابت ہوا کہ اللہ پاک نے انسان کو صرف کاشت کاری کا اختیار دیا ہے اگانے کا اختیار نہیں دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی اور کو کیوں نہیں دیا تو بات اصل میں یہ ہے کہ اناج اگانے کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ مٹی، پانی، گرمی، ہوا یہ چار چیزیں ہوں تو اناج اُگ سکتا ہے ورنہ نہیں اُگ سکتا اور یہ چاروں چیزیں کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ یہ صرف اسی خالق کائنات کے اختیار میں ہے۔ اور اگر اللہ پاک یہ اختیار کسی کو دے بھی دیں تو پھر یہ انسان بخیل ہے۔ یہ دوسرے تک ایک تل بھی نہیں پہنچنے دے گا اس لیے اس نے یہ چاروں چیزیں پیدا کر کے عام کر دی ہیں کہ سارے اس کے بندے ان سے فائدہ اٹھائیں گے مگر چونکہ اس سے انسانوں کے درمیان خونریزی کا بھی خطرہ ہے تو اس لیے ان نعمتوں کو تقسیم کرنے کے اصول اور ضابطے بھی خود ہی مقرر کر دیئے ہیں اور حدیں بھی مقرر کر دی ہیں اور اس انسان کو بتا دیا ہے کہ تیری حد یہاں تک ہے اس سے تجاوز نہ کرنا اور فصل اگانا پانی برسانا گرمی پیدا کرنا یہ اللہ کا کام ہے اور اس سے تمہیں فائدہ پہنچانے کے لیے یہ نظام اپنے ہاتھ میں رکھا اور اس کا ایک یہ مقصد بھی ہے کہ تمہیں نصیحت آجائے۔ یہ مضمون تو سورۃ واقعہ والی آیات میں بیان فرمایا ہے اور سورۃ شوریٰ والی آیت میں فرمایا جو نصیحت حاصل کر کے آخرت کی کھیتی کی خواہش کرے گا تو اس کی خواہش سے زیادہ اسے آخرت میں دیں گے اور جو نصیحت حاصل نہ کرے صرف دنیا کی خواہش رکھے، تو اس کو دنیا دیں گے اور آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔

# کاشت کاری انبیاءؑ کی سنت ہے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط
قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا
مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ
الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ
بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط
قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ
الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ
عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ
هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ

اور جب آپ کے رب نے
فرشتوں سے فرمایا میں زمین
میں ایک نائب بنانے والا
ہوں - انہوں نے کہا - کیا آپ
زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا
چاہتے ہیں جو فساد پھیلائے گا
اور خون بہائے گا حالانکہ ہم
تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان
کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے
ہیں فرمایا میں جو کچھ جانتا ہوں وہ
تم نہیں جانتے اور اس نے آدم
کو سب چیزوں کے نام سکھائے
پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں
کے سامنے پیش کیا - پھر فرمایا مجھے
ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو
انہوں نے کہا آپ پاک ہیں ہم

| | |
|---|---|
| الْحَكِيمُ قَالَ يَا آدَمُ | تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے |
| أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ | ہمیں بتایا ہے۔ بے شک آپ |
| فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ | بڑے علم والے حکمت والے |
| قَالَ أَلَمْ أَقُل | ہیں۔ فرمایا اے آدم تم ان چیزوں |
| لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ | کے نام بتا دو پھر جب آدم نے |
| غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ | انہیں ان کے نام بتائے۔ فرمایا |
| وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ | کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا، کہ |
| وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ | آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں |
| (سورۃ البقرۃ آیت ۳۰ تا ۳۳) | میں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر |
| | کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اسے |
| | بھی جانتا ہوں۔ |

# تفسیر

ان آیتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کرنے کا بیان ہے جب اللہ پاک نے اپنی اس رائے گرامی کا اظہار فرشتوں کے سامنے فرمایا تو فرشتوں کو چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت کا پتہ نہیں تھا اس لیے انہوں نے اس کے بارے میں اپنے جو خدشات تھے وہ پیش کئے کہ وہ سفاک اور مفسد ثابت ہوگا اور ان کا خیال چونکہ یہ تھا کہ اس سے شاید اللہ تعالیٰ کو اپنی بندگی کرانا مقصود ہے اس لیے اپنی دیرینہ عبادت گزاری، بندگی، غلامی اور تسبیح و تقدیس کا اظہار کیا کہ اگر یہ مقصود ہے تو ہم حاضر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مقصدِ عظیم اور حضرت آدم علیہ السلام کی فوقیت اور برتری واضح کرنے کے لیے انہیں علم و فضل کا ملکہ عطا فرمایا کہ جس سے وہ نئی نئی ایجادات کرنے لگے اور ہر چیز کے اس کی خصوصیات کے مطابق نام بھی تجویز کرنے لگے اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ تو وہ نہ بتا سکے اس لیے کہ ان میں یہ ملکہ ہی نہیں تھا تو انہوں نے اپنی علمی بے بضاعتی اور اللہ تعالیٰ کے کمالات کا اعتراف کیا تو پھر ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو نامیں نے کہا تھا کہ میں آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہوں اور تمہارے ظاہر احوال اور دلوں کے سربستہ راز بھی جانتا ہوں۔ ہمارا مقصد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو علوم عطا فرمائے اور ان میں جو ملکہ رکھا، ان میں کاشت کاری بھی ہے اور اس زمانہ سے لے کر آج تک اس کے لیے جو بھی تدابیر اختیار کی گئی ہیں یہ اسی عطا کردہ ملکہ کا نتیجہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنی بود و باش کے لیے بھی یہ ہی طریقہ اختیار کیا پس معلوم ہوا کہ کاشت کاری حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور آپ کی وساطت سے اللہ پاک نے یہ علم انسانوں تک پہنچایا۔

اور یا یوں بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ علم الاسماء میں لفظ اسماء اسم کی جمع ہے اور اسم کے معنی نشانی اور علامت کے آتے ہیں اور اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی نشانیاں، علامات اور تعارفی نمونوں کا مظہر بنایا اور آدم سے مراد صرف ذات آدم نہیں بلکہ پوری نسل آدم مراد ہے اور نسل آدم نے قدرت کے جو نمونے ظاہر کئے ہیں وہ آج سب پر عیاں ہیں اور تمام نمونوں کا مرکز اصلی اناج ہے اس لیے اسکی اہمیت

تمام مصنوعات سے زیادہ ہے اور آدمی کا یہ ڈھانچہ آگ، پانی، مٹی اور ہوا کے امتزاج کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ باقی حیوانات کا سلسلہ بھی اسی نوعیت کا ہے لیکن ان کی غذائیں اچھی اور پاکیزہ نہیں ہیں اور انسان کی غذائیں پاکیزہ ہیں اس لیے اس کے ذریعہ جو تعارفی نمونے ظاہر ہو رہے ہیں وہ باقی حیوانات سے نہیں ہو رہے اور جب تمام تعارفی نمونوں کا دارومدار ہی اچھی غذاؤں پر ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ انسان کے لیے اس کا ہونا ضروری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس کی کاشت کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان اچھی مفید، ناقص ردّی اور مضر چیز میں امتیاز کر سکے ورنہ لاعلمی میں ضرر رساں چیزیں استعمال کریگا تو تباہ ہو جائے گا تو پھر اس کی تخلیق سے جو قدرت کا مقصد ہے وہ بھی فوت ہو جائے گا۔

| | |
|---|---|
| قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ | کہا تم سات برس لگاتار کھیتی |
| سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا | کرو گے پھر جو کاٹو تو اسے اس |
| حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ | کے خوشوں میں رہنے دو، مگر |
| فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا | تھوڑا سا جو تم کھاؤ پھر اس |
| مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ | کے بعد سات برس سختی کے |
| یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ | آئیں گے جو تم نے ان کے لیے |
| سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ | رکھا تھا کھا جائیں گے مگر تھوڑا |
| مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ | سا جو تم بیج کے واسطے روک |
| اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ | رکھو گے۔ پھر اس کے بعد ایک |
| ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ | سال آئے گا اس میں لوگوں پر |
| ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ | مینہ برسے گا اس میں سے رس |

یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْہِ    نچوڑیں گے۔
یَعْصِرُوْنَ ۔

(سورۃ یوسف آیت ۴۷ تا ۴۹)

## تفسیر

ان آیتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں کو قحط سالی سے نبٹنے کے لیے جو تدابیر بتائی ہیں ان کا بیان ہے ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جس زمانہ میں مصر کے جیل خانہ میں تھے ۔ اسی زمانہ میں مصر کے بادشاہ کو ایک خواب آیا کہ سات موٹی گائیں ہیں انہیں سات دُبلی گائیں کھاتی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک ۔ بادشاہ نے اس خواب کی تعبیر اپنے وزیروں سے پوچھی تو وہ نہ بتا سکے ۔ اس وقت بادشاہ کے ایک خدمت گزار نے جو حضرت یوسف علیہ السلام سے جیل کے زمانہ میں واقفیت رکھتا تھا کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں جیل خانہ میں جاکر ایک شخص سے اس کی تعبیر پوچھ کر آؤں وہ اس کی مہارت رکھتا ہے چنانچہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے تعبیر بیان فرمائی اور ساتھ ساتھ تدبیر بھی بیان فرمائی ۔ آپ کی بیان کردہ تعبیر کا خلاصہ یہ ہے کہ سات موٹی گائیوں سے مراد سات آسودگی اور خوشحالی کے برس ہیں اور دُبلی گائیوں سے مراد سختی کے سال ہیں اور ساتھ تدبیر یہ بتائی کہ ان برسوں میں جو تم اناج کاشت کرو اسے خوشوں سے نکال کر ذخیرہ نہیں کرنا بلکہ خوشوں میں ہی رہنے دینا ہے صرف اتنا ہی نکالو جتنا کھاؤ اور فرمایا کہ پھر اس کے بعد سات سال سختی کے آئیں گے ان میں خوشحالی کے سالوں

کی کاٹی تم کھاؤ گے اور یہاں تدبیر یہ بتائی کہ بیج بچا رکھنا اور فرمایا کہ اس کے بعد ایک خوشحالی کا سال آئے گا۔ اس کے بعد اس قاصد نے جاکر بادشاہ کو یہ تعبیر اور تدبیر بتائی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معتقد ہو گیا اور آپ کو رہا کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور پھر بعد میں پوری حکومت آپ کے حوالے کی پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی نگرانی میں سات سال اناج کاشت کرایا اور جب قحط سالی کا دور شروع ہوا تو پھر آپ نے اپنی ہی نگرانی میں یہ جمع شدہ اناج ملکی اور غیر ملکی سب لوگوں کے لیے فروخت کرنا شروع کیا۔

اس کے دو فائدے ہوئے ایک تو حکومت کا خزانہ بھر گیا اور دوسرا سب لوگوں تک اناج پہنچ گیا۔ ہمارا مقصد اس سے یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی جو تعبیر اور جو تدبیر بتائی یہ سب اللہ کی طرف سے وحی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی نگرانی میں جو اناج کاشت کرایا اور پھر اسے تقسیم کرایا یہ بھی حکم خداوندی کے تحت تھا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کاشت وغیرہ کا جو سلسلہ ہے یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور بحکم خداوندی انہوں نے ایسا کیا ہے تاکہ لوگوں کو کاشت کے طریقے معلوم ہو جائیں۔ اور حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے اسلام کے اقتصادی نظام میں امام سرخسی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

وَاَنْ دَرَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجَرْفِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرف میں کاشت کی ہے اور جب امام الانبیاء نے یہ کاشت کی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت فضیلت والا پیشہ ہے اور برکات کا حامل ہے۔

بہرحال شروع بحث سے لے کر یہاں تک کا ماحصل ہے اور لب لباب

یہ ہے کہ زمین اور اس کے اندر جو ذرائع روزی کے ہیں وہ سب کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ کسی ایک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ جائے نہ خود کمائے اور نہ کسی کو کمانے دے اور فائدہ اٹھانے کے طریقے بھی پہلے کچھ بیان ہو گئے ہیں اور اب زیر بحث مسئلہ زمین کا ہے کہ اس سے کس طرح فائدہ اٹھایا جائے۔ تو اصل ضابطہ یہ ہی ہے کہ جس کے پاس جتنی بھی زمین ہے اسے خود اس میں کاشت کرنا چاہیئے۔ نہ خود بے کار بیٹھے اور نہ زمین کو بے کار چھوڑے۔ اگر اس کے خلاف کرے گا تو یہ خلق خدا پر ظلم ہوگا۔

چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد مبارک سے اس کی مذمت معلوم ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ جَابِرٍ قَالَ | اور جابر سے روایت ہے کہ |
| رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ | نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو |
| اَرْضٌ فَلْیَزْرَعْھَا اَوْ | اسے چاہیئے کہ وہ خود کاشت |
| لِیَمْنَحْھَا اَخَاہُ فَاِنْ | کرے یا اپنے بھائی کو عاریتاً دے |
| اَبٰی فَلْیُمْسِكْ اَرْضَہٗ | پس اگر انکار کرے تو اپنی زمین |
| (متفق علیہ) | اپنے پاس رکھے۔ |

## تشریح

جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو بے کار ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اگر خود کاشت نہیں کرتا تو دوسرے مسلمان بھائی کو عاریۃً دے تاکہ وہ فائدہ اُٹھائے۔ اگر وہ نہیں مانتا تو وہ اپنی

زمین اپنے پاس رکھے اور محدثین نے لکھا ہے کہ یہ آخری جملہ بطور ناراضگی ہے اور پہلے جملوں میں اگر غور کیا جائے تو یہ ناراضگی ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ زمین اللہ تعالیٰ نے سب کے فائدے کے لیے پیدا کی ہے اور شارع نے اس کو کنٹرولر بنایا ہے۔ مختار کل نہیں بنایا اور کنٹرول کے ضابطے بھی اس کو بتا دیئے ہیں اگر ان کی خلاف ورزی کرے گا تو یہ ظلم ہوگا۔ اور بارگاہ نبوی میں لیا انسان پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ ضابطوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

## دوسرے کی زمین سے فائدہ اُٹھانے کی پہلی صورت جو ناجائز ہے

اور وہ یہ ہے کہ مالک دوسرے سے زمین کاشت کرائے اور اس زمین میں سے ایک ٹکڑا اپنے لیے مخصوص کرے اور باقی کاشتکار کو بطور اجرت چھوڑ دے یہ صورت ناجائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِیْجٍ | رافع بن خدیج سے روایت ہے |
| قَالَ کُنَّا اَکْثَرُ | انہوں نے کہا کہ ہم اکثر اہل مدینہ |
| اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ حَقْلًا | زمیندار تھے اور ہم میں سے کچھ |
| وَکَانَ اَحَدُنَا یُکْرِیْ | اپنی زمین کو کرایہ پر دیتے تھے اور |
| اَرْضَہٗ فَیَقُوْلُ ھٰذِہٖ | یوں کہتے تھے کہ یہ ٹکڑا میرا ہے |
| الْقِطْعَۃُ لِیْ وَھٰذِہٖ لَکَ | اور یہ تیرا ہے اور بسا اوقات یہ |
| فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِہٖ | ٹکڑا اناج نکالتا اور وہ نہ نکالتا |

وَلَمْ يُخْرِجْ فِيهِ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے روکا۔

(متفق علیہ)

# تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ کے لوگ بعض زمیندار تھے اور بعض کاشت کار تھے اور کاشت کاری کی کئی صورتیں مروّج تھیں ان میں سے ایک صورت یہ تھی کہ مالک زمین کاشت کے لیے کاشتکار کو زمین دیتا اور اس کاشت شدہ زمین میں سے اچھا سا ٹکڑا اپنے لیے مخصوص کر لیتا مثلاً پانی کی نالیوں کے آس پاس والا ٹکڑا یا کنوئیں کے قرب وجوار والا ٹکڑا اور جب پانی کی قلت ہوتی تو نالیوں کے قریب یا کنوئیں کے قریب والے ٹکڑوں میں تو فصل اُگتی مگر ان سے دور دراز والے ٹکڑوں میں نہ اگتی یا کم اگتی تو اس سے مالک زمین کو تو یقیناً فائدہ پہنچ جاتا تھا مگر کاشت کار بیچارہ محروم رہتا اور اس کی محنت بھی ضائع جاتی اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں کاشت سے منع فرمایا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کاشت کار کی حیثیت بھی مضارب کی طرح ہے جس طرح مال مضاربت میں تجارت کرنے کے بعد پورے منافع میں تاجر کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور وہاں مالک یا مضارب منافع میں سے چند درہم اپنے لیے مخصوص نہیں کر سکتے اسی طرح یہاں بھی نہ تو مالک اپنے لیے کوئی ٹکڑا مخصوص کر سکتا ہے اور نہ کاشت کار کیونکہ اس میں فریقین کے نقصان کا احتمال ہے اور شریعت کے نزدیک جہاں بھی نقصان کا احتمال غالب ہو وہ کاروبار جائز نہیں۔

# دوسرے کی زمین سے فائدہ اُٹھانے کی دوسری صورت یہ ہے

کہ مالک زمین اپنی زمین کسی دوسرے کو اُجرت یعنی ٹھیکے پر دے دے اور اس کے لیے وقت متعین کرنا ضروری ہے مثلاً ایک سال کے لیے یا دو سال کے لیے وغیرہ ذالک یہ صورت جائز ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ | عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے |
| زَعَمَ ثَابِتُ ابْنُ | کہ ثابت بن ضحاک نے کہا کہ جناب |
| الضَّحَاكِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے |
| صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | منع فرمایا مزارعت سے اور حکم |
| نَهٰى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَاَمَرَ | دیا اجرت پر دینے کا اور فرمایا اس |
| بِالْمُوَاجَرَةِ وَقَالَ لَا | میں کوئی حرج نہیں ہے۔ |
| بَاْسَ بِهَا۔ (رواہ مسلم) | |

## تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں ایک مزارعت کی ممانعت جس کی تفصیل ابھی ابھی رافع ابن خدیج والی حدیث میں گزر گئی ہے اور دوسرا اس حدیث میں آپ نے زمین اجرت پر دینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں حرج نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ زمین کسی دوسرے

انسان کو ٹھیکے پر بھی دے سکتا ہے۔

# دوسرے کی زمین سے فائدہ اُٹھانے کی تیسری صورت

یہ ہے کہ مالک زمین اپنی زمین کسی دوسرے کو اس طور پر دے کہ وہ کاشت کرے اور اس میں سے جو اناج پیدا ہو اس میں سے آدھا حصّہ اس کا ہوگا اسی طرح یا تیسرا یا چوتھا یہ صورت بھی جائز ہے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا عَلٰى اَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا (رواہ مسلم) | عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو خیبر کے کھجور کے درخت اور زمین اس شرط پر دئیے کہ وہ اپنے مالوں سے کام کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگا آدھا حصہ اس کے پھلوں کا۔ (مسلم) |
| وَفِىْ رِوَايَةِ الْبُخَارِىِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَعْمَلُوْهَا | اور بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیا کہ وہ محنت کریں اور کاشت کریں |

گھر کا کوئی باشندہ ایسا نہیں
تھا مگر وہ کاشت
کرتے تھے تیسرے حصّے پر یا
چوتھے پر اور کاشت کی ہے۔ علی
نے سعد بن مالک نے عبداللہ
بن مسعود نے، عمر بن عبدالعزیز
نے قاسم نے عروہ نے آل ابی
بکر اور آل عمر نے آل علی نے
اور ابن سیرین نے عبدالرحمان بن
اسود نے اور میں عبدالرحمان بن
یزید کے ساتھ کاشت میں شرکت
کیا کرتا تھا اور عمر لوگوں سے معاملہ
کرتا اس شرط پہ کہ اگر بیج عمر کی
طرف ہوگا تو اس کے لیے آدھا
حصّہ اور اگر بیج ان کی طرف سے

# تشریح

یہاں پہلی حدیث میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ نے خیبر کی زمین یہود کو بٹائی پر دی۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تیسری صورت پر بعض جلیل القدر صحابہؓ اور تابعین کا عمل بھی نقل کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بھی جائز ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہ ہی ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیئے کیونکہ اس کی لوگوں کو ضرورت ہے اور پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مزارعت کی حیثیت بھی مضاربت جیسی ہے۔ اور جب مضاربت میں یہ صورتیں جائز ہیں تو یہاں بھی جائز ہونی چاہیئے اور فقہاء نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوا سب ائمہ کا اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ فریقین کے دلائل بڑی کتابوں میں موجود ہیں جو تحقیق کرنا چاہتا ہے وہاں دیکھ لے۔ اس کتاب میں اس طویل بحث کی گنجائش نہیں ہے اور ایسے اختلافات سے عوام الناس بجائے مستفید ہونے کے بدظن ہوتے ہیں۔ ایسی بحثیں صرف علماء کے مابین مناسب ہیں اور یہ کتاب اس لیے لکھی گئی ہے تاکہ عوام الناس اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

باغات کو پانی پلانے کا مسئلہ بھی مزارعت جیسا ہی ہے یعنی مالک کاشتکار سے یوں وعدہ کرے کہ تم اس باغ کو پانی پلاؤ اور اس کا جو پھل ہوگا وہ ہم آپس میں بانٹ لیں گے خواہ نصف کا معاہدہ ہو یا تیسرے کا یا چوتھے کا یہ سب صورتیں جائز ہیں اب ہم یہاں فقہاء نے زراعت کے لیے جو شرطیں لکھی ہیں وہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ زمین قابل کاشت ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مالک اور کاشت کار اہل عقد ہوں۔

لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عنه قال اى عمرو انى اعطيهم و اعينهم وان اعلمهم اخبرنى يعنى ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم لم ينه عنه ولكن قال ان يمنح احدكم اخاه خير له من ان يأخذ عليه خرجًا معلومًا۔

(متفق علیہ)

طاؤس سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا کہ تم مزارعت کو چھوڑ دیتے لوگ گمان کرتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا اے عمرو میں انہیں کاشت پر زمین دیتا ہوں۔ یہ میں ان کی مدد کرتا ہوں اور بے شک ان میں سے زیادہ عالم نے یعنی ابن عباس نے مجھے بتایا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ہدیہ دے اس سے کہ اس سے کرایہ معین لے یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

اس حدیث میں جو عمرو اور طاؤس کا ذکر آیا ہے یہ دونوں تابعی ہیں۔ حضرت طاؤس اپنی زمین لوگوں کو بٹائی پر دیتے تھے اور عمرو نے اس کو پسند نہ کیا اور اور انہوں نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا کہ لوگ تو گمان کرتے ہیں۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بٹائی سے منع فرمایا ہے تو حضرت طاؤس نے فرمایا کہ یہ زمین میں انہیں دے کر ان کا تعاون کرتا ہوں۔ یہ تنگ دست کی امداد کی ایک صورت ہے اور یہ غلط ہے۔ کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

سے منع فرمایا ہے آپ نے منع نہیں فرمایا اور اس پر انہوں نے حضرت ابن عباس کا حوالہ بھی دیا کہ انہوں نے یہ بات فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو زمین بطور ہدیہ دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ اُجرت پر دے۔

پس اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ مزارعت جائز ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان زمین اپنے مسلمان بھائی کو بطور منحہ دے اور منحہ یہ ہے کہ زمین اس کو منافع اٹھانے کے لیے مفت دے دے وہ خود کاشت کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور اس کے لیے مالک جو وقت متعین کرنا چاہے کر سکتا ہے کیونکہ اصلی مالک یہ ہے اس کو تو صرف فائدہ اٹھانے کے لیے یہ زمین دی گئی ہے اس سے وہ مالک نہیں بن گیا یہ اس پر احسان ہے۔ مالک جب چاہے واپس لے سکتا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جب قبیلہ ہوازن کے مقابلہ کے لیے خروج کیا تو قریش مکہ سے اسلحہ اور سامان جنگ عاریۃً کے طور پر مانگا تو صفوان بن امیہ جو قریش مکہ کا سردار تھا بولا کہ کیا سامانِ جنگ آپ ہم سے غصب کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریت کے طور پر لیتے ہیں جس کی واپسی ہمارے ذمہ ہوگی چنانچہ اس سے ایک سو زرہیں لیں اور نوفل بن حارث نے تین ہزار نیزے اس طرح دیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عاریۃً جائز بھی ہے اور یہ مالک کو واپس بھی کرنا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے، تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی اور انصار نے اپنی جائدادیں، مکانات، باغات اور زمین عاریۃ کے طور پر ہی انہیں دی تھیں اور

آپ کے پاس قبیلہ بنو نضیر کا مال بطور غنیمت آیا تو آپ نے انصار کی میٹنگ طلب کی اور ان کے سامنے پہلے ان کے جذبۂ ایثار اور قربانی کی تعریف بیان فرمائی اور پھر ان کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ یہ جو بنو نضیر کا مال آیا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اب اس کی ایک صورت یہ ہے کہ یہ مہاجرین اور انصار دونوں کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور مہاجرین بدستور ان گھروں میں ہی مقیم ہیں جو تم نے ان کو دیئے ہیں اور وہ باغات اور زمین بھی ان ہی کے پاس رہیں۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مال سارا مہاجرین میں تقسیم کر دیا جائے اور وہ لوگ وہ مکانات، باغات اور زمین تمہیں واپس لوٹا دیں اور وہ اپنے گھر وغیرہ الگ بنا لیں تو انصار نے جواب میں عرض کیا یہ اموال بھی آپ مہاجرین میں ہی تقسیم فرما دیں اور ہماری جو جائدادیں ہیں وہ بھی انہیں کے پاس رہیں چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔

اور جب خیبر سے مال غنیمت آیا اور یہ تقسیم ہوا تو مہاجرین نے بطور مکافات انصار نے جو ان کو دیا تھا وہ سب واپس کر دیا اگر بغور دیکھا جائے تو انصار کی یہ قربانی اور ایثار بھی بے مثال تھا اور مہاجرین کا استغنا بھی بے مثال تھا، اور درحقیقت یہ عقیدہ کی برکات ہیں۔ اگر انسان کا عقیدہ راسخ ہو تو اس کی خاطر وہ اپنی مالی وجانی ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہو جاتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو انسان دوسرے انسان کو بھی کھا جاتا ہے۔ اس لیے قرآن نے سب سے زیادہ اس عقیدہ پر زور دیا ہے۔ انصار نے اسی عقیدہ کی بنا پر ایثار کیا بعض نے جو اتنے متمول نہیں تھے اپنی زمینیں آدھے حصے پر یا تیسرے یا چوتھے پر مہاجرین کو کاشت کے لیے دیں جس کی تفصیل پہلے بیان ہو گئی ہے اور بعض نے جو متمول قسم کے تھے انہوں نے اپنے مکانات، باغات اور

زمین بطور منحہ یعنی عاریۃً مہاجرین کو دیئے بہر حال یہ عقیدہ بڑا زرین عقیدہ ہے کہ انسان از سر خود ایک دوسرے کا تعاون کرتا ہے۔ کسی بیرونی دباؤ کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو پھر جبراً دوسرے سے مال لینا ڈکیتی ہے خواہ حکومت ایسا کرے یا عوام اور اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا جیسا کہ آج کمیونسٹ ممالک میں ہو چکا ہے اور ہمارے ملک پاکستان کے اندر بھی یہ ہی کچھ ہو رہا ہے۔ یہ اسلامی عقائد سے دُور ہونے کا نتیجہ ہے۔ پاکستانیوں کی اکثریت اشتراکی روش پر چل رہی ہے یعنی ڈکیتی، لوٹ مار، چور بازاری وغیرہ۔ اور جو خدا کو مانتے ہیں وہ صرف تصوّر کے درجے میں مانتے ہیں عقیدے کی بنا ر پر نہیں مانتے۔ اور قلبی انقلاب عقیدے سے آتا ہے صرف تصوّر سے نہیں آتا۔

حدیث میں دو شخصوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک نے دوسرے سے زمین خریدی جب اس میں ہل چلانے لگا تو اس زمین سے سونے کی ایک دیگ نکل آئی۔ اس نے سوچا کہ میں نے تو مالکِ زمین سے صرف زمین خریدی ہے۔ یہ دیگ تو نہیں خریدی لہٰذا یہ اس کی ہے میری نہیں ہے چنانچہ اس نے اسے جا کر اطلاع دی کہ میں نے جو تم سے زمین خریدی ہے اس میں سے اس طرح ہل چلاتے وقت سونے کی دیگ نکل آئی ہے وہ تمہاری ہی ہے تم اسے جا کر سنبھالو۔ اس نے کہا کہ جب میں نے تم پہ زمین بیچ دی ہے تو اس میں جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے۔ میرا اب اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ اب یہ دیگ سنبھالنے کے لیے ان دونوں میں سے کوئی تیار نہ ہوا اور یہ قضیہ اس وقت کے حاکم کے پاس گیا وہ کوئی بڑا عادل تھا۔ اس نے دونوں سے پوچھا کہ تم

میں سے کسی کا لڑکا ہے تو ایک نے کہا کہ ہاں میرا ایک لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے چنانچہ حاکم نے اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح کرا دیا اور یہ سونے کی دیگ ان دونوں کو دے دی۔ یہ ہے قلبی انقلاب اور توحید کی برکات۔ عقیدۂ توحید کا قائل ظلم اور زیادتی سوچتا نہیں اور مشرک بچتا نہیں۔

# امیر قطعۂ زمین کسی کو بطور جاگیر دے سکتا ہے

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَیْرِ نَخِیْلًا۔

(رواہ ابو داود)

اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو کچھ کھجوریں بطور جاگیر دیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَیْرِ حُضْرَ فَرَسِہٖ فَاَجْرٰی فَرَسَہٗ حَتّٰی قَامَ ثُمَّ رَمٰی بِسَوْطِہٖ فَقَالَ اَعْطُوْہُ مِنْ حَیْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔

(رواہ ابو داؤد)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو گھوڑا دوڑانے کی مقدار جاگیر دی۔ انہوں نے پھر اپنا گھوڑا دوڑایا یہاں تک کہ وہ ٹھہر گیا۔ پھر انہوں نے اپنا کوڑا پھینکا تو آپ نے فرمایا جہاں تک اس کا کوڑا پہنچا ہے وہاں تک اسے دے دو۔

عَنْ عَلْقَمَۃَ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ

علقمہ بن وائل نے روایت کی ہے اپنے والد سے کہ جناب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَهُ اَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ قَالَ فَاَرْسَلَ مَعِىْ معاويه قَالَ اَعْطِهَا اِيَّاهُ (رواه الترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاگیر کے طور پر حضرموت میں زمین کا ایک ٹکڑا دیا۔ پھر میرے ساتھ معاویہ کو بھیجا اور فرمایا اسے وہ دے دو۔

عَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ الْمَارِبِىِّ اَنَّهُ وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ الَّذِىْ بِمَارِبَ فَاَقْطَعَهُ اِيَّاهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَقْطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ فَرَجَعَهُ مِنْهُ قَالَ وَسَاَلَهُ مَاذَا يُحْمٰى مِنَ الْاَرَاكِ قَالَ مَا لَمْ تَنَلْهُ اَخْفَافُ الْاِبِلِ۔ (رواه الترمذی وابن ماجه والدارمی)

ابیض بن حمال ماربی سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے مارب کی نمک کی کان بطور جاگیر مانگی تو آپ نے اس کو وہ جاگیر دیدی پھر جب وہ واپس چلا گیا تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کو بہنے والے چشمے کا پانی دے دیا ہے اس نے کہا پھر آپ نے اس سے وہ واپس لے لی۔ اس نے کہا اور اس نے پوچھا کونسی جگہ پیلوؤں کی گھیری جائے۔ آپ نے فرمایا وہ کہ نہ پہنچیں اس کو اونٹوں کے پاؤں

| | |
|---|---|
| وَرُوِیَ فِی شَرْحِ السُّنَّةِ | اور شرح سنۃ میں منقول |
| اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ | ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِعَبْدِ | وسلم نے عبداللہ بن مسعود کو مدینہ |
| اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَلدُّوْرَ | میں جاگیر کے طور پر کچھ گھر دیئے |
| بِالْمَدِیْنَةِ وَھِیَ بَیْنَ | اور وہ انصار کی آبادی میں واقع |
| ظَھْرَانَیْ عِمَارَةِ | تھے۔ منازل اور نخل کے |
| الْاَنْصَارِ مِنَ الْمَنَازِلِ | درمیان تو بنو عبد زہرہ نے |
| وَالنَّخْلِ فَقَالَ بَنُوْ عَبْدِ | کہا کہ آپ ام عبد کے بیٹے کو |
| زُھْرَةَ نَکِّبْ عَنَّا ابْنَ | ہم سے دور رکھیں، تو رسول |
| اُمِّ عَبْدٍ فَقَالَ لَھُمْ | اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے |
| رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ | انہیں فرمایا پھر مجھے اللہ نے |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلِمَ | اس وقت کیوں بھیجا ہے۔ |
| اِبْتَعَثَنِیَ اللّٰہُ اِذًا اِنَّ | بے شک اللہ نہیں پاک کرتا |
| اللّٰہَ لَا یُقَدِّسُ اُمَّةً | اس امت کو کہ اس میں کمزور |
| لَا یُؤْخَذُ لِلضَّعِیْفِ | کو اس کا حق نہ دلایا جاتے۔ |
| فِیْھِمْ حَقُّہٗ۔ | |

## تشریح

یہاں پانچ احادیث ذکر کی گئی ہیں پہلی حدیث حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابن عمر سے منقول ہے ان دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن

عوام کو جاگیر دی اور تیسری حدیث علقمہ والی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے انہیں حضرموت میں جاگیر دی۔ اور چوتھی حدیث ابیض بن حمال والی ہے اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آپ نے انہیں پہلے جاگیر دی جو مارب میں نمک کی ایک کان تھی اور بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ وہ کان زمین کی سطح پر ہے گہرائی میں نہیں ہے تو آپ نے وہ کان ان سے واپس لے لی تھی۔ اس سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ کان بطور جاگیر دی جا سکتی ہے جو زمین کی گہرائی میں اور تہہ میں ہو اور سطح زمین کے قریب والی کان بطور جاگیر دینا ناجائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ عوام کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ اور پانچویں حدیث جو شرح سنتہ والی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو انصار کی آبادی میں جو خالی جگہ تھی وہ مکان بنانے کے لیے آپ کو دی پس معلوم ہوا کہ شہری آبادی کے اندر جو متروکہ زمین ہو اور کسی کی ملکیت نہ ہو حکومت وہ کسی ایسے شخص کو رہائشی مکان بنانے کے لیے دے سکتی ہے جس کے پاس مکان نہ ہو۔ پس ان پانچوں احادیث کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ امام وقت سلطان یا امیر غیر آباد اور غیر مملوکہ زمین بطور جاگیر یا بطور رہائش مکان دے سکتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ نے یہ جو جاگیریں دیں یہ اس وقت کسی کی ملکیت میں نہیں تھیں بلکہ یہ صدیوں پہلے گزرنے والی قوم عاد کی متروکہ زمینیں تھیں جس طرح کہ بلال مزنی کو جب آپ نے جاگیر دی تھی تو اس وقت یہ فرمایا تھا کہ میں نے اس کو کسی کا حق کاٹ کر نہیں دیا اسی طرح یہاں بھی آپ نے کسی کو کسی کا حق کاٹ کر نہیں دیا تھا۔

# بنجر زمین کی آبادکاری

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ
الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ
يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ حَتّٰٓى
اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا
ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ
مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ
الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۗ
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥
وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ
نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ
وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ
اِلَّا نَكِدًا ۗ كَذٰلِكَ
نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّشْكُرُوْنَ ٥

(سورۃ الاعراف آیات ۵۷-۵۸)

اور وہی ہے جو مینہ سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم اس بادل کو مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس بادل سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس سے سب طرح کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے نکلتا ہے اور جو اس میں خراب ہے جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے ناقص ہی ہوتا ہے اسی طرح ہم شکر گزاروں کے لیے

مختلف طریقوں سے آیتیں بیان کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ○ | اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سنتے ہیں۔ |
| (سورۃ نحل آیت ۶۵) | |
| وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ○ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّہَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ○ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا ط کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ | ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے سے باغ اگائے اور اناج جن کے کھیت کاٹے جاتے ہیں اور لمبی لمبی کھجوریں جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ بندوں کے لیے روزی اور ہم نے اس سے ایک مردہ بستی کو زندہ کیا دوبارہ نکلنا اسی طرح ہے۔ |
| (سورۃ قٓ آیت ۹-۱۰-۱۱) | |

## تفسیر

ان آیتوں میں پانچ چیزوں کا بیان ہے سب سے پہلی چیز آب پاشی کا نظام ہے۔ یہ نظام اللہ پاک نے اپنے اختیار میں ہی رکھا ہے اور یہ وہی

چلا سکتا ہے۔ یہ مضمون و ھو الذی سے لے کر لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ تک بیان فرمایا۔
تفصیل اس کی یہ ہے کہ پانی کا اصل ذخیرہ قدرت نے یہ سمندر بنایا ہے مگر یہ قابل استعمال نہیں ہے نہ انسان اس کو پی سکتا ہے اور نہ اس سے کاشت ہو سکتی ہے اس لیے اس خالق کائنات نے اس پانی کو صاف کر کے قابل استعمال بنانے کے لیے بڑا عجیب نظام قائم کیا ہے۔ جب انسان اس میں غور کرتا ہے تو پکار اٹھتا ہے۔ ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنك فقنا عذاب النار ۔ وہ عجیب نظام یہ ہے کہ قدرت پہلے سمندر سے بخارات اٹھاتی ہے پھر ان سے بادل بنتے ہیں پھر ان بادلوں سے برف باری پڑتی ہے پھر دریاؤں، برساتی نالوں، چشموں اور کنوؤں کی شکل میں یہ صاف شدہ اور پاکیزہ پانی انسانوں، حیوانوں، چرند و پرند تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ اسے پئیں اور اس سے کاشت بھی ہو سکے۔
ظاہر بات ہے کہ یہ نظام اس خدا کے سوا نہ کوئی بنا سکتا ہے اور نہ کوئی چلا سکتا ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ زمین دو قسم کی ہے۔ ایک قسم تو قابل کاشت ہے یعنی یہ ایسی زمین ہے کہ اس سے اناج، سبزیات، پھل فروٹ وغیرہ پیدا ہو سکتے ہیں اس میں یہ صلاحیت ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خزانہ اور مرکز ہے مگر اس کو دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک پانی اور دوسری ہل۔ پانی کا ذمہ تو خدا نے خود لیا ہے۔ جس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے اور اس میں ہل چلانے کی ذمہ داری انسان پر چھوڑ دی ہے۔
اللہ تعالیٰ تو اپنی ذمہ داری شب و روز نبھا رہے ہیں مگر صرف آبپاشی سے ہی اناج وغیرہ نہیں اُگے گا جب تک انسان اس میں ہل نہیں چلائیگا اگر اللہ پاک اُگانا چاہیں تو اُگا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو علیٰ کل شیئ قدیر

ہے لیکن یہ اس کا مقرر کیا ہوا ایک نظام ہے۔ اور یہ زمین جو قابل کاشت ہے اس سے بھی جو اناج وغیرہ اُگتا ہے یہ بھی اسی کے حکم سے ہے یعنی یہ نہیں کہ جو کاشت کار ہل چلاتا ہے اگانا بھی اس کا کام ہے۔ خدا کا کام صرف آب پاشی ہے بلکہ کاشت کار کا کام صرف ہل چلانا ہے اور آب پاشی بھی اللہ کا کام ہے اور فصل اُگانا بھی اور یہ مضمون والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ میں بیان فرمایا ہے۔

اور تیسری چیز ناقابل کاشت زمین ہے اس کا ذکر والذی خبث لا یخرج الا نکدًا میں فرمایا ہے۔ اور فرمایا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قابل کاشت نہیں بنا سکتے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے نمونے بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ تم شکر کرو یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس بنجر زمین کی طرح ساری ہی زمین بنجر بنا دیتے تو کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے پھر اس کو قابل کاشت بنا دے ہرگز نہیں۔ بہرحال یہ سارا نظام اس لیے قائم فرمایا ہے تاکہ زمین بے کار نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سب بندوں تک روزی پہنچ جائے۔

اور چوتھا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح مرنے کے بعد انسان کو بھی زندہ کیا جائے گا۔ یہ مضمون کذالک نخرج الموتیٰ اور کذالک الخروج میں بیان فرمایا ہے اور عام تفسیر یہ ہی ہے اور یہ تفسیر ہو سکتی ہے اور اس وقت جب کہ نخرج مستقبل کے معنی میں لیا جائے اور اگر حال کے معنی میں لیا جائے تو آیت کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم اسی طرح نکالتے رہتے ہیں یعنی جس طرح مردہ زمین کو بارش اتار کر زندہ کرتے ہیں اسی طرح مردہ انسانوں

کو بھی زندہ کرتے رہتے ہیں اور اس کی بے شمار مثالیں قرآن حکیم میں موجود ہیں اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ جس طرح باران رحمت اتار کر مُردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں کہ اس سے اناج ، سبزیات اور پھل فروٹ پیدا کرتے ہیں پھر ان سے انسان کو رزق فراہم کرتے ہیں ۔ درحقیقت انسان معرض وجود میں آنے سے پہلے اس اناج وغیرہ کے اندر ایک مخفی خزانہ ہے جو کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے اور جب انسان ان غذاؤں کو کھاتا ہے تو وہ خزانہ خون کی شکل اختیار کرتا ہے پھر اس سے مادہ منویہ تیار ہو کر میاں بیوی کے اجتماع سے وہ انسان بنتا ہے یہ ہے کذالک نخرج الموتی اور کذالک الخروج اور جب یہ اخراج مردہ زمین کو زندہ کرنے پر موقوف ہے تو پھر زمین کو ہرگز بے کار نہیں چھوڑنا چاہیئے تاکہ انسان معرض وجود میں آسکے اور جو آچکے ہیں وہ اپنا عرصۂ حیات پورا کر سکیں ورنہ وہ روزی کی خاطر تڑپتے تڑپتے مر جائیں گے اور قابل کاشت زمین کے بارے میں بلد الطیب فرمایا ہے اس کا معنی ہے پاکیزہ اور عمدہ شئے ہے ۔

یہاں دو چیزیں قابلِ غور ہیں ۔ ایک بلد اور دوسرا طیب ۔ بلد کے معنی تو شہری آبادی کے ہیں تو مقصد یہ ہوا کہ جب بارانِ رحمت پڑتی ہے تب ہی تو شہر آباد ہوتے ہیں اور طیب کے معنی عمدہ اور پاکیزہ کے ہیں تو مقصد یہ ہوا کہ قابل کاشت زمین سے جو اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے وہ عمدہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے ۔ اس کے کھانے سے انسان کو فائدہ پہنچے گا اس سے نقصان نہیں ہوگا اور جو زمین قابلِ کاشت نہیں ہے اسے خبث فرمایا ہے یعنی جو زمین ناقابلِ کاشت ہے اس سے پیدا ہونے والا اناج انسان کے لیے مفید نہیں ہے اس لیے اسے ناقابل بنایا ہے ۔

اب حاصل یہ نکلا کہ آب پاشی اور اناج اور سبزیات وغیرہ پیدا کرنے کا نظام تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے اور صرف کاشت کا انتظام انسان کو دیا ہے اور مندرجہ ذیل آیات سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے اور ان کے بعد آنے والی احادیث طیبہ سے بھی اس کی مزید تفصیل اور وضاحت ہو جائے گی کہ یہ نعمتیں کسی ایک کے لیے نہیں ہیں کہ وہ ان پر قابض ہو کر بیٹھ جائے بلکہ یہ ہر ذی نفس کے لیے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ | جس نے تمہارے لیے |
| مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ | زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے |
| فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ | لیے اس میں راستے بنائے |
| مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ط | اور آسمان سے پانی نازل کیا |
| فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا | پھر ہم نے اس سے طرح |
| مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ٥ | طرح کی مختلف سبزیاں نکالیں |
| كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ط | کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو |
| اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ | چراؤ بے شک اس میں عقل |
| لِّاُولِی النُّهٰی ٥ | والوں کے لیے نشانیاں ہیں |

(سورہ طٰہٰ آیت ۵۳-۵۴)

## تفسیر

یہ سورہ طٰہٰ کی دو آیتیں ہیں ان میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر اپنے چار انعامات کا بیان فرمایا ہے۔

۱۔ زمین۔

۲- اس میں راستے۔
۳- بارش۔
۴- اور زمین میں مختلف قسم کی سبزیوں کی پیدائش۔
دوسری آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔
ایک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھانے کا حکم ہے۔
دوسرا اپنے مویشیوں کو چرانے کا حکم ہے۔
تیسرا یہ بیان فرمایا ہے کہ قدرت کی یہ پیدا کی ہوئی چیزیں عقلی دلائل ہیں ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کا تعارف حاصل کرنا ہے۔ یہ بے کار نہیں ہیں ان کے پیدا کرنے کا یہ عظیم مقصد ہے اور تدبیر اور غور و فکر سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

پہلے حکم کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور اس کے ذریعہ باقی ذوات النفس حیوانات، کیڑے مکوڑے اور چرند و پرند تک روزی پہنچانا ہے اور یہ روزی نہیں کھائے گا تو ہلاک ہو گا باقی نفوس کی روزی کو نقصان پہنچے گا اسی لیے شریعت نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ انسان اپنی ان ذمہ داریوں سے از سر خود ریٹائر نہیں ہو سکتا اور دوسرے حکم کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان حیوانات پر نگران بنایا ہے ان سے کام لینے کی ذمہ داری اس کی ہے وہ خود اپنے لیے ایک حبہ بھی نہیں پیدا کر سکتے۔ یہ انسان کا کام ہے کہ ان سے محنت کرائے خود بھی کھائے اور اُن کو بھی کھلائے اور انسان اگر ایسا نہیں کرے گا تو مجرم ہو گا کیونکہ ایک تو اس نے اپنی ذمہ داری کو نہیں نبھایا اور دوسرا اس نے اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو بھوکا مارا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس انسان اور

حیوانات کے باہم اتحاد سے اور مشترکہ جدوجہد سے قدرت کے جو نئے نئے نمونے، کرشمے اور مظاہر پیدا ہونے تھے وہ نہ ہوسکے اس لیے اس انسان نے قدرت کے اس کارخانے میں بہت بڑا نقصان کیا ہے چنانچہ اس کی مزید تشریح آنے والی احادیث طیبہؒ سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

# فالتو پانی گھاس اور آگ کسی سے روکنا جائز نہیں ہے

| | |
|---|---|
| عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ ابْنَ جَثَّامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (رواہ البخاری) | حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بے شک صعب بن جثامہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ نہیں چراگاہ مگر اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے۔ |
| وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فِىْ شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ | اور عروہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ زبیر کا ایک انصاری آدمی کے ساتھ پتھریلی زمین کے پانی کے راستے میں جھگڑا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم |

ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ
اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ
الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ
اِبْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ
وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ
اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ
اَحْبِسِ الْمَآءَ حَتّٰى
يَرْجِعَ اِلَى الْجُدُرِ ثُمَّ
اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى
جَارِكَ فَاسْتَوْعٰى
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ
فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ
اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ
وَكَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا
بِاَمْرٍ لَهُمَا فِيْهِ
سَعَةٌ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَآءِ

نے فرمایا زبیر تم پانی پلاؤ پھر
اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ
دو تو انصاری نے کہا اس
لیے کہ وہ تمہاری پھوپھی کا بیٹا
ہے تو اس پر آپ کا چہرہ
متغیر ہوا پھر آپ نے فرمایا،
زبیر تم پانی پلاؤ پھر روک لو
پانی یہاں تک کہ لوٹے وہ
پانی دیواروں تک پھر چھوڑ
دے پانی طرف اپنے پڑوسی
کے پس پورا دلوایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے زبیر کو اسکا حق
صریح حکم میں جب انصاری
نے آپ کو غصہ دلایا حالانکہ
آپ نے ان دونوں کو ایک
ایسا مشورہ دیا تھا جس میں
دونوں کے لیے گنجائش تھی۔

اور ابی ہریرہ سے روایت
ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مت روکو فالتو پانی

| | |
|---|---|
| لِتَمْنَعُوْا بِهٖ فَضْلَ الْكَلَاۗءِ ۔ (متفق علیہ) | تاکہ روکو اس کے ذریعہ فالتو گھاس ۔ |
| عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَآءُ فِیْ ثَلٰثٍ فِی الْمَآءِ وَالْكَلَاۗءِ وَالنَّارِ (رواہ ابوداود) | ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی گھاس اور آگ ۔ |
| وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِیْ سَيْلِ الْمَهْزُوْرِ اَنْ يُّمْسَكَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلُ الْاَعْلٰى عَلَى الْاَسْفَلِ (رواہ ابوداود) | عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے نقل کیا ہے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہزور میں فیصلہ کیا کہ اوپر والا پانی روکے یہاں تک پہنچ جائے ٹخنوں تک پھر چھوڑ دے طرف نیچے کے ۔ |
| وَعَنْ بُهَيْسَةَ عَنْ اَبِيْهَا قَالَتْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ | اور بھیسہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے ۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سی چیز ہے جسے روکنا |

| | |
|---|---|
| لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ | حلال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا |
| اَلْمَاءُ قَالَ يَا نَبِيَّ | پانی اس نے کہا یا نبی اللہ وہ کون |
| اللهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي | سی چیز ہے جس کا روکنا حلال |
| لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ | نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا |
| اَلْمِلْحُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ | نمک۔ اس نے کہا یا نبی اللہ وہ |
| مَا الشَّيْءُ الَّذِي | کون سی چیز ہے جس کا روکنا |
| لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ قَالَ | حلال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا |
| اِنْ تَفْعَلِ الْخَيْرَ | اگر نیکی کرو تو وہ تمہارے لیے |
| خَيْرٌ لَكَ (رواہ ابوداود) | بہتر ہے۔ |

## تشریح

ان احادیث میں سے پہلی حدیث جو ابن عباس والی ہے اس میں جو لفظ حمیٰ آیا ہے اس کا تلفظ ح کی زیر سے کیا جاتا ہے اس کے معنی چراگاہ کے ہیں یعنی وہ جگہ جو شہر کے قریب ہو اور وہاں گھاس وغیرہ اُگتا ہو۔ اس حدیث کے بموجب ایسی جگہ ان اہلیان شہر کے مویشیوں کے چرنے کے لیے ہے یہ گھاس اللہ تعالیٰ نے ان سب کے مویشیوں کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ عوام میں سے کسی فردِ واحد کو یہ حق نہیں ہے کہ اس پوری چراگاہ پر یا اس کے کسی ایک حصہ پر قابض ہو جائے۔ ہاں اگر کسی نے وہ جگہ خریدی ہوئی تھی یا حکومت نے اس کو بطور جاگیر دی یا بطور وراثت اسے ملی تھی اور اس نے اسے اپنے مویشیوں کے لیے چراگاہ بنالیا اور اب اس چراگاہ کے قریب اگر کچھ آبادی ڈالیں تو ان آبادی والوں

کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اور اگر وہ زرخریدی چراگاہ اور جاگیر بے کار ہو کہ مالک کے مویشی اس میں نہ چرتے ہوں یا چرتے ہوں مگر وہ چراگاہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کا گھاس بے کار پڑا رہتا ہو، ضائع اور برباد ہو جاتا ہو تو اس وقت اس مالک کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس گھاس کو برباد کرے اس کا فرض بنتا ہے کہ از سر خود اس کو عوام الناس کے لیے کھلا چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو وقتی حکومت مداخلت کر کے اسے عوام کے لیے آزاد کرے نیز وقتی حکومت بھی ایسی چراگاہ کو اپنے لیے مخصوص کر سکتی ہے اور یہ ساری تشریح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ لا حِمیٰ اِلاَّ لِلّٰہِ و رسولہ۔ نہیں چراگاہ مگر واسطے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور لفظ لِلّٰہ میں لام تملیک ہے یعنی اس کا حقیقی مالک اللہ ہے اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالک ہیں اللہ جل مجدہٗ کے خلیفہ اور نائب ہونے کی حیثیت سے اور آپ نے ایسی چراگاہیں عوام الناس کے مویشیوں کے لیے کھُلا چھوڑنے کی تعلیم بھی دی ہے اور پھر بیت المال کے مویشیوں کے لیے انہیں مخصوص بھی کیا ہے پس معلوم ہوا کہ وقتی حکومت یہ دونوں کام کر سکتی ہے لیکن وقتی حکومت ایسی چراگاہیں اپنے لیے اسی وقت مخصوص کر سکتی ہے جب کہ عوام الناس کو نقصان نہ پہنچتا ہو اور اگر عوام الناس کو نقصان پہنچتا ہو تو پھر حکومت کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کیونکہ حکومت کا کام عوام الناس کو آسائش پہنچانا ہے نقصان پہنچانا نہیں ہے پس اس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ فالتو گھاس کسی کو روکنے کی اجازت نہیں۔

اور حضرت عروہ کی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ فالتو پانی کسی کو روکنے کی اجازت نہیں ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت زبیر اور انصاری کا مشترکہ پانی میں جھگڑا ہوا حضرت زبیر کی زمین اوپر کی جانب تھی اور انصاری کی نچلی جانب یہ دونوں فیصلہ کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے پہلے بطور مشورہ یہ فرمایا کہ پہلے زبیر تم پانی اپنے کھیت کو پلا لیا کرو کیونکہ پانی پہلے اس کی زمین کے پاس سے ہو کر گزرتا تھا اور بعد میں اپنے ساتھی کی طرف چھوڑ دیا کرو اور اس وقت آپ نے پانی کی حد نہیں مقرر کی تھی کہ کتنی حد تک پلانا ہے۔ ایک مشورہ کا درجہ تھا۔

چنانچہ اس پر وہ انصاری راضی نہ ہوا اور اس نے آپ پر طرف داری برتنے کا الزام لگایا کہ زبیر تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہے اس لیے آپ نے اسے پہلے پانی پلانے کا حق دیا ہے تو اس اعتراض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے کیونکہ آپ جیسا عادل تو نہ کسی ماں نے جنا ہے اور نہ جنے گی تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی برادری کی طرف داری کر کے ناحق فیصلہ کرے اور کسی کی حق تلفی کر دے۔

بہر حال جب آپ نے دیکھا کہ یہ انصاری مشورہ نہیں مانتا تو پھر آپ نے حاکمانہ فیصلہ دیا اور حضرت زبیر کا حق متعین کیا اور فرمایا کہ پہلے تم پانی پلاؤ یہاں تک کہ تمہاری زمین اچھی طرح سیراب ہو جائے پھر پانی اپنے ساتھی کی طرف چھوڑ دو پس معلوم ہوا کہ پانی کے آس پاس جن لوگوں کی زمین ہے ان میں سے جو سب سے پہلے ہے اس کا حق پہلے ہے اور جو بعد میں ہے اس کا بعد میں ہے۔

علیٰ ہذا القیاس اور بعد والوں کو پہلے سے حق چھیننے کی اجازت نہیں

اور پہلے کو فالتو پانی روکنے کی اجازت نہیں ہاں اگر پہلا اپنی مرضی سے دوسرے کی طرف سارا پانی چھوڑ دے یا کچھ چھوڑ دے تو چھوڑ سکتا ہے یہ اس کا اپنا حق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مشورہ حضرت زبیر اور انصاری کو بھی دیا تھا۔ مگر جب انصاری نے مشورہ تسلیم نہ کیا تو پھر آپ کو حاکمانہ فیصلہ کرنا پڑا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ انصاری منافق تھا مخلص مومن نہیں تھا تب اس نے آپ کے مشورہ کو مسترد کیا اور آپ پر جانب داری برتنے کا الزام لگایا ورنہ کوئی مخلص مومن ایسا نہیں کر سکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مومن ہو مگر غصہ کی حالت میں یہ گستاخانہ جملے اس کی زبان سے نکل گئے ہوں واللہ اعلم۔

اور حضرت ابوہریرہ والی حدیث بھی پہلی حدیث کی تائید ہے مگر اس میں ایک بلیغانہ انداز آپ نے اختیار فرمایا کہ مت روکو فالتو پانی تاکہ روکو اس سے فالتو گھاس کیونکہ گھاس تب ہی اُگے گی کہ پانی چھوڑو گے۔ پس پانی روکنے سے منع فرمایا تاکہ مویشیوں کے چارے میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ پس پانی اور گھاس سب کے لیے ہیں ان میں رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور حضرت ابن عباس والی حدیث کا بھی یہی مقصد ہے مگر اس میں آگ کا اضافہ ہے یعنی پانی، گھاس اور آگ میں تمام مسلمان شریک ہیں اور مسلمان کا ذکر بطور احتراز نہیں ہے کہ صرف مسلمان ہی ان تین چیزوں میں حق رکھتے ہیں کافر نہیں رکھتے کیونکہ ایک کافر بھی جب اسلامی مملکت میں بحیثیت ذمی ہونے کے یا بحیثیت مستامن ہونے کے رہتا ہے تو اس کا بھی اتنا ہی حق ہوتا ہے جتنا کہ ایک مسلمان کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں مسلمان کا

ذکر بطور عموم اور اکثر کے ہے کہ زیادہ تر اسلامی حکومت میں مسلمان ہی رہتے ہیں اس اعتبار سے ان کا ذکر کر دیا اور یہ تفصیل پہلے آ چکی ہے۔

گھاس اور پانی سے مراد وہ گھاس اور پانی ہے جو عام ہو۔ ذاتی ملکیت نہ ہو، اگر ذاتی ملکیت ہو تو اسے روکنے کا حق ہے مثلاً اس کی ذاتی چراگاہ ہے یا کنواں ہے وغیرہ وغیرہ۔ ذالک اور آگ سے مراد بقدر ضرورت ہے اور عمرو بن شعیب والی حدیث بھی پہلے مضمون کی تائید ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور عملی نمونہ مذکور ہے کہ آپ نے مہزور (جگہ کا نام ہے) کے پانی میں بھی یہی فیصلہ صادر فرمایا کہ اوپر والا پہلے پانی پلاتے یہاں تک پانی آدمی کے ٹخنوں تک پہنچے پھر نیچے کی طرف اسے پانی چھوڑ دینا چاہیئے۔ علی ہذا القیاس اس سے نچلی زمین والے اور اس سے نچلی والے۔ اور بھیسمہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی نمک وغیرہ ضرورت کی چیزیں روکنا حرام ہے۔

بہر حال جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس باب میں مذکورہ آیات کی تشریح ہیں کیونکہ ان آیات میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنجر اور مردہ زمین کو زندہ کرنے کے لیے آب پاشی کا نظام قائم کیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں اور حیوانوں کے درمیان وہ پانی تقسیم کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے کیونکہ آپ ترجمانِ وحی تھے۔

# روزی فراہم کرنیکی برکات اور فضائل

| | |
|---|---|
| وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ | اور شہر کے پرلے سرے سے |
| اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز | ایک آدمی دوڑتا ہوا ایا۔ کہا |
| قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ | اے موسیٰ دربار والے مشورہ |
| يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ | کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار |
| فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ | ڈالیں۔ سو نکل جا میں تیرا |
| النّٰصِحِيْنَ ٥ فَخَرَجَ مِنْهَا | بھلا چاہنے والا ہوں۔ پھر |
| خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ز قَالَ | وہاں سے ڈرتا ہوا نکلا۔ کہا |
| رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ | اے میرے رب مجھے ظالم قوم |
| الظّٰلِمِيْنَ ٥ وَلَمَّا تَوَجَّهَ | سے بچا اور جب مدین کی |
| تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ | طرف رخ کیا تو کہا امید ہے |
| عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ | کہ میرا رب مجھے سیدھا |
| يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ٥ | راستہ بتا دے گا۔ |
| وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ | اور جب مدین کے پانی پر پہنچا |
| وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ | وہاں لوگوں کی ایک جماعت |
| النَّاسِ يَسْقُوْنَ ٥ وَوَجَدَ | کو پانی پلاتے ہوئے پایا اور |
| مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ | ان سے پرے دو عورتوں کو |
| تَذُوْدٰنِ ج قَالَ مَا | پایا جو اپنے جانور روکے ہوئے کھڑی |

| | |
|---|---|
| خَطْبُكُمَا ط قَالَتَا لَا | تھیں کہا تمہارا کیا حال ہے |
| نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ | بولیں جب تک چرواہے نہیں |
| الرِّعَاءُ سکتہ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ | ہٹ جاتے ہم نہیں پلاتے اور |
| كَبِيْرٌ ۝ فَسَقٰى لَهُمَا | ہمارا باپ بوڑھا بڑی عمر کا ہے |
| ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ | پھر انکے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر |
| فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ | سایہ کی طرف ہٹ کر آیا۔ کہا اے |
| اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ | میرے رب تو میری طرف جو اچھی |
| خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝ فَجَآءَتْهُ | چیز اتارے میں اسکا محتاج ہوں |
| اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ | پھر ان دونوں میں سے ایک |
| عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز قَالَتْ | اس کے پاس شرم سے چلتی ہوئی |
| اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ | آئی کہا میرے باپ نے تمہیں |
| لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا | بلایا ہے کہ تمہیں پلائی کی اجرت |
| سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا | دے پھر جب اس کے |
| جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ | پاس پہنچا اور اس سے تمام حال |
| الْقَصَصَ لا قَالَ لَا تَخَفْ وقفۃ | بیان کیا کہا خوف نہ کر تو |
| نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ | اس بے انصاف قوم سے |
| الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ | بچ آیا ہے ان دونوں میں |
| اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز | سے ایک بولی اے باپ اسے |
| اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ | نوکر رکھ لے بے شک بہتر نوکر |
| الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ | جسے تو رکھنا چاہے جو زور آور |
| اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ | امانت دار ہو کہا میں چاہتا |

| | |
|---|---|
| اُنۡكِحَكَ اِحۡدَى | ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں |
| ابۡنَتَىَّ هٰتَيۡنِ عَلٰۤى | میں سے ایک کا تجھ سے نکاح |
| اَنۡ تَاۡجُرَنِىۡ ثَمٰنِىَ | کردوں اس شرط پر کہ تو آٹھ |
| حِجَجٍ‌ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ | برس تک میری نوکری کرے |
| عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ‌ۚ | پھر اگر تو دس پورے کردے |
| وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اَشُقَّ | تو تیری طرف سے احسان ہے |
| عَلَيۡكَ‌ؕ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ | اور میں نہیں چاہتا کہ تجھے تکلیف |
| شَآءَ اللّٰهُ مِنَ | میں ڈالوں اگر اللہ نے چاہا |
| الصّٰلِحِيۡنَ ○ | تو مجھے نیک بختوں سے پائیگا |

(سورۃ القصص آیت ۲۰ تا ۲۷)

## تفسیر

ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کرکے جب مدین پہنچے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ سے جانوروں کو پانی پلانے کی نیکی کرائی اور پھر اس نیکی کی برکات ظاہر فرمائیں۔

پہلی برکت یہ تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام خود بھوکے تھے آپ نے روٹی کے لیے دُعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دُعا قبول فرمائی اور ان کے لیے فوراً روٹی کا بندوبست کیا۔ آپ نوجوان تھے انہیں شادی کی بھی ضرورت تھی رہائش کی ضرورت تھی اور پھر بقیہ ایام زندگی بسر کرنے کے لیے انہیں اپنے اخراجات کی فکر تھی یہ ان کی سب ضروریات اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادیں اگر بغور دیکھا جائے تو جانوروں کو اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کو پانی پلانے کی یہ برکات ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا
قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا يَحِلُّ
مَنْعُهٗ قَالَ الْمَآءُ وَالْمِلْحُ
وَالنَّارُ قَالَتْ قُلْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْمَآءُ
قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا بَالُ
الْمِلْحِ وَالنَّارِ قَالَ
يَا حُمَيْرَآءُ مَنْ اَعْطٰى
نَارًا فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ
بِجَمِيْعِ مَا اَنْضَجَتْ
تِلْكَ النَّارُ وَمَنْ
اَعْطٰى مِلْحًا فَكَاَنَّمَا
تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا
طَيَّبَتْ تِلْكَ الْمِلْحُ
وَمَنْ سَقٰى مُسْلِمًا
شَرْبَةً مِنْ مَآءٍ حَيْثُ
يُوْجَدُ الْمَآءُ فَكَاَنَّمَا
اَعْتَقَ رَقَبَةً وَمَنْ
سَقٰى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ
مَآءٍ حَيْثُ لَا يُوْجَدُ

حضرت عائشہ سے روایت ہے
انہوں نے کہا یا رسول اللہ کون سی
چیز ہے کہ جس کا روکنا حلال نہیں
ہے۔ آپ نے فرمایا پانی، نمک،
اور آگ۔ اس نے کہا میں نے کہا
یا رسول اللہ یہ پانی تحقیق سمجھ چکے
ہم اس کا حال۔ پس کیا حال ہے
نمک اور آگ کا۔ آپ نے فرمایا
اے حمیرا، جس نے آگ دی گویا
اس نے صدقہ کیا ہر وہ چیز جسے
وہ آگ پکائے اور جس نے نمک
دیا گویا اس نے صدقہ کیا ہر
اس چیز کا جس کو وہ نمک لذیذ
بنائے اور جس نے مسلمان کو ایک
گھونٹ پانی پلایا جہاں وہ پانی
پایا جاتا ہے پس گویا اس نے
ایک گردن آزاد کی اور جس نے
ایک مسلمان کو ایک گھونٹ
پانی پلایا جہاں وہ پانی نہیں پایا
جاتا گویا اس نے اسے زندہ رکھا۔

الْمَآءَ فَكَانَّمَا

اَحْيَاهَا ۔ (رواہ ابن ماجہ)

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِاِمْرَاَةٍ مُوْمِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَاْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَآءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذَالِكَ قِيْلَ اِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَاَجْرًا قَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ ۔ (متفق علیہ) | ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک بدکار عورت کی مغفرت کی گئی جو کتے کے پاس سے گزری جو کنوئیں کے کنارے پر ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس سے وہ مرجاتا پھر اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اس کو اپنے ڈوپٹے سے باندھا پھر اس کے لیے پانی نکالا، پس اس کی اس وجہ سے بخشش ہوگی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ہمارے لیے چارپایوں میں بھی اجر ہے آپ نے فرمایا ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔ |
| وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ | اور انس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ |

| | |
|---|---|
| اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) | یہ ہے کہ پیٹ بھر دے بھوکے جگر والے کا۔ |
| وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا عَلٰى ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاءٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ رَحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ۔ | ابی سعید سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی ننگے بدن والے مسلمان کو کپڑے پہنائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سرسبز لباس پہنائیں گے اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت سے پھل کھلائیں گے اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اسے سربند شراب پلائیں گے۔ |

(رواہ ابوداود والترمذی)

## تشریح احادیث

سورۃ قصص کی آیات میں تو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پانی پلانے کی برکات بیان ہوئی ہیں اور ان احادیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ساتھ ساتھ آگ نمک اور غذا کا بھی ذکر فرما دیا

ہے۔ حضرت عائشہ والی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو اس آگ پر جو چیز پکے گی اور جو نمک دے گا تو اس سے جتنا بھی کھانا لذیذ ہوگا اس سب کا ثواب اس کو ملے گا اور اگر کسی کو پانی پلائے گا تو پانی اگر فراوانی کی صورت میں پلائے گا تو اسے ایک غلام کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جو قلت کی صورت میں پلائے گا تو اس کو گویا ایک انسان زندہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

بہرحال اس حدیث سے اتنا معلوم ہوگیا کہ یہ تین چیزیں آگ پانی اور نمک جب کسی مسلمان کو ضرورت پڑے تو ان کا روکنا حرام ہے اور دے دینے سے اتنا بڑا اجر اور ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور کو پانی پلانے سے گناہ کبائر بھی معاف ہوتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومسہ تھی اس کے معنے زناکار اور بدکار کے ہیں اور اس عورت نے کنوئیں کے کنارے پر ایک ایسے کتے کو دیکھا جو پیاس کی شدت کی وجہ سے قریب المرگ تھا تو اس عورت کو اس پر رحم آیا اور اس نے اپنا دوپٹہ اتار کر اس کی رسی بنائی اور موزہ اتار کر اس کا ڈول بنایا اور پھر اس سے پانی نکال کر اس کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زندہ چیز کو پانی پلانے اور خوراک مہیا کرنے سے اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہؓ نے سوال کیا کہ کیا چارپایوں میں بھی ہمارے لیے اجر ہے تو آپ نے فرمایا فی کل ذات کبد رطبۃ۔ اور کبد کے معنی جگر کے ہیں اور رطبۃ کے معنی نازک اور تر و تازہ کے ہیں۔ پس

معلوم ہوا کہ اس سے مراد زندہ اور کمزور مخلوق ہے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کمزور سی مخلوق تک پانی خوراک وغیرہ پہنچانے کا اتنا بڑا اجر ہے اور اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ انسان گھروں میں سانپ رکھے اور پالے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جس انسان کے پاس پانی ہے وہ اپنی ضرورت کے موافق تو رکھے اور فالتو پانی چھوڑ دے وہ پانی جہاں تک جائے گا وہاں تک سبزہ اُگے گا جانور پئیں گے اور کیڑے مکوڑے کھائیں گے اس کو ثواب ہوتا رہے گا۔ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری مفت کا ثواب مل گیا۔

حضرت انس والی حدیث میں اس کو سب سے زیادہ فضیلت والا صدقہ قرار دیا اور حضرت ابی سعید والی حدیث میں اس کا اخروی اجر بیان فرمایا ہے کہ جو کسی مسلمان کو لباس پہنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو لباس جنت عطا فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کو کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جو کسی مسلمان کو پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی شراب پلائیں گے اور لباس اور اناج جانوروں کے ذریعہ ہی پیدا ہوتے ہیں اور جانور پانی پئے گا، گھاس کھائے گا تب ہی تو اس کے ذریعہ یہ سب کچھ پیدا ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کا سارا نظام زندگی اس پانی پر موقوف ہے لہٰذا انسان کو چاہیئے اپنی ضرورت سے فالتو پانی نہ روکے کیونکہ اس کے ذریعہ اس کے لیے ثواب دارین کا بڑا وسیع کھاتہ کھل جاتا ہے اور اگر وہ پانی روک لے گا تو اپنا ثواب کا کھاتہ خود ہی بند کرے گا۔

## حکایت

حضرت ابوشعیب صالح مصر کے باشندے تھے انہوں نے ستّر حج پیدل

سفر کر کے گئے تھے۔ ایک دن آخری حج میں جنگل میں ایک کتے کو دیکھا کہ پیاس سے ہانپ رہا ہے اور قریب المرگ ہے۔ آپ کو اس پر رحم آیا اور پکارا گیا ہے کوئی شخص جو اس کتے کے لیے پانی لائے اور سفر حج کا ثواب لے چنانچہ آپ کے پاس پانی لایا گیا تو آپ نے وہ پانی کتے کو پلایا اور فرمایا کہ میرے ستر حجوں سے یہ زیادہ بہتر ہے۔

## بنجر زمین کو آباد کرنیوالا اسکا مالک ہے

| | |
|---|---|
| عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا عَلَى الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ۔ | حسن نے سمرۃ سے روایت کی کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زمین پر دیوار کھینچی تو وہ اسی کی ہے |

(رواہ ابوداود)

| | |
|---|---|
| عَنْ طَاوُسٍ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْيٰى مَوَاتًا مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ وَعَادِي الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ | طاؤس نے مرسل روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور قدیم زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے پھر وہ تمہاری ہے میری طرف سے۔ |

مِنِّی ۔ (رواہ الشافعی)

| | |
|---|---|
| عَنْ عَائِشَةَ عَنِ | حضرت عائشہؓ نے جناب نبی صلی |
| النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ | اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے |
| وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ | آپ نے فرمایا جو کسی ایسی زمین کو |
| اَرْضًا لَیْسَتْ لِاَحَدٍ | آباد کرے جو کسی کی ملکیت نہیں ہے |
| فَھُوَ اَحَقُّ قَالَ عُرْوَۃُ | تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے ۔ |
| قَضٰی بِہٖ عُمَرُ فِیْ | عروہ نے کہا کہ عمرؓ نے اپنے دور |
| خِلَافَتِہٖ ۔ | میں ایسا فیصلہ کیا ۔ |

(رواہ البخاری)

# تشریح

یہاں تین حدیثیں ذکر کی گئی ہیں ۔ پہلی حدیث جو حضرت سمرہ سے مروی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی زمین پر دیوار چن لے تو وہ اس کی ہے ۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ زمین آباد ہو یا غیر آباد کسی کی ملکیت ہو یا نہ ہو اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے ۔

دوسری حدیث جو حضرت طاؤس سے مروی ہے اس میں ایک تو حضرت سمرہ والی حدیث کی تشریح ہے کہ اس سے مراد وہ زمین ہے کہ جو مردہ ہو اس کو آباد کرنے والا اس کا مالک ہوتا ہے اور دوسرا یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی پرانی زمین جس کا کوئی مالک معلوم نہ ہو اس کا حقیقی مالک اللہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالک ہیں اس کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اور فرمایا میری طرف سے وہ تمہاری ہے تم اس کے مالک ہو اسے آباد کر لو ۔

حضرت عائشہؓ والی حدیث بھی اس کی تشریح ہے کہ سمرہ والی حدیث سے مراد وہ بنجر زمین ہے جو کسی کی ملکیت نہ ہو۔ اس کو کوئی آباد کرلے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام نے بنجر زمین کے لیے چار شرطیں لکھی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ بنجر زمین وہ ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ سیلاب زدہ ہونے کی وجہ سے یا پانی منقطع ہونے کی وجہ سے بیکار ہو گئی ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی مکان نہ ہو یا اس پر کسی ایسی چیز کا غلبہ ہو کہ جس سے وہ زمین قابل کاشت نہ رہے جیسا کہ سیم اور تھور وغیرہ۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ شہری آبادی سے اتنی دور ہو کہ اگر کوئی شہر کے کنارے پر کھڑے ہو کر آواز دے تو اس تک وہ آواز نہ پہنچ سکے۔ ایسی زمین موات کہلاتی ہے اس زمین کو جو آباد کرے وہ اس کا مالک ہوتا ہے مگر وقتی اسلامی حکومت سے اجازت لینا ضروری ہے۔ یہ تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے اور امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک اجازت امام ضروری نہیں ہے۔

سب سے پہلے جو مالک ہونے کی شرط رکھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کسی کی ملکیت پر قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اسی لیے چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کی سزائیں رکھی ہیں جن کی تفصیل عنقریب بیان کرینگے۔

دوسری شرط سیلاب زدہ یا پانی منقطع ہونے کی اس لیے رکھی کہ اس سے زمین بنجر ہو جاتی ہے وہ موات میں شامل ہے اور اگر اس میں پانی پہنچتا ہو سیلاب زدہ نہ ہو تو وہ موات میں شامل نہیں ہے اس کا حکم عنقریب بیان کرینگے۔

تیسری شرط جو مکان کی رکھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین اگرچہ کسی کی ملکیت نہ ہو اور سیلاب وغیرہ سے متاثر ہو گئی ہو اور وہاں ایک یا چند آدمی مکانات بنالیں تو اب وہ زمین موات نہیں رہی اب اس کے ساتھ آبادی والوں کے حقوق متعلق ہو گئے ہیں۔ اب اس آبادی کے قریب کوئی شخص کاشت نہیں کر سکتا اس کی تفصیل شرط نمبر چار میں آرہی ہے۔ اور شہری آبادی سے دور ہونے کی شرط اس لیے عائد کی گئی ہے کہ وہ زمین اگر شہری آبادی سے قریب ہو تو اس میں تمام اہلیان شہر کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ ایسی زمین عموماً شہری آبادی کی سہولت کے لیے چھوڑی جاتی ہے تاکہ لوگ سیر و تفریح کے لیے آجا سکیں۔ ایسی زمین میں کاشت نہیں کی جاتی۔ ایسی زمین پر اگر کوئی قبضہ کر لے تو یہ قبضہ ناجائز ہو گا کیونکہ یہ موات میں شامل نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ قدیم یا جدید آبادی کے قرب و جوار میں عوام الناس کی سیر و سیاحت یا تفریح کے لیے جو زمین چھوڑی ہوئی ہوتی ہے یا ان کے مویشیوں کے چرنے کے لیے جو ذخیرہ چھوڑا ہوا ہوتا ہے اس میں کوئی فرد بقیہ آبادی کی مرضی کے سوا کاشت نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے ان کے حقوق متاثر ہوں گے۔ ہاں اگر وہاں کی عوام الناس یا وہاں کی ٹاؤن کمیٹی اسے اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں کہ کوئی خطہ وہ آباد کر لے کیونکہ یہ بھی عوام الناس کے فائدے کے لیے ہے۔

بہرحال خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ موات، بنجر اور غیر آباد زمین کو جو آباد کر لے وہی اس کا مالک ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگرچہ یہ زمین سب کے فائدے کے لیے ہے اور یہ سب کی مشترکہ ہے۔ مگر جب

اس نے اسے آباد کر لیا تو اس کی محنت اس میں شامل ہو گئی ہے اس لحاظ سے وہ اس کا مالک تصوّر ہو گا اب اس کا یہ حق مسلّم ہو چکا ہے کیونکہ دنیا کے سب سے بڑے مفکّر، قانون دان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے مانا ہے۔ اور پھر اپنی حیات طیبّہ میں اس پر عمل بھی کیا ہے

| | |
|---|---|
| عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَحْيٰ اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ ( رواہ احمد والترمذی والبوداود ) | سعید بن زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا جو مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اس کی ہے اور ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں ہے۔ |

## تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے جو شخص مردہ زمین کو زندہ کرے وہی اس کا مالک ہے اور بعد میں آکر جو اس میں مداخلت کرے وہ ظالم اور غاصب متصوّر ہو گا۔

# بنجر زمین کو آباد کرنے کے فضائل

| | |
|---|---|
| عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ | حضرت جابرؓ سے نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ |

وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰ اَرْضًا مَيْتَةً فَلَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ وَمَا اَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ

(رواہ الدارمی)

علیہ وسلم نے فرمایا جو مردہ زمین کو زندہ کرے اس کو اس میں اجر ملے گا اور جو طالب روزی اس میں سے کھائے گا وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ اِنْسَانٌ اَوْ طَيْرٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ۔

(متفق علیہ)

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جو کوئی پودا لگائے یا کوئی کاشت کرے پھر اس سے کوئی انسان کھائے یا کوئی پرندہ کھائے یا کوئی جانور مگر اس کے لیے اس میں صدقہ ہے۔

(یہ امام بخاری اور مسلم کی اتفاقی حدیث ہے)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ۔

اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے جو حضرت جابر سے منقول ہے کہ اس سے جو چوری ہو جائے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

## تشریح

ان دونوں احادیث میں سے پہلی حدیث شریف میں مُردہ زمین کو

زندہ کرنے کی فضیلت جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے کہ جو شخص مردہ زمین کو زندہ کرے یعنی اس زمین کا پانی منقطع ہو چکا ہے تو کوئی اس میں آب رسانی کا کام کر دے یا اگر وہ زمین سیلاب زدہ ہے تو کوئی پانی کی نکاسی کا انتظام کر دے اور پھر اس میں خود کاشت کرے یا کسی کو کاشت کے لیے دے اور اس کی پیداوار میں سے جو کوئی بھی روزی کھانے والی مخلوق کھائے اس کا اسے صدقے کا اجر ملے گا اور اس کے مرنے کے بعد بھی جب تک یہ سلسلہ قائم رہے گا اس کا اس کو اجر ملتا رہے گا اور بعد والی حدیث میں اس کی تفصیل ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اس سے جو چوری ہو جائے اس کا بھی اسے صدقہ کا اجر ملے گا۔

## زندہ مملوکہ زمین کو مردہ بنانے کی ممانعت

| | |
|---|---|
| عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ | عمرو بن عوف مزنی اپنے |
| الْمُزَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ | باپ سے اور وہ اس کے |
| عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ | دادا سے نقل کرتے ہیں کہ |
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| اَقْطَعَ بِلَالَ ابْنَ الْحَارِثِ | نے بلال بن حارث مزنی کو |
| الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ | مقام قبلیہ کے بلند اور پست |
| جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا | حصوں کی کانیں عطیہ کے طور |
| وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ | پر دیں اور مقام قدس کے ان |
| مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ | حصوں کو بھی دیا جو کھیتی کے |

| | |
|---|---|
| يُعْطِهُ حَقَّ مُسْلِمٍ | قابل تھے اور آپ نے اسے |
| وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى | کسی مسلمان کا حق نہیں دیا تھا اور |
| اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللهِ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے |
| الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا | لیے تحریر لکھی ، بسم اللہ الرحمٰن |
| مَا اَعْطٰى مُحَمَّدٌ | الرحیم یہ ہے وہ دیا محمد صلے اللہ |
| رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ | علیہ وسلم نے بلال بن حارث |
| وَسَلَّمَ بِلَالَ ابْنَ | مزنی کو۔ |
| الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ اَعْطَاهُ | آپ نے دی ہیں اسے مقام |
| مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا | قبلیہ کے بلند اور پست حصول |
| وَغَوْرِيَّهَا وَحَيْثُ يَصْلُحُ | کی کانیں اور مقام قدس کے |
| الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ | ان حصّوں کو دیا جو قابل کاشت |
| يُعْطِهُ حَقَّ مُسْلِمٍ۔ | ہیں اور اس نے اسے کسی مسلمان |
| (ابوداود) | کا حق نہیں دیا۔ |

## تشریح

قبلیہ مدینہ طیبہ اور ینبوع کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ یہ علاقہ کسی کی ملکیت نہیں تھا اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی کچھ کانیں اور کچھ قابل کاشت علاقہ بطور جاگیر عطا فرمایا تھا اور ساتھ تحریر بھی لکھ دی تھی اور صاف فرمادیا تھا کہ میں نے اس کو کسی کا حق کاٹ کر نہیں دیا۔ جب آپ نے اس کو یہ علاقہ دے دیا تو وہ اس کے مالک متصوّر ہو گئے۔

قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں حضرت بلال بن حارث مزنی کے ان عطایا سے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَشْیَاخِنَا مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ قَالَ اَقْطَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِیْ مَا بَیْنَ الْبَحْرِ وَالصَّخْرِ فَلَمَّا کَانَ زَمَنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَا تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَعْمَلَ ھٰذَا فَطَیَّبَتْ لَہٗ اَنْ یَقْطَعَھَا مَاخَلَا الْمَعَادِنِ فَاِنَّہٗ اِسْتَثْنَاھَا | میرے اہلِ مدینہ کے شیوخ میں سے ایک شیخ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث مزنی کو سمندر اور خشکی کے درمیان وادی کو بطور عطیہ کے دیا تھا مگر جب عمرؓ بن خطاب کا زمانہ آیا تو انہوں نے بلال سے فرمایا کہ تم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اتنے بڑے علاقے کو کام میں لاسکو پس حضرت عمرؓ نے یہ پسند فرمایا کہ معادن قبلیہ کو ان کے ہاتھ سے نکال لے اور باقی حصہ زمین کو ان کے پاس بطور عطیہ باقی رہنے دیں۔ |

## تشریح

اور یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح منقول ہے وہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو

انہوں نے بلال بن حارث سے فرمایا : بلال تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طویل و عریض علاقہ کو بطور عطیہ حاصل کر لیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ وہ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے تھے اور کیفیت یہ تھی کہ تم اس علاقہ کو نہیں سنبھال سکے (یعنی اس کا کافی حصہ افتادہ پڑا ہوا ہے لہذا جس قدر حصہ تم کام میں لا سکتے ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر باقی حصہ کو میرے حوالہ کر دو کہ میں مسلمانوں میں اس کو حسب ضرورت تقسیم کر دوں حضرت بلال نے فرمایا قسم بخدا جو شئے مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عطیہ کے مرحمت فرمائی ہے میں اس کا حبہ بھر بھی واپس نہیں دوں گا ۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ سُن کر فرمایا قسم بخدا تم کو واپس دینا ہو گا چنانچہ جس قدر حصہ ان کی طاقت عمل سے باہر تھا اس کو حضرت عمر رضؓ نے واپس لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ۔ (منقولہ از اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۳۱۲ ۔ ۳۱۳ مؤلفہ مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی)

پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس مملوکہ جائداد ہو خواہ از قسم زمین ہو یا معدنیات ، کارخانہ ، مکان ، دکان وغیرہ کچھ بھی ہو اسے بے کار چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے یا تو وہ خود اسے آباد کرے یا کسی کو آبادی کے لیے دے جس کی صورتیں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مداخلت کرے اور وہ جائداد اس سے لے کر کسی ایسے آدمی کو دے جو اس کی آبادی کی صلاحیت رکھتا ہو البتہ اس کا معاوضہ حکومت کو ادا کرنا ہو گا ۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب ہم بیان کریں گے اور وجہ اس کی یہ ہے یہ جتنے ذرائع پیداوار ہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے پیدا فرمائے ہیں بلکہ حیوانات اور چرند و پرند کی روزی بھی ان میں رکھی ہے اور ایک انسان کو جو ملکیت دی ہے یہ انتفاع کی حد

تک ہے ناجائز قبضہ کے لیے نہیں ہے اور پہلے یہ تفصیل بھی آچکی ہے کہ اسلامی نظام حیات میں ایک بنجر زمین کو بھی بے کار چھوڑنے کی اجازت نہیں اور اسی طرح سرمایہ کو یا افراد کو بے کار چھوڑنے کی اجازت نہیں تو پھر وہ جائداد یا زمین جو قابل کاشت یا قابل کاروبار ہو اسے بے کار چھوڑنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ اسی سلسلہ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی اس آیت ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان ۔خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہے یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شئے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شئے اصل خلقت میں جملہ نام (لوگوں) میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تک کسی شئے پر ایک شخص کا قبضہ نام متعلقہ باقی رہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا ہاں خود مالک وقابض کو چاہیئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے کیونکہ باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہو اگرچہ زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے اور انبیاء وصلحاء اس سے بغایت مجتنب رہے چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہؓ وتابعین وغیرہ نے حاجت سے

زائد رکھنے کو حرام ہی فرما دیا بہر کیف غیر مناسب و خلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ زائد علی الحاجت سے اس کی تو کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک من وجہ اس میں موجود تو شخص مذکور من وجہ مال مال غیر پر قابض و متصرف ہے اور اس کا حال بعینہٖ مال غنیمت کا سا تصور کرنا چاہیئے۔

وہاں بھی قبل تقسیم یہ ہی قصہ ہے کہ کل مال غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت وحصول انتفاع بقدر حاجت ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہیئے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیئے (یعنی خائن شمار ہوگا) منقول از اسلام کا اقتصادی نظام مؤلفہ مولانا حفظ الرحمانؒ صاحب سیوہاروی بحوالہ ایضاح الادلہ صفحہ ۲۶۸، اور مشہور محدث ابن حزم ظاہری نے اس سلسلہ میں محلّی میں جو روایات نقل کی ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ |
| اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ | تعالیٰ عنہ سے روایت ہے |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ | نے ارشاد فرمایا جس شخص کے |
| بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا ظَھْرَ | پاس قوت و طاقت کے سامان |
| لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلٌ | اپنی حاجت سے زائد ہوں اس |
| مِنْ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی | کو چاہیئے کہ اس فاضل سامان کو |
| مَنْ لَا زَادَ لَہٗ قَالَ فَذَکَرَ | کمزور کو دے دے اور جس |
| مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا | شخص کے پاس سامان خورد و نوش |

ذَکَرَ حَتّٰی رَئَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ (منقولہ از اسلام کا اقتصادی نظام بحوالہ محلی ج ۲ صفحہ ۱۵۷ - ۱۵۸)

حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیئے کہ فاضل سامان حاجتمندوں کو دے دے۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کرلیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو ایسے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَاَخَذْتُ فُضُوْلَ اَمْوَالِ الْاَغْنِیَآءِ فَقَسَمْتُھَا عَلٰی فُقَرَآءِ الْمُھَاجِرِیْنَ۔ (محلی ابن حزم ج ۶ ص ۱۵۶)

عمر بن خطابؓ نے فرمایا جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں بلا شبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَؓ ابْنِ الْجَرَّاحِ وَثَلٰثِ مِاَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِؓ اِنَّ زَادُھُمْ فَنٰی فَاَمَرَھُمْ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ

حضرت ابوعبیدہؓ اور تین سو صحابہؓ سے یہ روایت صحت کو پہنچی ہے کہ ایک موقعہ پر انکا سامان خورد و نوش ختم کے قریب آلگا پس حضرت ابوعبیدہؓ نے

| | |
|---|---|
| فَجَمَعُوْا اَزْوَادَهُمْ فِيْ مَزْوُدَيْنِ وَجَعَلَ يُقَوِّيهِمْ اِيَّاهَا عَلٰى سَوَاءٍ | حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو پھر سب یکجا جمع کر کے ان سب میں برابر تقسیم کر کے سب کی قوت لایموت کا سامان کر دیا۔ |
| (محلی ج ۶ ص ۱۵۸) | |
| عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِي طَالِبٍ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ عَلَى الْاَغْنِيَاءِ فِيْ اَقْوَاتِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِيْ فُقَرَاءَهُمْ فَاِنْ جَاعُوْا اَوْ عَرُوْا اَوْ جَهِدُوْا فَبِمَنْعِ الْاَغْنِيَاءِ وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يُّحَاسِبَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيُعَذِّبَهُمْ عَلَيْهِ | محمدؐ بن علی سے نقل ہے انہوں نے علی بن ابی طالب سے سنا فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر انکے غریبوں کی معاشی حالت بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے وہ محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔ |

## تفسیر

یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اور آیات قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے

ہوئے مشہور محدث ابن حزم ظاہری یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور
ہر بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فی (بیت المال کی آمدن) سے ان غرباء کی معاشی کفالت پوری نہ ہوتی ہو تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے (یعنی ان کے فاضل مال سے یہ جبراً لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو۔ پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔ (محلی ج ۶ ص ۱۵۶)

اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریات رہائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔ (محلی ج ۶ ص ۱۵۸) منقول از اسلام کا اقتصادی نظام مؤلفہ مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی)

ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ انسان کے پاس جو بھی جائداد ہو مالیت ہو خواہ از قسم زمین ہو یا دکان مکان سرمایہ وغیرہ انہیں بے کار ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے اسے گردش میں لانا چاہیئے تاکہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے اور باقی خلق خدا کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع فراہم کرے اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو اسلامی حکومت جبراً ان سے یہ ضروریات پوری کر سکتی ہے۔

# روزی روکنے کا پہلا عبرتناک واقعہ

إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ط

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پھر ان پہ اکڑنے لگا اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا مت بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور احسان کر جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اس

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝

نے کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس تھا کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اس سے قوّت میں بڑھ کر اور جمعیت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالیں اور گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا وہ اپنی قوم میں اپنے ٹھاٹھ سے نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے اے کاش ہمارے لیے بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ قارون کو دیا گیا۔ بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے اور علم والوں نے کہا تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا مگر صبر کرنے والوں کو ہی ملا کرتا ہے پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر

| | |
|---|---|
| وَ اَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا | اس کی ایسی کوئی جماعت نہ تھی |
| مَكَانَهُ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ | جو اسے اللہ سے بچا لیتی اور نہ |
| وَيْ كَاَنَّ اللّٰهَ | وہ خود بچ سکا اور وہ لوگ جو کل |
| يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ | اس کے مرتبہ کی تمنّا کرتے تھے |
| مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ ۚ | آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے |
| لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا | شامت اللہ اپنے بندوں کے |
| لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَاَنَّهٗ | لیے روزی کشادہ کرتا ہے جس |
| لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ | کے لیے چاہتا ہے اور تنگ |
| (سورہ قصص آیت ۷۶ تا ۸۲) | کر دیتا ہے اگر ہم پر اللہ کا احسان |
| | نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے |
| | کافر نجات نہیں پا سکتے ۔ |

## تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم تو تھا مگر کسی کو کھانے کی اجازت نہیں تھی البتہ امراء کو خویش واقارب اور غرباء کے ساتھ ہمدردی اور احسان کا حکم تھا اور قارون حضرت موسیٰ کی قوم میں بہت بڑا امیر تھا بنصّ قرآن اس کے خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت اٹھاتی تھی ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور ان کی جماعت کے صلحا لوگوں نے اسے غرباء کے ساتھ احسان کرنے کو کہا تو اس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اتنے مال و متاع اور محلوں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا ۔

پس معلوم ہوا کہ جو انسان مخلوقِ خدا کی روزی میں رکاوٹ بنے تو اللہ تعالے

اسے اس طرح ذلت آمیز اور عبرت ناک سزا دیتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

# دوسرا عبرت ناک واقعہ

| | |
|---|---|
| إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا | بے شک ہم نے انکو آزمایا |
| بَلَوْنَا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ | ہے جیسا کہ ہم نے باغ والوں |
| إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا | کو آزمایا تھا جب انہوں نے |
| مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا | قسم کھائی تھی کہ وہ صبح ہوتے |
| يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ | ہی اس کا پھل توڑ لیں گے اور |
| عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ | انشاء اللہ بھی نہ کہا تھا ۔ پھر تو |
| رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ | اس پر رات ہی میں آپ |
| فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ | کے رب کی طرف سے ایک |
| فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ | جھونکا چل گیا ۔ دراں حالیکہ وہ |
| أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ | سونے والے تھے ۔ پھر وہ |
| حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ | کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا پھر |
| صَارِمِينَ ۝ فَانْطَلَقُوا | وہ صبح کو پکارنے لگے کہ اپنے |
| وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ۝ | کھیت پر سویرے چلو اگر تم نے |
| أَلَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ | پھل توڑنا ہے پھر وہ آپس میں |
| عَلَيْكُمْ مِسْكِينٌ ۝ | چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے چلے |
| وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ | کہ تمہارے باغ میں آج کوئی محتاج |

قَادِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

نہ آنے پائے اور وہ سویرے ہی بڑے اہتمام سے پھل توڑنے کی قدرت کا خیال کر کے چل پڑے ۔ پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو راہ بھول گئے ہیں ۔ بلکہ ہم تو بدنصیب ہیں ۔ پھر ان میں کے اچھے آدمی نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم کس لیے تسبیح نہیں کرتے انہوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے بے شک ہم ظالم تھے ۔ پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے ۔ انہوں نے کہا ہائے افسوس بیشک ہم ہی سرکش تھے شاید ہمارا ربّ ہمارے لیے اس سے بہتر باغ بدل دے بیشک ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں عذاب یونہی ہوا کرتا ہے اور البتہ آخرت کا عذاب تو کہیں

بڑھ کر ہے کاش وہ جانتے۔

## تفسیر

مفسّرین نے لکھا ہے کہ یمن میں ایک شخص رہتا تھا۔ یہ بہت بڑا نیک آدمی تھا اور امیر بھی تھا اُس کا باغ تھا اور کھیت بھی تھا۔ یہ ان کی پیداوار میں سے غرباء اور مساکین کو بھی حصّہ دیتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں باغ کا پھل کاٹتے وقت اور کھیت کا فصل کاٹتے وقت بہت سے غربا جمع ہو جاتے تھے جب یہ فوت ہوگیا تو اس کے لڑکوں نے اس کا یہ کارِ خیر بند کر دیا تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا وہ باغ اور کھیت آسمانی آفت نازل کر کے تباہ کر دیا پس اس واقعہ سے بھی یہ ہی معلوم ہوا کہ یہ ذرائع پیداوار سب کے لئے ہیں مالک اس میں سے اپنا حق لے سکتا ہے باقیوں کا حق روک نہیں سکتا جو اس کے خلاف کریگا تو قدرت اس کو ایسی ہی سزا دے گی جیسا کہ ان کو سزا دی تھی۔

## روزی میں رکاوٹ بننے کا تیسرا عبرت ناک واقعہ

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ | حضرت ابوہریرہ سے روایت |
| سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ | ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ |
| عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ | علیہ وسلم سے سُنا آپ فرما |
| اِنَّ ثَلٰثَةً مِنْ بَنِیْ | رہے تھے کہ بنی اسرائیل میں سے |

| | |
|---|---|
| اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَ اَقْرَعَ | تین آدمی تھے کوڑھا، گنجا اور |
| وَاَعْمٰى فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ | اندھا پھر اللہ نے ارادہ فرمایا کہ |
| يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ مَلَكًا | انہیں آزمائے پھر بھیجا ایک فرشتہ |
| فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ | پس گیا وہ کوڑھے کے پاس پھر |
| اَىُّ شَيْءٍ اَحَبُّ | اس سے کہا تجھے کون سی چیز |
| اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ | زیادہ پسند ہے اس نے کہا کہ |
| وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ | رنگ اچھا اور کھال اچھی تاکہ مجھ |
| عَنِّىَ الَّذِىْ قَدْ | سے وہ چیز چلی جائے جس کی |
| قَذِرَنِىَ النَّاسُ قَالَ | وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت |
| فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ | کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس |
| قَذَرُهٗ وَاُعْطِىَ لَوْنًا | نے اس پر ہاتھ پھیرا پھر چلی گئی |
| حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا | اس سے وہ گندگی اور دیا گیا |
| قَالَ فَاَىُّ الْمَالِ | اسے رنگ اچھا اور کھال اچھی |
| اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ | کہا پھر تجھے کون سا مال زیادہ |
| الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ | پسند ہے اس نے کہا اونٹ |
| شَكَّ اِسْحَاقُ اِلَّا اَنَّ | یا اُس نے کہا گائے اسحاق کو |
| الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ | شک ہے مگر اتنی بات ضرور |
| اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَ | ہے کہ کوڑھے یا گنجے دونوں میں سے |
| قَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ | ایک نے اونٹ کہا اور دوسرے |
| قَالَ فَاُعْطِىَ نَاقَةً | نے گائے پھر اسے حاملہ اونٹنی |
| عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ | دے دی گئی پھر فرشتے نے |

| | |
|---|---|
| اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا قَالَ | کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت |
| فَاَیُّ الْاَقْرَعَ فَقَالَ | دے آپ نے فرمایا پھر وہ |
| اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ | گنجے کے پاس گیا پس کہا |
| اِلَیْکَ قَالَ شَعْرٌ | کہ تجھے کون سی چیز پسند ہے |
| حَسَنٌ وَّیَذْھَبُ | اس نے کہا بال اچھے تاکہ |
| عَنِّیْ ھٰذَا الَّذِیْ قَدْ | چلی جائے مجھ سے یہ گندگی |
| قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ | کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت |
| فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ | کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا |
| عَنْہُ قَالَ وَاُعْطِیَ | پھر اس نے اس پر ہاتھ پھرا |
| شَعْرًا حَسَنًا قَالَ | پس چلی گئی اس سے وہ گندگی |
| فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ | اور دیئے گئے اس کو بال |
| اِلَیْکَ قَالَ الْبَقَرُ | اچھے پھر اس نے کہا تجھے |
| فَاُعْطِیَ بَقَرَۃً حَامِلًا | کون سا مال پسند ہے اس نے |
| قَالَ بَارَکَ اللّٰہُ | کہا گائے پھر اسے حاملہ گائے |
| لَکَ فِیْھَا قَالَ فَاَتَی | دے دی گئی اور کہا اللہ |
| الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ | تجھے اس میں برکت دے |
| شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ | آپ نے فرمایا پھر وہ اندھے |
| قَالَ اَنْ یَّرُدَّ اللّٰہُ | کے پاس آیا پس کہا تجھے کون |
| اِلَیَّ بَصَرِیْ | سی چیز زیادہ پسند ہے اس |
| فَاُبْصِرُ بِہِ النَّاسَ | نے کہا کہ اللہ میری بینائی واپس |
| قَالَ فَمَسَحَہٗ فَرَدَّ | کر دے میں اس سے لوگوں |

| | |
|---|---|
| اَللّٰہُ اِلَیْہِ بَصَرَہٗ قَالَ | کو دیکھ سکوں آپ نے فرمایا پھر |
| فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ | اس نے اسے چھوا تو اللہ نے |
| اِلَیْکَ قَالَ الْغَنَمُ | اس کی بینائی واپس کر دی پھر اس |
| فَاُعْطِیَ شَاۃً وَالِدًا | نے کہا تجھے کونسی چیز زیادہ پسند |
| فَاُنْتِجَ ھٰذَانِ | ہے اس نے کہا کہ بکری پھر |
| وَوَلَّدَ ھٰذَا فَکَانَ | اسے حاملہ بکری دے دی گئی |
| لِھٰذَا وَادٍ مِّنَ | پس ان دونوں نے بچے دیئے |
| الْاِبِلِ وَلِھٰذَا وَادٍ | اور اس نے بھی پس اس کے |
| مِّنَ الْبَقَرِ وَلِھٰذَا | لیے بھی اونٹوں کی وادی ہو گئی |
| وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ | اور اس کے لیے گائیوں کی وادی |
| قَالَ ثُمَّ اِنَّہٗ اَتَی | ہو گئی اور اس کے لیے بکریوں |
| الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِہٖ | کی وادی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا |
| وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ | پھر وہ کوڑھے کے پاس اس |
| رَجُلٌ مِّسْکِیْنٌ | کی کوڑھ والی صورت اور مصیبت |
| قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ | میں گیا پھر کہا میں ایک مسکین آدمی |
| الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ | ہوں میرے اسباب سفر میں |
| فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ | ختم ہو گئے ہیں۔ اللہ کے |
| اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ بِکَ | سہارے کے سوا آج منزل |
| اَسْئَلُکَ بِالَّذِیْ | تک پہنچنے کی میری کوئی صورت |
| اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ | نہیں میں تجھ سے اس اللہ کے |
| وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ | نام پہ ایک اونٹ کا سوال |

بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِہٖ — کرتا ہوں جس نے تجھے اچھی
فِی سَفَرِیْ فَقَالَ — صورت اور اچھی کھال اور مال
اَلْحُقُوْقُ کَثِیْرَۃٌ فَقَالَ — دیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ
اِنَّہٗ کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ — اپنی منزل سفری طے کرسکوں
اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصُ — اس نے کہا مجھ پر بہت حقوق
یَقْذُرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا — ہیں - اس نے کہا کہ گویا کہ میں
فَاَعْطَاکَ اللّٰہُ مَالاً — تجھے جانتا ہوں کیا تو کوڑھی نہیں
فَقَالَ وُرِّثْتُ ھٰذَا — تھا تجھ سے لوگ نفرت کرتے
الْمَالَ کَابِرًا عَنْ — تھے تو فقیر تھا اللہ نے تجھے
کَابِرٍ فَقَالَ اِنْ — مال دیا ہے - اس نے کہا یہ
کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ — مال تو مجھے وراثت میں نسلاً
اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ قَالَ — بعد نسل ملا ہے - اس نے کہا
وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ — اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالےٰ
صُوْرَتِہٖ فَقَالَ لَہٗ — تجھے پہلی حالت کی طرح بنادے
مِثْلَ مَا قَالَ لِھٰذَا — آپ نے فرمایا پھر وہ گنجے کے
وَرَدَّ عَلَیْہِ مِثْلَ مَا — پاس اس کی صورت میں گیا اس
رَدَّ عَلٰی ھٰذَا فَقَالَ — کو بھی وہی کچھ کہا جو اسے کہا تھا
اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا — اور اس نے بھی وہی جواب لوٹایا
فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی — جو اس نے لوٹایا تھا پھر اس
مَا کُنْتَ قَالَ وَ — نے کہا اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ
اَتَی الْاَعْمٰی فِیْ — تجھے پہلی حالت کی طرح بنادے

صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ
فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ
وَابْنُ سَبِيْلٍ اِنْقَطَعَتْ
بِيَ الْحِبَالُ فِيْ
سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ
الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ
بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ
رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ
شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ
سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ
اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ
بَصَرِيْ فَخُذْ مَا
شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ
فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ
الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهٗ
لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ
فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ
فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ
وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ

(متفق علیہ)

آپ نے فرمایا پھر وہ اندھے کے
پاس اس کی صورت اور ہیئت
میں گیا - پھر کہا میں مسکین ہوں
مسافر ہوں - میرے سفر ی
اسباب ختم ہو گئے ہیں آج سوائے
اللہ کے سہارے کے منزل تک
نہیں پہنچ سکتا پھر میں تم سے
اسی ذات کے نام پر ایک بکری
مانگتا ہوں جس نے تیری بینائی
لوٹا دی ہے - میں اس بکری
کے ذریعہ اپنی سفری منزل طے
کر لوں گا - اس نے کہا میں تو
اندھا تھا اللہ نے میری بینائی
واپس کی ہے لے جا جتنی چاہتا
ہے اور چھوڑ جا جتنی چاہتا ہے
اللہ کی قسم ہے آج تو اللہ کے
نام پر مجھ سے جو بھی لے گا میں
تجھے نہیں روکوں گا - اس نے
کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو
یقیناً تمہارا امتحان لیا گیا ہے اللہ
تجھ پر راضی ہے اور تیرے

ساتھیوں پر ناراض ہے۔

# تشریح

اس واقعہ سے یہ ہی سبق ملتا ہے کہ انسان کے پاس جو مال ہے اس لیے اسے اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا کہ اسے سمیٹ کر رکھ لے بلکہ اس کے مال میں غرباء، مساکین اور معذورین کا حق ہے اگر یہ حق ادا کرتا رہے گا تو اس کے مال میں بھی اضافہ کیا جائے گا اور اگر یہ اس کے حقوق ادا نہیں کرے گا تو اللہ پاک اس سے یہ مال چھین لیں گے کیونکہ یہ باقیوں کی حق تلفی کرتا ہے جیسا کہ اس واقعہ میں دو نے حق تلفی کی تو ان کے مال کی تباہی کے لیے فرشتے نے بد دُعا کی اور ایک اندھے نے حق ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو اس کے لیے دُعا فرمائی۔

# روزی روکنے والا ظالم اور مشرک ہے

| | |
|---|---|
| وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا | اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور |
| ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ | مویشیوں میں سے ایک حصّہ |
| الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا | اس کے لیے مقرر کرتے ہیں |
| هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ | اور اپنے خیال کے مطابق کہتے |
| وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ج | ہیں کہ یہ اللہ کا حصّہ ہے اور یہ |
| فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ | ہمارے شریکوں کا ہے سو |
| فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ج | جو حصّہ اُن کے شریکوں کا ہے |
| وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ | وہ اللہ کی طرف نہیں جا سکتا |
| يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ط | اور جو اللہ کا ہے وہ اُن کے |
| سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ٥ | شریکوں کی طرف جا سکتا ہے |
| | کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔ |
| وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ | اور اسی طرح بہت سے مُشرکوں |
| مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ | کے خیال میں اُن کے شریکوں |
| اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ | نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو |
| لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا | خوشنما بنا دیا ہے تاکہ انہیں ہلاکت |
| عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ | میں مبتلا کر دیں اور ان پر انکے |
| شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ | دین کو مشتبہ بنا دیں اور اگر |

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ | اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے سو
وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ | انہیں چھوڑ دو اور جو وہ افترا کرتے
وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا | ہیں اور کہتے ہیں یہ جانور اور
يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ | کھیت محفوظ ہیں ۔ انہیں صرف
بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ | وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم
حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا | چاہیں اور کچھ جانور ہیں جن پر سواری
وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ | حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً | ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے ۔
عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا | یہ سب اللہ پر افترا ہے ،
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا | عنقریب اللہ انہیں اس افترا
مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ | کی سزا دے گا اور کہتے ہیں
الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ | جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ
لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ | میں ہے یہ ہمارے مردوں
عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ | کے لیے خاص ہے اور ہماری
يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ | عورتوں پر حرام ہے ۔ اور اگر
فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ | بچہ مُردہ ہو تو دونوں اس
وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ | کے کھانے میں برابر ہیں ۔
عَلِيْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ | اللہ انہیں ان باتوں کی سزا
الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا | دے گا بے شک وہ حکمت
اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ | والا جاننے والا ہے تحقیق
عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا | خسارے میں پڑے وہ لوگ

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً
عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ
٥ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ
جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ
وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ
وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا
اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ
وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا
وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا
مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ
اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ
يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا
تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا
يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ٥
وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً
وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ
لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٥
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ

جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت
اور نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ پر
بہتان باندھ کر اس رزق کو حرام
کرلیا جو اللہ نے انہیں دیا تھا،
بے شک وہ گمراہ ہوئے اور
سیدھی راہ پر نہ آئے اور اسی نے
وہ باغ پیدا کیے ہیں جو چھتوں پر
چڑھائے جاتے ہیں اور جو نہیں
چڑھائے جاتے اور کھجور کے
درخت اور کھیتی جس کے پھل
مختلف ہیں زیتون اور انار پیدا
کیے جو ایک دوسرے سے
مشابہ اور جدا جدا بھی ہیں، ان
کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں
اور جس دن اسے کاٹو اس کا
حق ادا کرو اور بے جا خرچ نہ
کرو بے شک وہ بیجا خرچ
کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا
اور بوجھ اٹھانے والے مویشی
پیدا کیے اور زمین سے لگے
ہوئے اور اللہ کے رزق میں

| | |
|---|---|
| الضَّاْنِ اثْنَيْنِ | سے کھاؤ اور شیطان کے |
| وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ | قدموں پر مت چلو بے شک |
| قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ | وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ |
| حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ | آٹھ قسمیں پیدا کیں بھیڑ میں |
| اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ | سے دو اور بکری میں سے دو |
| اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ | آپ ان سے پوچھیں کہ دونوں |
| نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ | نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا |
| اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ | دونوں مادہ یا وہ بچہ |
| وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ | جو دونوں مادہ کے رحم میں ہے |
| وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ | مجھے اس کی سند بتلاؤ اگر |
| قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ | تم سچے ہو اور اونٹ اور |
| حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ | گائے سے دو دو قسمیں |
| اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ | پیدا کیں ۔ آپ ان سے |
| اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ | پوچھیں کہ دونوں نر اللہ نے |
| اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ | حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ |
| اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ | بچہ جو دونوں مادہ کے رحم |
| بِهٰذَا ۚ فَمَنْ | میں ہے کیا تم موجود تھے |
| اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى | جس وقت اللہ نے تمہیں |
| عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا | اس کا حکم دیا تھا پھر اس سے |
| لِّيُضِلَّ النَّاسَ | زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ |
| بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ | پر جھوٹا بہتان باندھے تاکہ |

| | |
|---|---|
| لَا یَھْدِی الْقَوْمَ | لوگوں کو بلا تحقیق گمراہ کرے |
| الظّٰلِمِیْنَ ۝ | بے شک اللہ تعالیٰ ظالم |
| (سورہ انعام آیت ۱۳۶ تا ۱۴۴) | قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔ |
| اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ | بے شک اللہ اس کو نہیں |
| یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ | بخشتا جو اس کا شریک کرے |
| مَا دُوْنَ ذٰلِکَ | اور شرک کے ماسوا دوسرے |
| لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ | گناہ جسے چاہے بخشتا ہے |
| یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ | اور جس نے اللہ کا شریک |
| افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا | ٹھہرایا یقیناً اس نے بڑا |
| (سورۃ نساء آیت ۴۸) | ہی گناہ کیا۔ |

## تفسیر

ایک سو چھتیس سے لے کر ایک سو چوالیس تک جو آیات ہیں یہ سورہ انعام کی ہیں ان میں ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے جو اپنے من گھڑت شرکیہ عقائد کی وجہ سے سادہ لوح انسانوں کو مشرک بنا کر انہیں روزی سے محروم کرتے ہیں اور ان کا مال اس ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں اور آخر میں جو سورہ نساء والی آیت ہے اس میں اس شرک کو ناقابلِ معافی اور سنگین جرم قرار دیا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ شرک دو قسم کا ہے۔

ایک شرک اعتقادی ہے اور دوسرا شرک فعلی ہے۔

شرک اعتقادی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے سوا کسی اور ہستی

کو اپنا حقیقی خالق مالک رزّاق اور عالم الغیب مانے اور جانے۔

شرک فعلی یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال قرار دی ہیں انہیں غیر اللہ کی نذر اور نیاز کرے کیونکہ اس سے چیز حرام ہو جاتی ہے یا ویسے کوئی جانور یا اناج یا کھیت وغیرہ ان کے نام نذر کرے اور پھر ان کو حرام سمجھے غرضیکہ اُن دونوں طرح نامزدگی سے بعض انسانوں کو روزی سے محروم رکھنا ہے اس لیے یہ سنگین جُرم اور ناقابل معافی ہے کیونکہ ایک تو اس نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کر کے اس کے قانون میں دخل دیا ہے اور یہ شرک ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے جو روزی سب انسانوں کے لیے پیدا کی تھی اس کے غلط فعل یا غلط عقائد پھیلانے کی وجہ سے وہ لوگ اس سے محروم ہو گئے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دور سے پہلے ایسے لوگ تھے اور ان میں مختلف قسم کی شرکیہ رسومات تھیں جیسا کہ سورہ انعام کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

## پہلی مشرکانہ رسم

کھیت کی پیداوار کے تین حِصّے کرتے تھے ایک اپنا ایک اللہ کا اور ایک اپنے باطل معبودوں کا پس جو حصّہ اللہ کا ہوتا تھا اس میں سے اگر کچھ ان کے معبودوں کے حِصّہ میں اتفاقاً مل جاتا تو اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اگر ان کے معبودوں کے حِصّہ میں سے اتفاقاً کچھ اللہ کے حِصّہ میں مل جاتا تھا تو اس کو الگ کر لیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دِلوں میں خُدا کی نسبت اپنے

ان باطل معبودوں کی عظمت خوف اور ڈر زیادہ تھا کیونکہ وہ اُن کے حصہ کو ضائع نہیں ہونے دیتے تھے اور اگر خدا کا حصہ ضائع ہو جائے تو اس کی پروا نہیں کرتے تھے اور خدا کے اس حصہ کو چونکہ غربار اور مساکین پر خرچ کرنا ہوتا تھا اس لیے ان کی پرواہ نہیں تھی اور ان کے معبودوں والا جو حصہ ہوتا تھا وہ ان معبودوں کی مورتیوں کے سامنے جا کر ڈالتے تھے اس لیے اس کی حفاظت کرتے تھے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشرک آدمی روزی ضائع کر دے گا دریا بُرد کر دے گا مگر غریب کو نہیں دے گا یہاں تک تو آیت ایک سو چھتیس کا مضمون ہے ۔

## دوسری مُشرکانہ رسم

آیت ایک سو سینتیس میں ان کی دوسری مشرکانہ رسم کا بیان ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے ۔ اس کی دو صورتیں تھیں ۔

ایک تو یہ تھی کہ جس طرح وہ اپنے معبودوں کے نام کی نذر و نیاز مان کر بعض لوگوں کو روزی سے محروم کر دیتے تھے بعینہٖ اسی طرح بعض لوگ ان معبودوں کے نام پر اپنی اولاد کو نذر مان کر قربان کر دیتے تھے اس سے ایک تو ماں اور باپ اولاد سے محروم ہو جاتے تھے اور دوسرا یہ قتل ناحق اور اللہ نے جسے ہزاروں انسانوں کا ذریعہ بنایا اسے ختم کر دیتے تھے

اور بچوں کے قتل کی دوسری صورت یہ تھی کہ روزی کے ڈر سے انہیں قتل کر دیتے تھے کہ یہ ہم سے روزی مانگیں گے تو ہم انہیں روزی کہاں سے دیں گے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۱ میں خداوند تعالےٰ نے

نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا

(بنی اسرائیل آیت ۳۱)

اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل مت کرو ہم انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی بے شک انہیں قتل کرنا بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

# تفسیر

اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں بچوں کے ناحق قتل کی جو دو صورتیں بیان ہوئی ہیں اس کا باعث ان کے شرکاء تھے یعنی مشرکین کے حکام اور مذہبی پیشوا اس مضمون کو سش کاؤھم لیردوھم ولیلبسو علیھم دینھم میں بیان فرمایا ہے۔ دراصل اولاد کی تربیت کی اوّلین ذمہ داری والدین پر ہے۔ دوسرے نمبر پہ اقرباء کی ذمہ داری ہے اور تیسرے نمبر پہ حکومت وقت ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی تعلیم ہے مگر یہودیوں نے عیسائیوں نے اور مشرکین مکہ نے یہ اصول بنایا ہوا تھا کہ ہر وقت کی حکومت اور مذہبی پیشوا رب العٰلمین کے نظام نامہ میں تبدیل کر سکتے ہیں چنانچہ اس اصول کے تحت انہوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے دین میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تبدیلی تھی کہ معاشی بحران حل کرنے کے لیے بچوں کی خوں ریزی کرتے تھے مگر چونکہ انہیں اندیشہ

تھا کہ ان کے کہنے پر بچوں کو کوئی قتل نہیں کریگا۔ بلکہ پبلک ان سے جنگ پر آمادہ ہو جائے گی تو اس لیے انہوں نے اسے مذہبی شکل دی اور کہا کہ وقت کی حکومت اور علماء جو کچھ کہیں وہ خدائی فرمان ہوتا ہے اور خدا کے نظام کو تبدیل کر سکتے ہیں چنانچہ اس مذہبی چکر میں آکر بعض لوگ اپنی اولاد کو اپنے ان مذہبی پیشواؤں کے نام پہ اور ان کی مورتیوں کے نام پر بھینٹ چڑھا دیتے تھے یا ان کو ویسے ہی قتل کر دیتے تھے تو اصلی مقصد اُن کا ان بچوں کو قتل کر کے ان کے حصّے کی روزی بچانا تھا اور اپنی شکم پروری کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ان افعال کو شرک فرمایا ہے اور اس آیت میں انہیں ان کے بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ان کے رزاق نہیں ہو کہ روزی کی خاطر انہیں قتل کرتے ہو بلکہ ہم تمہارے بھی روزی رساں ہیں اور ان کے بھی۔ تمہارے پوپ پادریوں نے اور تمہاری حکومتوں نے تمہیں یہ غلط سمجھایا ہے کہ ہم جو کہتے ہیں یہ خدا کا حکم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ہر ذی نفس کی روزی روکنا شرک ہے خواہ کسی عقیدہ کی بناء پر روکی جائے یا کسی اور ذریعہ سے۔

سورۂ انعام کی اس آیت نمبر ۱۳۷ کے آخر میں جو فرمایا ہے ولو شاء اللہ ما فعلوہ فذرھم وما یفترون۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے سو انہیں چھوڑ دو اور جو وہ افترا کرتے ہیں۔ ان جملوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک خود بھی ان کے عقائد اور افعال کو پسند کرتے ہیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ ہی فرمایا ہے کہ ان کو ان کے ان عقائد پر اور اعمال پہ چھوڑ دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع یہاں بادی النظر اور تبادر یہ ہی معلوم

ہوتا ہے لیکن مفسّرین کا مشہور اصول ہے کہ القران یفسر بعضہ للبعض کہ قرآن کا ایک حصّہ جب مجمل ہو تو دوسری جگہ اس کی تفسیر ہوگی یعنی صرف اس کے اجمال پر اکتفا کر کے عمل نہ کیا جائے اور صرف اجمال ہی کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کی تفسیر کو بھی دوسری جگہ تلاش کرنا چاہیئے چنانچہ اس کی تفسیر دوسری جگہ خود خداوند پاک نے بیان فرمائی ہے۔ ولا یرضا لعبادہ الکفر کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتے ۔ پس ان دونوں جملوں کو ملانے اور تطبیق دینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مشیّت خداوندی دو قسم کی ہے ۔ ایک بالرضا اور دوسری بالجبر یعنی خداوند تعالیٰ کی رضا تو یہ ہے کہ اس کے سارے بندے مومن ہو جائیں اس لیے تو اس نے دنیا میں انبیاء بھیجے ہیں اور ان پہ کتابیں اتاری ہیں ۔

دوسری صورت جبر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مومن بنانے کے لیے جبر کریں اور کوئی ایسا حربہ استعمال کریں جس سے لوگ مجبور ہو کر مومن بن جائیں مگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے جیسا کہ دوسری جگہ صاف ارشاد فرمایا ہے لا اکراہ فی الدین ۔ دین میں لانے کے لیے زبردستی نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جبر کرنے سے حقانیت دل میں بیٹھتی نہیں ہے بلکہ حسد اور عداوت اور بڑھتی ہے ۔ مجبور وقتی طور پر اگرچہ مان تو جائے گا لیکن جب جبر ہٹے گا تو وہ بغاوت کر جائیگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ دین حق سمجھانے کے لیے دلائل کی راہ اختیار کی ہے کیونکہ دلائل سے جو بات سمجھ میں آجائے وہ جبر سے نکلتی نہیں ۔

پس اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ولو شاء اللہ ما فعلوہ سے مراد مشیت جبری ہے پس حاصل مطلب یہ نکلا کہ اے نبی جب اللہ تعالیٰ مشرکین کے ایمان کے سلسلہ میں جبر نہیں کرتا بلکہ اس نے دلائل کی راہ اختیار کی ہوئی ہے تم بھی ان پر جبر نہ کرو بلکہ دلائل کا طریقہ اختیار کرو کیونکہ اصلی مقصد ان کے دلوں میں حقانیت اتارنا ہے اس کی مزید تفصیل انشاءاللہ العزیز بحث ارتداد میں آئے گی یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

## تیسری مشرکانہ رسم

سورہ انعام کی آیت ایک سو اڑتیس میں مشرکین کی تیسری رسم کی مذمت کا بیان ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت باطل معبودوں کے نام پر جانوروں کی نامزدگی اور ان کے نام پر زمین وقف کرنا بایں طور پر کہ ان جانوروں کے اور اس زمین کا منافع وہی کھا سکتا ہے جسے ہم چاہیں گے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ بعض جانوروں کو ان معبودوں کے نام پر بایں طور نامزد کرتے تھے کہ ان پر سواری کرنا حرام سمجھتے تھے۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ان جانوروں کے نام پر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیتے تھے انہیں ان اپنے معبودوں کے نام سے ذبح کرتے تھے اور عقیدہ یہ رکھتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ اس پر خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں دو جواب دیئے ہیں - ایک افتراء علیہ کہ یہ خدا پر بہتان ہے یعنی ایک تو از سر خود ان لوگوں نے ان معبودوں کو خدا کا شریک قرار دیا اور پھر نسبت خدا کی طرف کی - خدا ہمارے اس

فعل پر راضی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں جو سب بندوں کے لیے پیدا کیں انہوں نے انہیں حرام قرار دے کر اور بعض کے لیے مخصوص کر کے اللہ کے بندوں سے روزی کو روکا اور نسبت خدا کی طرف کی کہ وہ ہمارے اس فعل پر خوش ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ اس نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے اور نہ ہی اس نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو حلال و حرام قرار دینے کا کسی کو اختیار دیا ہے یہ سب مشرکین کی اپنی اختراع ہے ۔ یہ مضمون افتراء علیہ میں بیان فرمایا ہے اور آیت کے آخر میں ان شرکیہ افعال اور انسانوں کی روزی روکنے کی سزا بیان ہوئی ہے کہ سیجزیھم بما کانوا یفترون عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اس افتراء کی سزا دے گا ۔

سزا عام ہے خواہ دنیاوی ہو یا اخروی ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے اسے بھی وہ سزا دیتا ہے اور جو جانداروں کی روزی روکے اسے بھی وہ سزا دیتا ہے پس ثابت ہوا کہ شرک کرنے والے اور روزی روکنے والے دونوں خدا کو پسند نہیں اس لیے انہیں سزا دیتا ہے اور یہ دونوں جملے افتراء علیہ اور سیجزیھم مجمل ہیں ۔ آنے والی آیات سے ان کی مزید وضاحت اور تائید ہوتی ہے ملاحظہ فرمائیں ۔

| | |
|---|---|
| سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ | اب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے |

| | |
|---|---|
| كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ | اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو |
| قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا | ان سے پہلے تھے یہاں تک |
| بَأْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ | کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا، |
| عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ | فرمادیں تمہارے ہاں کوئی ثبوت |
| فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ | ہے تو اسے ہمارے سامنے |
| تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ | لاؤ تم تو فقط خیالی باتوں پر چلتے |
| وَاِنْ اَنْتُمْ تَخْرُصُوْنَ ۝ | ہو اور تم صرف تخمینہ ہی کرتے ہو |

(سورہ انعام آیت ۱۴۸)

| | |
|---|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا | مشرک کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا |
| لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا | تو ہم اس کے سوا کسی کی عبادت |
| مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ | نہ کرتے اور ہمارے باپ دادا |
| شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا | اور اس کے حکم کے سوا ہم کسی |
| وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ | چیز کو حرام نہ ٹھہراتے اسی طرح |
| دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ | کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے |
| كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ | تھے پھر رسولوں کے ذمہ تو صرف |
| مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ | صاف پہنچانا ہے۔ |
| عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ | |
| الْمُبِيْنُ ۝ (سورۃ النحل آیت ۳۵) | |

## تفسیر

یہ مذکورہ دونوں آیتیں سورہ انعام کی آیت ۱۴۸ کے آخر میں جو افترا

علیہ اور سیجزیھم بما کانوا یفترون دو جُملے آئے ہیں ان کی تشریح ہیں۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے کافر یہ نظریہ رکھتے تھے کہ انسان جو بھی افعال از قسم شرک یا تحلیل و تحریم کرتا ہے یہ سب منشاء اور رضا الٰہی سے ہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی اس آیت ۱۴۸ کے شروع سیقول سے لے کر من شیئ تک ان کا نظریہ نقل کر کے شکوہ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آگے کذالک کذب الذین سے لے کر بأسنا تک اس کا ایک جواب دیا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کافر بھی یہ ہی نظریہ رکھتے تھے تو انہوں نے بھی خدا کا عذاب چکھا اور قل ھل سے لے کر لنا تک دوسرا جواب ہے یعنی اگر تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو اور ان تتبعون سے لے کر تخرصون تک تیسرا جواب ہے یعنی تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں تم صرف قیاس آرائیاں کرتے ہو اور اس کے بعد سورہ نحل والی آیت اس کی تاکید مزید ہے مگر اس کے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ رسولوں کا کام صرف پہنچانا ہے آپ بھی یہ فریضہ ادا کرتے رہیں۔ یہ مضمون فھل علی الرسل الا البلاغ المبین میں بیان فرمایا ہے۔

پس خلاصہ اور لب لباب ان آیات کا یہ نکلا کہ جو لوگ کسی گندے عقیدہ کی وجہ سے یا کسی گندی رسم کی وجہ سے کسی جاندار مخلوق کی روزی روک لیں وہ مشرک اور ظالم ہے وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

## چوتھی رسم

آیت ۱۳۹ میں مشرکین کی چوتھی بُری رسم کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے وقالوا

ما فی بطون سے لے کر شرکاء تک پہلے ان کا نظریہ بطور شکوہ اور ناراضگی نقل فرمایا ہے اور آخر میں سیجزیھم وصفھم میں اس کی سزا بیان فرمائی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض کافروں نے یہ عقیدہ بنایا ہوا تھا کہ فلاں جانور کے پیٹ میں جو ہے وہ اگر زندہ پیدا ہو تو کہتے کہ یہ مردوں کے لیے مخصوص ہے اور عورتوں کے لیے حرام ہے اور اگر وہ مردہ پیدا ہو تو کہتے کہ یہ اب عورتوں کے لیے بھی حلال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں ان کے اس بُرے عقیدہ اور رسم بد کی سزا سنائی ہے اور سزا کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کسی چیز کو ممنوع یا جائز قرار دینا اللہ کا کام ہے بندے کا کام نہیں ہے اور انہوں نے خدا کے اس قانون میں دخل دیا اس طرح وہ لوگ ایک تو شرک فعلی کے مرتکب ہو گئے اور دوسرا جاندار مخلوق کی روزی میں رکاوٹ پیدا کی جو بدترین جرم ہے۔

آیت ایک سو چالیس میں آیت ایک سو سینتیس سے لے کر ایک سو انتالیس تک اولاد کو قتل کرنے اور شرک فعلی اور جانداروں کی روزی روکنے کی جو مذمت اور سزا بیان ہوئی، کی مزید تفصیل ہے قد خسر سے لے کر افتراء علی اللہ تک ان کے خسارے کا بیان ہے اور وما کانو مھتدین میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر وہ لوگ گمراہ ہو گئے۔ خدا کی تعلیمات کو انہوں نے نہ مانا اب گھاٹا اور خسارہ کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اولاد کی حیثیت ایک پودے کی ہے کہ جب انسان باغ میں وہ پودا لگاتا ہے تو آگے

پھل کر خود بھی اس سے وہ پھل کھاتا ہے اور باقی جاندار بھی اس کا پھل کھاتے ہیں اور یا اولاد کی حیثیت ایک مشینری کی ہے کہ اسے بنانے والا خود بھی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور بھی ہزاروں انسان اور جاندار اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اب اگر ایک انسان خود ایک پودا لگا کر پھر اس کو اکھاڑ دے یا مشینری کو ناکارہ بنا دے تو اس سے اس کا اپنا نقصان بھی ہوگا۔ اور باقی معاشرے کا اور جانداروں کا بھی نقصان ہوگا بعینہٖ اسی طرح تحفظ اور تربیت اولاد کے فوائد ہیں کہ انسان اپنی جوان اولاد کی کمائی کھاتا ہے اور باقی انسان اور جاندار بھی کھاتے ہیں اور انہیں قتل کرنے والا انسان اپنا نقصان بھی کرتا ہے اور باقیوں کا نقصان بھی کرتا ہے اس لیے یہ صرف ایک بچے کا قتل ہی نہیں ہے بلکہ ہزاروں انسانوں اور جانداروں کا قتل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اس فعل کی مذمت اور اس کی سزا رکھی ہے۔

اور آیت ایک سو اکتالیس کے شروع سے لے کر غیر متشابہ تک جو مضمون ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے روزی کے خزائن اور انباروں سے آگاہ فرمایا ہے یعنی تمہیں روزی کی خاطر اپنے بچے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس نے تمہارے لیے روزی کے بے بہا وسائل پیدا کر رکھے ہیں اور کلوا من ثمرہ سے لے کر لا تسرفوا تک تین احکام دیئے ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ نعمتیں کھاؤ اس کی تمہیں اجازت ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ یہ فصل کاٹتے اور بھوسے نکالتے ہی غرباء و مساکین کی خاطر اللہ کا حق ادا کر دو تاخیر نہ کرو۔

اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اسراف نہ کرو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک

صورت یہ ہے کہ دولت کو بے جا خرچ نہ کرے یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے مستحقین کی حق تلفی ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ باطل معبودوں کی نذر مان کر کسی کے لیے اسے حلال قرار دے اور کسی کے لیے حرام۔ جس کی تفصیل پہلے گزر گئی ہے اور آیت کے آخر میں فرمایا انہ لا یحب المسرفین اللہ تعالیٰ اسراف کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا یعنی ان ضابطوں کے تحت اگر روزی خرچ کروگے تو تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے اور پھر اپنے محبوب کو کوئی رسوا نہیں ہونے دیتا کیونکہ یہ اس کی غیرت کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے غیرت مند ہے وہ تمہیں کس طرح رسوا ہونے دے گا یقیناً نہیں اور اگر روزی ان مذکورہ ضابطوں کے خلاف خرچ کروگے تو اللہ تعالیٰ کی تم سے عداوت ہو جائے گی اور وہ تمہیں رسوا کرے گا اور پھر کہیں سے عزت نہیں ملے گی۔

آیت ایک سو بیالیس سے لے کر ایک سو چوالیس کے جملہ ارحام الانثیین تک جو مضمون ہے یہ بھی آیت ایک سو اڑتیس اور ایک سو انتالیس کی تشریح ہے یعنی ان آیتوں میں جو انعام کا لفظ بار بار استعمال ہوا ہے اور مشرکین مکہ ان پر سواری کرنا اور بعض کے لیے ان کا کھانا حرام سمجھتے تھے وہ کون سے انعام ہیں تو آیت ایک سو بیالیس اور ایک سو چوالیس میں ان انعامات کی تفصیل بیان فرما دی اور فرمایا کہ ان میں سے بعض بوجھ اٹھانے کے لیے ہیں اور بعض سواری کے لیے ہیں اور بعض کھانے کے لیے ہیں ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اور نہ ہی مادہ کے رحم کا بچہ اس نے حرام کیا اور ام کنتم سے بھذا تک میں یہ فرمایا ہے کہ مشرکین کے پاس اس سلسلہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور فمن اظلم سے لے

کہ بعض علم تک یہ فرمایا ہے کہ ان خرافات سے جانداروں کی روزی روکنے والے بہت بڑے ظالم ہیں یہ ایسی خرافات پھیلا کر سب لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور آخر میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں ملے گی کیونکہ حرام کھا کھا کر ان کے دِل سیاہ ہوگئے ہیں۔

اور سورہ نساء کی آیت اڑتالیس میں یہ فرمایا ہے کہ آخرت میں انکی بخشش بھی نہیں ہوگی۔ بہرحال ان آیات کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مشرکین عرب نے اپنے خود ساختہ اور بناوٹی مذہب کے نام پر روٹی کمانے کا ایک دھندہ بنایا ہوا تھا جیسا کہ آج کل کے بزرگوں کے مزارات بنانا ان پر چڑھاوے چڑھانا محرم میں شیعہ اور سنی تعزیہ بنانا اور بزرگوں کے نام کی زمین وقف کرنا یہ سب انہیں خرافات میں سے ہیں اس طرح کروڑہا روپیہ گنبد بنانے پر خرچ کیا جارہا ہے۔

یہ درحقیقت غریب کا مال ہے اور کچھ پیٹ کے بندوں نے دولت ہتھیانے کے لیے یہ طریقے ایجاد کر رکھے ہیں

# مروّجہ نذر و نیاز اور تحریمات غیر اللہ

اس سلسلہ میں چار صورتیں ہیں ایک اللہ کی نذر و نیاز اور وہ یہ ہے کہ انسان یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میری فلاں مشکل حل کر دی تو میں اس کے نام کی فلاں چیز دوں گا اگر اس کا وہ کام ہو جائے تو وہ نذر پوری کرنا واجب ہے اور اس کا یہ فعل عبادت ہے اور وہ چیز کھانا حلال طیب ہے لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ اگر اس نے نذر مانتے وقت امیر و غریب دونوں کو کھلانے کی نیت کی ہے تو دونوں کھا سکتے ہیں اور اگر صرف غریب کو کھلانے کی نیت کی ہے تو پھر صرف غریب ہی کھا سکتا ہے امیر نہیں کھا سکتا۔

دوسری صورت غیر اللہ کی نذر و نیاز کی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان یوں کہے کہ اگر فلاں بزرگ نے میری مشکل حل کر دی تو میں اس کے نام کی فلاں چیز دُوں گا ایسی نذر ماننا فعل شرکیہ ہے اور اس کا کھانا غریب و امیر دونوں پر حرام ہے۔

تیسری صورت تحریمات اللہ کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام قرار دی ہیں انسان انہیں حرام سمجھے۔

چوتھی صورت تحریمات غیر اللہ کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال قرار دی ہیں انسان ان کو حرام سمجھنا شروع کر دے۔ ان آیات میں جن جانوروں کا ذکر ہے ان کا تعلق تحریمات غیر اللہ سے ہے یعنی اللہ

تعالیٰ نے تو ان کو سب کے لیے حلال کیا تھا مگر وہ لوگ اپنی طرف سے انہیں حرام سمجھتے تھے جیسا کہ آج کل لوگ زیارات کا گھاس اور درخت کاٹنا حرام سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے وہ گھاس اور درخت حلال بنائے ہیں بلکہ بعض لوگ تو یہ سمجھتے ہیں وہ گھاس اور درخت کاٹنے والا تباہ و برباد ہو جائے گا یہ بھی شرکیہ نظریات ہیں ۔ یہ مشرکین کی اپنی اختراع ہے یہ بھی جاندار مخلوق کی روزی روکنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (تفسیر جواہر القرآن از افادات مولانا حسین علیؒ صفحہ ۴۴ جلد اوّل)

# گرانی میں بیچنے کے لیے غلّہ جمع کرنے کی ممانعت

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

(سورہ آل عمران آیت ۱۸۰)

اور جو لوگ اس چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بُرا ہے۔ قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بُخل کرتے تھے اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ

کیا سلطنت میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے پھر تو یہ لوگوں کو ایک تل بھر بھی نہیں دیں گے یا لوگوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انکو اپنے

مِنْ فَضْلِہٖ ۚ — فضل سے دیا ہے۔

(سورۃ نساء - آیت ۵۳-۵۴)

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝

آپ فرما دیں اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم انہیں خرچ ہو جانے کے ڈر سے بند ہی رکھتے اور انسان بڑا تنگ دل ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۰)

## تفسیر

ان آیات میں سے پہلی آیت میں جملہ یبخلون آیا ہے جو بخل سے بنا ہے اور دوسری آیت میں یحسدون آیا ہے جو حسد سے بنا ہے اور تیسری آیت میں لفظ قتور آیا ہے۔ یہ تینوں الفاظ مترادف ہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے بخل اسے کہتے ہیں کہ انسان پر جو چیز واجب ہو اسے ادا نہ کرے (تفسیر ماجدی بحوالہ قرطبی) اور حسد اسے کہتے ہیں کہ انسان دوسرے کی نعمت اور بزرگی زائل ہونے کی تمنا کرے اور اپنے لیے حاصل ہونے کی آرزو کرے اور قتور انتہائی بخیل کو کہتے ہیں۔

اب حاصل یہ نکلا کہ گرانی، قحط سالی اور تنگ دستی کے دور میں ہر انسان کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنی بساط اور وسعت کے موافق مفلسین کو فری اور مفت اناج مہیا کرے لیکن اگر کوئی انسان ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ منڈی سے اناج خرید کر اسٹاک کر لیتا ہے تو یہ بہت بڑا ظلم ہو گا۔ ایک تو اس لیے

کہ اس نے مفلسین کو مفت اناج فراہم نہ کر کے ان کی حق تلفی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں ان کا حق رکھا ہے اور دوسرا اس لیے کہ اس نے اس تنگی کے دور میں اناج خرید کر جو اسٹاک کر لیا ہے اس سے اس نے مفلسین کو اور الجھا دیا ہے اور ان کے پاس جو تھوڑی بہت پونجی ہے وہ بھی اس نے دغابازی اور فریب سے ہتھیانے کی کوشش کی ہے اس لیے ایسا انسان بڑا ظالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سے پہلی آل عمران والی آیت میں ایسے طبقے کی مذمت بیان فرمائی ہے اور ایسے لوگوں کو بخیل کا لقب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو ایسی دغابازی اور مکر و فریب سے جو مال جمع کریں گے وہ مال ان کے لیے دنیا میں بھی خیر کا باعث نہیں ہوگا بلکہ شر کا باعث ہوگا۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عن قریب احادیث کی روشنی میں بیان ہوگی اور دوسری اس کی اُخروی سزا بیان فرمائی ہے کہ اس مال کا قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق پہنایا جائے گا۔ اس کی تفصیل عنقریب احادیث میں بیان ہوگی اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین کا مالک اللہ ہے یہ نہ سمجھو کہ تم دغابازیاں کرتے رہو گے تو تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں وہ یقیناً پوچھے گا وہ باخبر ہے۔

اور سورۃ نساء اور بنی اسرائیل والی آیت میں ایسے لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے اور انہیں حاسد اور کنجوس قرار دیا ہے اور آگے آنے والی آیت میں اس مضمون کی مزید تفصیل آرہی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ | اور تم میں سے بزرگی اور کشائش |
| مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ | والے اس بات پر قسم نہ کھائیں |

| | |
|---|---|
| یُؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی | کہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور |
| وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ | اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے |
| فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا | والوں کو نہ دیا کریں گے اور |
| وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ | انہیں معاف کرنا اور درگزر کرنا |
| اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ | چاہیئے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ |
| غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ | تمہیں معاف کردے اور اللہ |
| (سورۃ النور آیت ۲۲) | بخشنے والا نہایت رحم والا ہے |

## تفسیر

اس آیت کے شانِ نزول میں کافی لمبی چوڑی تفصیل ہے جو کتب احادیث میں مذکور ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق میں جس کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے ۶ھ میں تشریف لے گئے تو امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس موقعہ پر آپ کے ساتھ تھیں ۔ حضرت عائشہ رضؓ کا اونٹ جس پر اُن کا ہودج (پردہ دار شغدف) ہوتا تھا اور چونکہ اُس وقت احکام پردہ کے نازل ہو چکے تھے تو معمول یہ تھا کہ عائشہ صدیقہؓ اپنے ہودج میں سوار ہو جاتیں پھر لوگ اُس ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے غزوہ سے فراغت اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی میں ایک روز یہ قصہ پیش آیا کہ ایک منزل میں قافلہ ٹھہرا ۔ آخر شب میں کوچ سے کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر تیار ہو جاویں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضاء حاجت کی

ضرورت تھی اُس سے فراغت کے لیے جنگل کی طرف چلی گئیں وہاں اتفاق سے اُن کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس کی تلاش میں اُن کو دیر لگ گئی، جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے۔ اُن کے اونٹ کا قصہ یہ ہوا کہ جب کوُچ ہونے لگا تو عادت کے مطابق حضرت صدیقہ عائشہ رضؓ کا ہودج یہ سمجھ کر اُونٹ پر سوار کر دیا گیا کہ حضرت صدیقہؓ اس میں موجود ہیں۔ اُٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ اس لیے نہ ہوا کہ اس وقت حضرت صدیقہؓ کی عمُر کم اور بدن میں نحیف تھیں۔ کسی کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے چنانچہ اونٹ کو ہانک دیا گیا۔ حضرت صدیقہؓ نے اپنی جگہ واپس آکر قافلہ کو نہ پایا تو بڑی دانشمندی اور وقار و استقلال سے کام لیا کہ قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا ادھر اُدھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں اور خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور رفقاء کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہاں پہنچیں گے۔ اگر میں اِدھر اُدھر کہیں اور گئی تو انکو تلاش میں مشکل ہو گی اس لیے اپنی جگہ پر چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں۔ آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل صحابی رضؓ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خدمت کے لیے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو اُٹھا کر محفوظ کر لیں، وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہ تھی اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے۔ قریب آئے تو حضرت صدیقہ عائشہؓ کو پہچان لیا کیونکہ انھوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے اُن کو دیکھا تھا۔ پہچاننے کے بعد انتہائی افسوس کے ساتھ

ان کی زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ نکلا ، یہ کلمہ صدیقہؓ کے کان میں پڑا تو آنکھ کھل گئی اور چہرہ ڈھانپ لیا ۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لاکر بٹھا دیا ۔ حضرت صدیقہؓ اُس پر سوار ہوگئیں اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیادہ چلنے لگے یہاں تک کہ قافلہ میں مل گئے ۔

عبداللہ بن اُبیّ بڑا خبیث منافق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کم بخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی سُنی سنائی اس کا تذکرہ کرنے لگے ۔ جیسے حضرت حسّان حضرت مسطح مردوں میں سے اور حضرت حمنہ عورتوں میں سے تفسیر دُرّ منثور میں بحوالہ ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ کا یہی قول نقل کیا ہے کہ اعانہ ای عبداللہ ابن اُبیّ حسّان ومسطح وحمنہ۔

جب اس منافق کے بہتان کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت صدمہ پہنچا ، صدیقہ عائشہؓ کو تو انتہائی صدمہ پہنچنا ظاہر ہی ہے عام مسلمانوں کو بھی اس سے سخت رنج وافسوس ہوا ۔ ایک مہینہ تک یہی قصّہ چلتا رہا ۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہؓ کی برأت اور بہتان باندھنے یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں مذکورہ بالا آیات نازل فرمادیں جن کی تفسیر آگے آتی ہے ۔ قرآنی ضابطہ کے مطابق جسکا ذکر ابھی حدّ قذف کے تحت میں آچکا ہے ۔ تہمت لگانے والوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا ۔ وہ تو ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر تھی گواہ کہاں سے آتے نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حدّ قذف جاری کی ، ہر ایک کو اسّی اسّی کوڑے لگائے ۔ بزار

اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسلمانوں پر حدِ قذف جاری فرمائی۔ مسطح۔ حمنہ۔ حسانؓ۔ اور طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبیّ منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی۔ پھر مؤمنین نے توبہ کر لی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے۔ (بیان القرآن)

# حضرت عائشہؓ کے خصوصی فضائل کمالات اور بقیہ قصّہ افک

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے آپ کے خلاف اپنی ساری ہی تدبیریں صرف کر ڈالیں اور آپ کو ایذا پہنچانے کی جو جو صورتیں کسی کے ذہن میں آسکتی تھیں وہ سبھی جمع کی گئیں۔ کفّار کی طرف سے جو ایذائیں پہنچی ہیں اُن میں شاید یہ آخری سخت اور روحانی ایذا تھی کہ ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ عالم و فاضل اور مقدس ترین ام المؤمنین صدیقہ عائشہؓ پر اور اُن کے ساتھ حضرت صفوان بن معطل جیسے مقدس صحابی پر عبداللہ بن اُبیّ منافق نے تہمت گھڑی منافقین نے اس کو رنگ دیئے اور پھیلایا۔ اس میں سب سے زیادہ رنج دہ یہ بات ہوئی کہ چند سیدھے سادے مُسلمان بھی ان کی سازش سے متاثر ہو کر تہمت کے تذکرے کرنے لگے۔ اس بے اصل و بے دلیل ہوائی تہمت کی چند روز میں خود ہی حقیقت کھُل جاتی مگر اُم المؤمنین کو اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس تہمت سے رُوحانی ایذا پہنچی تھی حق تعالیٰ نے اُس کے ازالہ اور صدیقہؓ

کی براءت کے لیے وحی الٰہی کے کسی اشارہ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ قرآن کے تقریباً دو رکوع ان کی براءت میں نازل فرمائے۔ اور جن لوگوں نے یہ تہمت گھڑی یا جن لوگوں نے اس کے تذکرے میں حصہ لیا ان سب پر عذاب دنیا و آخرت کی ایسی وعیدیں بیان فرمائیں کہ شاید اور کسی موقع پر ایسی وعیدیں نہیں آئیں۔

درحقیقت اس واقعہ افک نے حضرت صدیقہ عائشہؓ کی عفت و تقدس کے ساتھ اُن کی اعلیٰ عقل و فہم کے کمالات کو بھی روشن کر دیا۔ اسی لیے اس واقعہ میں جو آیات اوپر مذکور ہوئیں اُن میں سے اس آیت میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اس حادثہ کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لیے خیر ہے اس سے بڑی خیر کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے دس آیات میں اُن کی پاکی اور نزاہت کی شہادت جو قیامت تک تلاوت کی جائے گی۔ خود صدیقہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اپنی جگہ یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری صفائی اور برائت ظاہر فرمادیں گے مگر میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن کی آیات نازل ہو جاویں گی جو ہمیشہ پڑھی جاویں گی۔ اس جگہ واقعہ کی کچھ مزید تفصیل جان لینا بھی آیات کے سمجھنے میں معین ہوگا اس لیے اس کو مختصراً لکھا جاتا ہے۔

اس سفر سے واپس آنے کے بعد حضرت صدیقہؓ اپنے گھریلو کاموں میں مشغول ہوگئیں ان کو خبر نہیں تھی کہ منافقین نے اُن کے بارے میں کیا خبریں اُڑائی ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت صدیقہؓ کا بیان یہ ہے کہ سفر سے واپسی کے بعد کچھ میری طبیعت خراب ہوگئی اور سب سے بڑی وجہ طبیعت خراب ہونے کی یہ ہوگئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف و کرم اپنے ساتھ نہ دیکھتی تھی جو ہمیشہ سے معمول تھا بلکہ اس

عرصہ میں آپ کا معاملہ یہ رہا کہ گھر میں تشریف لاتے اور سلام کرتے پھر پوچھ لیتے کیا حال ہے اور واپس تشریف لے جاتے تھے۔ مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی کہ میرے بارے میں کیا خبر مشہور کی جارہی ہے اسی لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ عمل کا راز مجھ پر نہ کھلتا تھا۔ میں اسی غم میں گھلنے لگی۔ ایک روز اپنی کمزوری کی وجہ سے مسطح صحابی کی والدہ اُمّ مسطح کو ساتھ لیکر میں نے قضاء حاجت کے لیے باہر جانے کا ارادہ کیا کیونکہ اُس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا۔ جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آنے لگی تو اُمّ مسطح کا پاؤں ان کی بڑی چادر میں اُلجھا اور یہ گر پڑیں، اس وقت ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تَعِسَ مِسطَحٌ۔ یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب میں بددُعا کے لیے استعمال ہوتا تھا اس میں ماں کی زبان سے اپنے بیٹے مسطح کے لیے بد دُعا کا کلمہ سُن کر صدیقہ عائشہؓ کو تعجب ہوا، ان سے فرمایا کہ یہ بہت بُری بات ہے تم ایک نیک آدمی کو بُرا کہتی ہو جو غزوۂ بدر کا شریک تھا یعنی ان کا بیٹا مسطح۔ اس پر اُمّ مسطح نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تم کو خبر نہیں کہ مسطح میرا بیٹا کیا کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے تب اُن کی والدہ نے مجھے یہ سارا واقعہ اہل افک کی چلائی ہوئی تہمت کا اور مسطح کا اس میں شریک ہونا بیان کیا۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سُن کر میرا مرض دوگنا ہوگیا۔ جب میں گھر میں واپس آئی اور حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سلام کیا اور مزاج پُرسی فرمائی تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ منشاء یہ تھا کہ والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کریں۔ میں نے جاکر والدہ سے پُوچھا، انہوں نے

تسلی دی کہ تم جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں تم اس کے غم میں نہ پڑو خود بخود معاملہ صاف ہو جاوے گا۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا اس پر کیسے صبر کروں میں ساری رات روتی رہی، نہ میرا آنسو تھما نہ آنکھ لگی۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اس خبر کے پھیلنے سے سخت غمگین تھے اور اس عرصہ میں اس معاملے کے متعلق کوئی وحی بھی آپ پر نہ آئی تھی اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور اُسامہ بن زید جو دونوں کے ہی آدمی تھے۔ ان سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت اُسامہ بن زید نے تو کھل کر عرض کیا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے۔ ہمیں عائشہ رضؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں اُن کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو۔ آپ ان افواہوں کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے (آپ کو غم و اضطراب سے بچانے کے لیے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی۔ اگر افواہوں کی بناء پر عائشہؓ کی طرف سے کچھ تکدّر طبعی ہو گیا ہے تو اور بہت ہیں اور آپ کا یہ تکدّر اس طرح بھی رفع ہو سکتا ہے کہ بریرہؓ جو صدیقہ عائشہ کنیز ہیں اُن سے اُن کے حالات کی تحقیق فرمائیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے پُوچھ گچھ فرمائی بریرہؓ نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ نوعمر لڑکی ہیں بعض اوقات آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں خود سو جاتی ہیں بکری کھا جاتی ہے (اس کے بعد حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ دینا اور بر سر منبر تہمت گھڑنے والوں اور افواہ پھیلانے والوں کی شکایت کا ذکر فرمانا اور طویل قصہ مذکور ہے۔ آگے کا مختصر قصہ یہ ہے کہ) صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی

مسلسل روتے ہوئے گزری میرے والدین بھی میرے پاس آ گئے تھے وہ ڈر رہے تھے کہ رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے یہ قصہ چلا تھا اس سے پہلے آپ میرے پاس آ کر نہ بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے ایک مختصر خطبۂ شہادت پڑھا اور فرمایا اے عائشہ مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالےٰ تمہیں بری کر دیں گے (یعنی برارت کا اظہار بذریعہ وحی فرما دیں گے) اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرما لیا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے، میری آنکھوں میں ایک قطرہ نہ رہا۔ میں نے اپنے والد ابوبکر صدیق رضؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجئے۔ ابوبکرؓ نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیجئے، انہوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا، میں ایک کم عمر لڑکی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی۔ اس وقت اس رنج و غم اور انتہائی صدمہ کی حالت میں جب کہ اچھے اچھے عقلاء کو بھی کوئی معقول کلام کرنا آسان نہیں ہوتا۔ حضرت صدیقہؓ نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب و غریب عاقلانہ فاضلانہ کلام ہے اس کے الفاظ بعینہٖ لکھے جاتے ہیں۔

واللہ لقد عرفت بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ

سمعتم ھذا الحدیث نے اس بات کو سنا اور سنتے سنتے

| | |
|---|---|
| حتی استقرفی | یہاں تک کہ آپ کے دل میں |
| انفسکم و صدقتم به | بیٹھ گئی اور آپ نے اسکی (عملاً) |
| و لئن قلت لکم انی | تصدیق کر دی۔ اب اگر میں یہ کہتی |
| بریئۃ واللہ یعلم | ہوں کہ میں اس سے بری ہوں |
| انی بریئۃ لا | جیسا کہ اللہ جانتا ہے کہ واقع میں |
| تصدقونی ولان | بری ہوں تو آپ میری تصدیق نہ |
| اعترفت لکم بامر | نہ کریں گے اور اگر میں ایسے کام |
| واللہ یعلم انی منہ | کا اعتراف کر لوں جس سے میرا |
| بریئۃ تصدقونی | بری ہونا اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تو |
| و اللہ لا احد لی ولکم | آپ میری بات مان لیں گے، واللہ |
| مثلا الا کما قال | اب میں اپنے اور آپ کے معاملہ |
| ابو یوسف فصبر جمیل | کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی |
| واللہ المستعان علی | جو یوسف علیہ السلام کے والد |
| ما تصفون ۔ | یعقوب علیہ السلام نے اپنے |
| | بیٹوں کی غلط بات سن کر فرمائی تھی |
| | کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور |
| | اللہ سے اس معاملہ میں مدد طلب |
| | کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو |

## تفسیر

صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ اتنی بات کر کے میں الگ اپنے بستر پر جا کر لیٹ

گئی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت کا اظہار بذریعہ وحی ضرور فرماویں گے لیکن یہ وہم و خیال بھی نہ تھا کہ میرے معاملے میں قرآن کی آیات نازل ہوں گی جو ہمیشہ تلاوت کی جاویں گی کیونکہ میں اپنا مقام اس سے بہت کم محسوس کرتی تھی۔ ہاں یہ خیال تھا کہ غالباً آپ کو خواب میں میری برأت ظاہر کردی جائے گی۔ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اس مجلس سے نہیں اُٹھے تھے اور گھر والوں میں بھی کوئی نہیں اٹھا تھا کہ آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی جس سے سخت سردی کے زمانے میں آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ پھوٹنے لگتا تھا۔ جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے اُٹھے اور سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا ابشری یا عائشہ اما اللہ فقد ابراك یعنی اے عائشہ رضؓ خوشخبری سنو اللہ تعالےٰ نے تو تمہیں بری کردیا۔ میری والدہ نے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو، میں نے کہا کہ نہ میں اس معاملہ میں اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں، نہ کھڑی ہوں گی میں اپنے رب کی شکرگزار ہوں کہ اُسی نے مجھے بری فرمایا۔

## حضرت صدیقہ رضؓ کی چند خصوصیات

امام بغوی رحؒ نے انہیں آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت صدیقہ عائشہ رضؓ کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے علاوہ کسی دوسری عورت کو نصیب نہیں ہوئیں اور صدیقہ عائشہ رضؓ (بطور تحدیث بالنعمۃ) ان چیزوں

کو فخر کے ساتھ بیان فرمایا کرتی تھیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے جبرئیل امین ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے (رواہ الترمذی عن عائشہؓ) اور بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل امین اپنی ہتھیلی میں یہ صورت لے کر تشریف لائے تھے۔

دوسری یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

تیسری یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات اُن کی گود میں ہوئی۔

چوتھی یہ کہ بیت عائشہ رضؓ ہی میں آپ مدفون ہوئے۔

پانچویں یہ کہ آپ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوئی تھی جبکہ آپ حضرت صدیقہؓ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے تھے دوسری کسی بی بی کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔

چھٹی یہ کہ آسمان سے اُن کی برائت نازل ہوئی۔

ساتویں یہ کہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور صدیقہ ہیں اور اُن میں سے ہیں جن سے دنیا ہی میں مغفرت کا اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے۔ (مظہری)

حضرت صدیقہ رضؓ کی فقیہانہ اور عالمانہ تحقیقات اور فاضلانہ تقریر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ ابن طلحہ نے فرمایا کہ میں نے صدیقہ عائشہ رضؓ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ (رواہ الترمذی)

# صحابہ کرام کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم

وَلَا يَاْتَلِ ، ائتلاء کے معنے قسم کھانے کے ہیں۔ حضرت صدیقہؓ پر تہمت کے واقعہ میں مسلمانوں میں سے مسطح رضؓ اور حسانؓ مبتلا ہو گئے تھے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول آیات برأت کے بعد حدِّ قذف جاری فرمائی۔ مسطح اور حسان دونوں ہی جلیل القدر صحابی غزوۂ بدر کے شرکاء میں سے ہیں مگر ایک لغزش ہو گئی جس سے توبہ صادقہ نصیب ہوئی اور حق تعالیٰ نے جس طرح حضرت صدیقہ رضؓ کی برأت نازل فرما دی اسی طرح ان مومنین کی توبہ قبول کرنے اور معاف کرنے کا بھی اعلان فرما دیا۔

مسطح رضؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے عزیز بھی تھے اور مفلس بھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ ان کی مالی مدد فرمایا کرتے تھے۔ جب واقعہ اِفک میں اُن کی گونہ شرکت ثابت ہوئی تو صدیقہؓ کے والد کی شفقتِ پدری اور بیٹی کو ایسا سخت صدمہ پہنچانے کی وجہ سے طبعی طور پر مسطح سے رنج پیدا ہو گیا اور قسم کھا بیٹھے کہ آئندہ ان کی کوئی مالی مدد نہیں کریں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی خاص فقیر کی مالی مدد کرنا کسی خاص مسلمان پر علی التعیین واجب نہیں، اور جس کی مالی مدد کوئی کرتا ہے اگر وہ اس کو روک لے تو گناہ کی کوئی وجہ نہیں مگر صحابہ کرام کی جماعت کو حق تعالیٰ دنیا کے لیے ایک مثالی معاشرہ بنانے والے تھے اس لیے ایک طرف جن لوگوں سے لغزش ہوئی ان کو سچی توبہ اور آئندہ اصلاحِ حال کی نعمت سے نوازا۔ دوسری طرف جن بزرگوں نے طبعی رنج و ملال کے سبب ایسے غریب فقیر کی مدد ترک کرنے کی قسم کھالی ان کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اس

آیت میں دی گئی کہ اُن کو یہ قسم توڑ دینا اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہیئے۔ اُن کی مالی مدد سے دستکش ہو جانا اُن کے مقام بلند کے مناسب نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف کر دیا اُن کو بھی عُفو و درگزر سے کام لینا چاہیئے۔

چونکہ حضرت مسطح کی مالی امداد کرنا کوئی شرعی واجب حضرت صدیق اکبرؓ کے ذمہ نہیں تھا اسی لیے قرآن کریم نے عنوان یہ اختیار فرمایا کہ اہل علم وفضل جن کو اللہ نے دینی کمالات عطا فرمائے ہیں اور جن کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وسعت و گنجائش بھی ہے ان کو ایسی قسم نہیں کھانی چاہیئے۔ آیت میں دو لفظ اولی الفضل اور والسعۃ اسی معنے کے لیے آئے ہیں۔

اس آیت کے آخری جملے میں جو ارشاد ہوا کہ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ، یعنی کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے تو صدیق اکبرؓ نے فوراً کہا ۔ واللہ انی احبّ ان یغفر اللہ لی (رواہ الشیخان) یعنی بخدا میں ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے اور فوراً حضرت مسطح کی مالی امداد جاری فرما دی اور یہ بھی فرمایا اب کبھی یہ امداد بند نہ ہوگی۔ (بخاری و مسلم) (منقول از معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیع مرحوم)

اس آیت کا خلاصہ اور لبّ لباب یہ نکلا کہ کوئی شخص کسی ذاتی پرخاش اور عداوت کی وجہ سے بھی کسی کی روزی بند نہیں کر سکتا کیونکہ اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن حکم عام ہے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے اور اب اس مضمون کی وضاحت کے لیے ہم اور آیات قرآنی بطور تائید پیش کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَالْفَجْرِ ۙ۝ | فجر کی قسم ۝ |
| وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ | اور دس راتوں کی ۝ |

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ — اور جفت اور طاق کی ۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ — اور رات کی جب جانے لگے ۔

هَلْ فِىْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىْ حِجْرٍ ؕ — (اور) بیشک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں کہ کافروں کو ضرور عذاب ہوگا ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا ۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ — (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد ۔

الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۙ — کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے ۔

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۙ — اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قری) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے ۔

وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ۙ — اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو خیمے اور میخیں رکھتا تھا ۔

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ ۙ — یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے ۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا — اور ان میں بہت سی خرابیاں

| | |
|---|---|
| الْفَسَادَ ۝ | کرتے تھے۔ |
| فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ | تو تمہارے پروردگار نے اُن پر |
| سَوْطَ عَذَابٍ ۝ | عذاب کا کوڑا نازل کیا۔ |
| إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ | بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔ |
| فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا | مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) |
| ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ | جب اُس کا پروردگار اس کو آزماتا |
| وَنَعَّمَهُ ۝ فَيَقُولُ رَبِّي | ہے کہ اُسے عزت دیتا اور نعمت |
| أَكْرَمَنِ ۝ | بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ (آہا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ |
| وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ | اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے |
| فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۝ | کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے |
| فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ | تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔ |
| كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ | نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں |
| الْيَتِيمَ ۝ | کرتے۔ |
| وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ | اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی |
| الْمِسْكِينِ ۝ | ترغیب دیتے ہو۔ |
| وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ | اور میراث کے مال کو سمیٹ |
| أَكْلًا لَمًّا ۝ | کر کھا جاتے ہو۔ |
| وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا | اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے |

| | |
|---|---|
| جَمًّا ۝ | ہو۔ |
| كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ | تو جب زمین کی بلندی کوٹ |
| دَكًّا دَكًّا ۝ | کوٹ کر پست کر دی جائے گی |
| وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ | اور آپ کے رب کا (تخت) |
| صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِایْٓءَ | آجائے گا اور فرشتے بھی |
| يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ | صف بستہ چلے آئیں گے اور |
| يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ | اس دن دوزخ لائی جائے گی |
| الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى | اور اس دن انسان سمجھے گا اور اس |
| لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ | وقت اس کو سمجھنا کیا فائدہ دیگا |
| يٰلَيْتَنِیْ قَدَّمْتُ | کہے گا اے کاش میں اپنی زندگی |
| لِحَيَاتِیْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ | کے لیے کچھ آگے بھیجتا۔ پس |
| لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ | اس دن اس کا سا عذاب کوئی |
| اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ | بھی نہ دے گا اور نہ اسکے |
| وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ | جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے |
| | والا ہوگا۔ |

## سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ

سورۂ عادیات مکی ہے

| | |
|---|---|
| بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ |
| وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ | ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔ |

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ پھر پتھروں پر (نعل) مار کر آگ نکالتے ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ پھر اس میں گرد اٹھاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ پھر اس وقت (دشمن کی) فوج میں جا گھستے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکرا) ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ اور وہ اس سے آگاہ بھی ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۚ وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں وہ باہر نکال لیے جائیں گے

وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ اور جو (بھید) دلوں میں ہیں وہ ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۠ بے شک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا

## سورة التكاثر

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ (لوگو) تم کو (مال کی) بہت

سی طلب نے غافل کر دیا۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ دیکھو اگر تم جانتے (یعنی علم الیقین) رکھتے تو غفلت نہ کرتے۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْــَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ پھر تم اسے ضرور بالکل یقینی طور پر دیکھو گے پھر اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائیگا۔

## سورة همزه

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔

الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ جو مال جمع کرتا اور اُس کو گن گن کر رکھتا ہے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ اور خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال اُس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا۔

كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ — ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا۔
وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ — اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے۔
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ — وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔
الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ — جو دلوں پر جا لپٹے گی۔
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ — اور وہ اس میں بند کر دیئے جائیں گے۔
فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ — یعنی (آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

## تفسیر

یہاں چار سورتیں جمع کی گئی ہیں۔ پہلی سورہ فجر ہے دوسری عادیات تیسری تکاثر اور چوتھی الھمزہ ہے۔

پہلی جو سورۂ فجر ہے اس میں اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے اور ناجائز طور پر مال جمع کرنے والے زر پرستوں کے لیے دو قسم کے عذاب کا بیان فرمایا ہے ایک دنیاوی اور دوسرا اخروی۔ دنیاوی عذاب کا بیان الم ترکیف سے لے کر لبالمرصاد تک ہے۔ ان آیتوں میں تین قوموں کے عذاب میں مبتلا ہونے کا بیان ہے۔ قوم عاد، ثمود اور قوم فرعون ان قوموں کے دو بڑے سنگین جرائم تھے۔ ایک تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور دوسرا جانداروں کی روزی روکتے تھے۔ قوم عاد عمارات پر اور بڑے بڑے محلات پر سرمایہ برباد کرتی تھی اور قوم ثمود نے بھی ایسا ہی کیا بلکہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اونٹنی جو

انہوں نے خود مانگی تھی تو اللہ نے انہیں وہ عطا فرمائی اور وہ اونٹنی اتنا زیادہ دودھ دیتی تھی کہ وہ پوری آبادی کو کفالت کرتا تھا اور ان لوگوں نے اس کے ساتھ بھی ظلم کیا اسے ذبح کر دیا اور پوری آبادی کو اللہ کی نعمت سے محروم کیا اور فرعونیوں نے تو اپنا اقتدار بچانے کے لیے اور اناج بچانے کے لیے بنی اسرائیل پر اولاد پیدا کرنے کی پابندی عائد کی ہوئی تھی اور جو اس کی خلاف ورزی کرتا اس کے بچے ذبح کر دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کی اصلاح کے لیے پہلے پیغمبر بھیجے اور جب انہوں نے انبیاء کی تعلیمات کو نہ مانا تو پھر ان پر اپنا عذاب اتارا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔

آیت پندرہ اور سولہ میں قوم عاد و ثمود اور فرعونی نظریات کے حاملین پر شکوہ فرمایا ہے یعنی ایسے طبقے کے لوگوں کو جب حکومت اور دولت مل جاتی ہے تو وہ اسے اللہ کا احسان سمجھ کر اس کا شکر نہیں ادا کرتے اور نظام مملکت کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں کے مطابق نہیں چلاتے اور اس کی دی ہوئی دولت کو اللہ کی مرضی کے موافق نہیں خرچ کرتے بلکہ ایسے لوگوں کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن زمین میں کوئی نظام نافذ کرنے کا اسے کوئی حق نہیں اس سلسلہ میں انسان خود مختار ہے جو بھی نظام نافذ کرے روزی کے سلسلہ میں کسی کو دے اور کسی کو نہ دے جس کو چاہے مار ڈالے اور جس کو چاہے نہ مارے۔

انبیاء علیہم السلام نے یہ فرمایا ہے کہ یہ نظریہ غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق بھی اللہ ہے اور مالک بھی اللہ ہے۔ زمین میں نظام چلانے کا حقدار بھی وہی ہے وہ جس کو چاہے پیدا کرے۔ جس کو چاہے مارے

جس کو چاہے روزی دے اور جس کو چاہے نہ دے اور جب ایسے انسان اس کے نظام میں دخل دیتے ہیں اور خدا کی مخلوق پر ظلم شروع کرتے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ بھی انہیں اس بغاوت اور ظلم کی سزا دیتا ہے۔ ان کی دولت اور حکومت ان سے چھینتا ہے تو پھر وہ چیخیں مارتے ہیں کہ ہم پر ظلم ہو گیا ہے اور یہ لوگ خدا کو اپنے لیے ظالم سمجھتے ہیں۔ تو آیت سترہ اٹھارہ انیس اور بیس میں ایسے انسان کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ تیسرا یہ نظریہ غلط ہے کہ ہم نے تجھ پر ظلم کیا ہے بلکہ ہم نے تو تجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں کہ تجھے حکومت دی دولت دی تاکہ تو یتیموں کی مساکین کی دیکھ بھال کرے مگر تو نے اس کے برعکس ان کے پاس جو اثاثہ تھا وہ بھی سمیٹ لیا اس لیے تجھ سے جو لیا ہے وہ غرباء اور مساکین کا حق واپس لیا ہے یہ تجھ پر ظلم نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا جو لوگ جانداروں کی روزی روکتے ہیں اللہ پاک انکو دنیا میں بھی سزا دیتے ہیں اور اس سزا کی دو صورتیں ہیں ایک تو وقتی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ظالموں کا پنجہ مروڑ کر مظلوم کا حق دلائے اور اگر کوئی ایسی حکومت نہ ہو تو قدرت تکوینی طور پر ایسا کرے گی۔ اسکی مزید تفصیل انشاء اللہ العزیز نظام عدل میں بیان ہو گی۔

آیت اکیس سے لے کر چھبیس تک ایسے ظالموں کی اخروی سزا بیان فرمائی ہے مگر چونکہ انسان کو مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں آتا اس لیے اس سورۃ کے شروع میں اس عقیدہ پر چار چیزیں بطور عقلی دلیل اور نمونہ کے پیش کی ہیں۔ فجر، عشرہ ذی الحجہ کی دس راتیں۔ جفت اور طاق۔ اور ہر رات یعنی جو خداوند پاک یہ انقلابات لا سکتا ہے وہ قیامت کا انقلاب بھی لا سکتا ہے۔

اور سورۃ عادیات میں انسان کی اس مرض بخل اور ناشکری کو بیان فرمایا ہے اور اس پر گھوڑوں کا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ وہ گھوڑے اپنے مالک مجازی کے تابعدار ہیں اور شکر گذار ہیں یہ ظالم اتنے بھی شکر گذار نہیں ہیں اور یہ زبردست ہیں ان میں خدا پرستی نہیں ہے اور اگر ان لوگوں میں فکر آخرت پیدا ہو جائے تو ان میں خدا پرستی آسکتی ہے اور یہ مضمون افلا یعلم سے لے کر خبیر تک بیان فرمایا ہے۔

اور سورۃ تکاثر میں یہ بتایا ہے کہ انسان کو اپنے فرض منصبی سے غافل کرنے والا مرض تکاثر اموال ہے۔

اور سورہ ھمزہ میں ایسے ظالم زر پرستوں کے ساتھ جو سلوک الٰہی ہوگا اس کا بیان ہے یہ تو سب اجمالی ہے۔ تفصیل ان شاء اللہ آنے والی احادیث میں آئے گی۔

# تفسیر از احادیث

| | |
|---|---|
| عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ | ابی ہریرہ سے روایت ہے |
| قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی | کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ |
| اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ | علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو |
| اٰتَاهُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ | اللہ تعالیٰ مال دے پھر وہ اس |
| زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ شُجَاعًا | کی زکوٰۃ نہ ادا کرے وہ مال |
| اَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ | قیامت کے دن کالی آنکھوں |
| یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ | والے گنجے سانپ کی صورت |

| | |
|---|---|
| يَاخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ | میں اس کے گلے میں لپیٹ دیا |
| (يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ) | جائے گا جو لھزمین یعنی اس کے |
| | جبڑوں کو پکڑے گا پھر اسے |
| ثُمَّ يَقُولُ اَنَا مَالُكَ | کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں، |
| اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ | میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے |
| تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ | یہ آیت تلاوت فرمائی نہ گمان |
| وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ | کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں |
| يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ | اس پر جو اللہ نے انہیں دیا ہے |
| اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا | اپنے فضل سے کہ وہ ان کے |
| لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ | لیے بہتر ہے بلکہ ان کے لیے |
| (الیٰ آخر الایۃ) | شر ہے۔ |
| عَنْ بَهْزِ ابْنِ حَكِيْمٍ | بھز بن حکیم نے اپنے باپ سے |
| عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ | اور اس نے اس کے دادا سے |
| عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ | جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ | فرمان نقل کیا ہے آپ نے فرمایا |
| لَا يَاْتِي الرَّجُلُ مَوْلَاهُ | کوئی آدمی اپنے آقا کے پاس |
| فَيَسْاَلُهٗ مِنْ فَضْلِ | جائے اور اس سے اس کے |
| مَالِهٖ عِنْدَهٗ فَيَمْنَعُهٗ | فالتو مال میں سے اپنے لیے امداد |
| اِيَّاهُ اِلَّا دَعَا لَهٗ | طلب کرے اور وہ اس کو نہ |
| يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا | دے تو قیامت کے دن وہ |
| يَتَلَمَّظُ فَضْلَهُ الَّذِيْ | خود ایک سانپ کو بلا کر اپنے |

| | |
|---|---|
| مَنَعَ عَنْ اَبِیْ | فالتو مال میں سے اسے |
| قَزْعَۃَ عَنْ | دیگا جو اس نے دنیا میں اس |
| رَجُلٍ عَنِ النَّبِیِّ | سے روکا تھا ۔ |
| صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ | ابی قزعہ نے ایک آدمی سے |
| وَسَلَّمَ قَالَ مَا | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان |
| مِنْ ذِیْ رِحْمٍ | نقل کیا ہے آپ نے فرمایا جو |
| یَأْتِیْ ذَا رَحِمَہٗ فَیَسْئَلُہٗ | رشتہ دار ۔ رشتہ دار کے پاس |
| مِنْ فَضْلٍ جَعَلَہٗ | جائے اس سے اور اس |
| اللّٰہُ عِنْدَہٗ فَیَبْخَلُ | کے فالتو مال میں سے امداد |
| عَلَیْہِ اِلَّا خَرَجَ | طلب کرے اور وہ بخل کرے |
| لَہٗ مِنْ جَھَنَّمَ شُجَاعٌ | تو قیامت کے دن دوزخ |
| یَتَلَمَّظُ حَتّٰی یُطَوِّقَہٗ | سے ایک سانپ نکلے گا |
| ( ابن کثیر ) | جو اپنے حق کا مطالبہ کریگا |
| | یہاں تک کہ اس کے گلے |
| | کے ساتھ لپٹ جائے گا ۔ |

## تشریح

یہاں تین احادیث ذکر کی گئی ہیں ۔ پہلی حدیث ابوہریرہ والی ہے دوسری بھز بن حکیم والی ہے اور تیسری ابی قزعہ والی ہے۔

پہلی حدیث میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے لیے قیامت کے دن کی سزا بیان فرمائی ہے جو دنیا میں اپنے مال،

میں سے زکوٰۃ نہیں ادا کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا یہی مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں اس کے گلے میں لپیٹ دیا جائے گا اور وہ سانپ اس کے جبڑوں کو پکڑ لے گا اور اسے کہے گا کہ میں تیرا ہی تو مال ہوں اور میں تیرا ہی تو خزانہ ہوں پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ آل عمران کی یہ آیت ایک سو اسی تلاوت فرمائی۔ پس جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت کریمہ کو چسپاں کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مانعین زکوٰۃ کے بارے میں ہے اور بھز بن حکیم والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مالک کے بارے میں بھی ہے جو اپنے ماتحت غلام یا نوکر کو اپنے فالتو مال میں سے اس کو امداد نہ دے اور تیسری حدیث ابی قزعہ والی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مخیر رشتہ دار کے بارے میں بھی جو اپنے حاجت مند رشتہ داروں کو اپنے فالتو مال میں سے امداد نہیں دیتا۔

پس ان تینوں احادیث کی روشنی میں ثابت ہوا کہ جو آدمی کسی بھی حاجتمند کی روزی روکے تو قیامت کے دن اس کی یہ سزا ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے انسان کو عذاب دینے کے لیے اس کے مال کو سانپ کی شکل کیوں بنایا جائے گا اور بھی تو اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں تو بات اصل میں یہ ہے کہ جب انسان کسی انسان یا حیوان کی روزی روکے گا تو بظاہر تو وہی اس سے متاثر ہوں گے لیکن درحقیقت تمام حشرات الارض کیڑے مکوڑے اور سانپ بھی اس سے متاثر ہوں گے کیونکہ جو انسانی اور چار پاؤں کی غلاظت ہے یہ ان کیڑے مکوڑوں کی غذا ہے اور جو انسان کسی انسان یا چار پائے کی غذا روکے گا گویا وہ ان سب کی غذا روکنے والا ہے اور جو انسان کسی پر جس درجے کی زیادتی کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس

ظالم سے اپنا انتقام لینے کا موقعہ فراہم کیا جائے گا اور وہ چیز اس سے اپنا انتقام لے گی چنانچہ سانپ بھی اپنا انتقام لے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سانپ ایک موذی چیز ہے۔

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مُوذی چیز کو مارنے کی اجازت دی ہے لیکن اس سے مراد فوراً مار دینا ہے اسے تڑپا تڑپا کر مارنے کی اجازت نہیں ہے اور سانپوں کی روزی بند کر کے تڑپا کر مارنے کی صورت ہے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی کے بموجب اس کو یہ انتقامی سزا بھگتنی پڑیگی۔

پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک سانپ کو ظالم انسان سے انتقام لینے کا موقعہ دیا جائے گا تو پھر مظلوم انسانوں کو بھی اسی طرح ظالموں سے انتقام لینے کا موقعہ دیا جائے گا بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ سینگ والی بکری جس نے دوسری بے سینگ بکری پر دنیا میں ظلم کیا ہو گا اسے اپنے سینگ سے مارا ہو گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس بے سینگ بکری کو سینگ عطا فرمائیں گے اور وہ اس ظالم بکری سے اپنا انتقام لے گی۔

اب آنے والی احادیث میں جانداروں کی روزی روکنے کی مزید دنیاوی اور اُخروی سزا ہم بیان کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَکَرَ فَھُوَ خَاطِئٌ (مسلم) | حضرت معمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے آپ نے فرمایا ذخیرہ اندوزی کرنے والا خطا کار ہے |
| عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ | حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ |

| | |
|---|---|
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے |
| قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ | فرمایا بیوپاری کو روزی دی جائے |
| وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔ | گی اور ذخیرہ اندوز پر لعنت ہوگی |

(ابن ماجہ)

| | |
|---|---|
| عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ | عمر بن خطاب سے منقول ہے |
| قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ | انہوں نے فرمایا کہ میں نے |
| اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ | وسلم کو فرماتے ہوتے سنا ہے |
| احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ | کہ جو شخص مسلمانوں کا اناج ذخیرہ |
| طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ | کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو کوڑھ |
| اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ | اور افلاس کی سزا دیتے ہیں۔ |

(ابن ماجہ)

| | |
|---|---|
| عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ | ابن عمر نے جناب رسول اللہ |
| قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى | صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل |
| اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ | کیا ہے جو شخص چالیس دن تک |
| احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ | اناج کا ذخیرہ کرے اور اس |
| يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلَاءَ | کی نیت گرانی کی ہو پس تحقیق |
| فَقَدْ بَرِئَ مِنَ | وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ |
| اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ | اس سے بری ہے۔ |

(رزین)

| | |
|---|---|
| وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ | حضرت معاذ سے روایت |

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ۔

(بیہقی)

ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بُرا ہے آدمی ذخیرہ اندوز اللہ تعالیٰ نرخ ارزاں کرے تو وہ غم زدہ ہوتا ہے اور اگر گرانی کرے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ كَفَّارَةً

(رزین)

ابی امامہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چالیس دن تک اناج کا ذخیرہ کرے اور پھر اس کا صدقہ کرے تو وہ صدقہ اس کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

## تشریح احادیث

یہاں چھ احادیث ذکر کی گئی ہیں یہ سب پہلی آیات کی تشریح ہیں۔

پہلی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا ہے۔
من احتکر فھو خاطئ جو احتکار کرے وہ خطا کار ہے احتکار معنے اہل لغت نے یہ لکھے ہیں کہ گرانی اور مہنگائی کے زمانہ میں اناج خرید کر ذخیرہ

کرلیتا تاکہ جب اچھی طرح مہنگائی ہو تو بیچ کر منافع کما لیا جائے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایسے آدمی کو خطاکار فرمایا اب یہ کس درجے کی خطا ہے گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ والی حدیث میں اس کی مزید وضاحت فرما دی الجالب مرزوق جو آدمی دوسرے شہروں سے غلہ اناج خرید کر لائے تاکہ اس شہر کے رہنے والوں پر آسانی پیدا ہو تو ایسے شخص کی روزی میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا یعنی اس کا مال بڑھے گا اور آفات و بلیات سے بھی محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت وآبرو اور جان کی حفاظت کریگا کیونکہ اس کے دل میں خلق خدا پر رحم اور شفقت کا جذبہ موجزن ہے اور جو شخص گرانی قحط اور مہنگائی کے زمانہ میں غلہ خرید کر رکھ لیتا ہے تاکہ اچھی طرح مہنگائی ہو تو خوب منافع کمائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت نازل ہوگی اور لعنت کے معنے اللہ کی رحمت سے دور ہونے کے ہیں یعنی یہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ دوری یہ ہے کہ ایک تو اس کی روزی میں برکت نہیں ہوتی اور اس کا مال تباہ ہو جاتا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ اس کی جان کی حفاظت نہیں فرماتے اور اسی طرح اس کے مال کی اور عزت وآبرو کی بھی حفاظت نہیں فرماتے۔ تو پہلی حدیث میں جو خطا آئی ہے اس حدیث میں وضاحت فرما دی کہ خطا سے مراد گناہ کبیرہ ہے کیونکہ لعنت گناہ کبیرہ پر نازل ہوتی ہے صغیرہ پر نازل نہیں ہوتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب والی حدیث میں ایسے انسان کی دنیاوی سزا بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر دنیا میں کوڑھ کا مرض نازل فرمائیں گے اور دوسرا اس پر غربت آئے گی۔

اور اس حدیث میں جو مسلمین کا ذکر ہے یہ قید احترازی نہیں ہے یعنی یہ مقصد نہیں ہے کہ مسلمانوں پر رزق کی تنگی نہیں کر سکتا اور کافروں پر کر سکتا ہے کیونکہ یہ روح اسلام کے منافی ہے جیسا کہ اور آیات اور احادیث میں اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ قید اکثر اور عموم کے اعتبار سے لگائی ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں اکثر و بیشتر چونکہ مسلمان ہی رہتے ہیں اور یہ ہی آپس میں کاروبار کرتے ہیں اس اعتبار سے یہ قید لگائی گئی ہے ۔ واللہ اعلم اور لفظ جذام کا جو ذکر ہے جس کا معنی کوڑھ ہے ۔ یہ ایک مثال ہے یہ مقصد نہیں کہ اس پر صرف کوڑھ کا مرض ہی مسلط ہوگا بلکہ اس سے مراد مختلف امراض ہیں ان کی ایک نظیر کوڑھ ہے ۔

اور آگے جو افلاس کا ذکر ہے اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس کا مال چھن جائے ، تباہ و برباد ہو جائے اور دوسرا یہ ہے کہ مال اس کے پاس موجود ہو مگر اسے کھانے کی توفیق نہ ہو ۔ مقام غور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ذخیرہ اندوز کے لیے ان دو سزاؤں کا ذکر کیوں کیا ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ عادل ذات ہے وہ تو ظالم کو اتنی ہی سزا دیتا ہے جتنا کہ اس نے ظلم کیا ہو اور اس نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا بلکہ اپنے سرمایہ سے اناج اور غلہ خرید کر اسٹاک کیا ہے تو بات اصل یہ ہے کہ اس سرمایہ دار کے پاس جو سرمایہ اور غلہ ہے یہ اس کو اس لیے نہیں دیا گیا کہ وہ اس انداز سے انجماد پیدا کرے بلکہ اس لیے دیا گیا ہے کہ اس میں سے خود بھی کھائے اور اسے اپنے حلقہ میں تقسیم بھی کرے یا بطور صدقہ یا بطور فروخت اور اس ظالم نے دونوں میں سے ایک کام بھی نہ کیا بلکہ اپنی عیاری اور مکاری سے اس نے غریب کو غریب تر بنا دیا اور وہ اپنی تنگ دستی کی وجہ سے ناقص اور

گھٹیا غذائیں کھا کر جذام وغیرہ جیسے امراض میں مبتلا ہو اس لیے ذخیرہ اندوز پر اللہ تعالیٰ ایسے ہی امراض اور افلاس مسلّط کر دیتے ہیں اور فی الواقع یہ اللہ تعالیٰ کے عدل کا نمونہ ہے۔

اور چوتھی حدیث ابن عمر والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذخیرہ اندوزی کے ناجائز ہونے کی شرط بیان فرمائی کہ یرید بہ الغلاء کہ مہنگائی کے وقت اس لیے اناج خریدے تاکہ مہنگا کر کے بیچے تب تو اس کی یہ سزا ہے اور اگر ارزانی کے وقت خریدے تو پھر اس کے لیے گناہ نہیں ہوگا اور اگر اپنے کھانے کے لیے خریدے تو بھی گناہ نہیں ہے اور اگر اس نے اپنے کھیت کا ذاتی اناج رکھا ہوا ہو تو بھی گناہ نہیں ہے اور آخر میں فرمایا ہے وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ اس سے بری ہے۔ اس سے مراد حفاظت ہے اس کی تشریح ملعون کی تشریح میں آچکی ہے اور اربعین کی قید کا فائدہ ابی امامہ والی حدیث میں بیان ہوگا۔

اور پانچویں حدیث حضرت معاذ والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تو ذخیرہ اندوز کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ ذخیرہ اندوز بہت برا آدمی ہے اور ایسے انسان کے بدبخت ہونے کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کافی ہے اور دوسرا آپ نے اس کی علامت بیان فرمائی کہ نرخ کی گرانی سے یہ خوش ہوتا ہے اور ارزانی سے خفا ہوتا ہے۔

اور چھٹی حدیث ابی امامہ والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس دن تک ذخیرہ اندوزی کرے پھر اس سب کا اگر صدقہ کر دے تو وہ صدقہ اس کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا

یعنی وہ صدقہ قبول نہیں ہوگا تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو۔

پس معلوم ہوا کہ مہنگائی کے دور میں غلہ خرید کر جمع کرنا اور اسے نہ بیچنا تاکہ یہ اور مہنگا ہو پھر یہ بیچے گا تو اس کا یہ فعل بھی حرام ہے اور وہ اناج بھی حرام ہو جاتا ہے اور حرام مال کا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس غلہ کے ساتھ بہت سے انسانوں کے اور جانداروں کے حقوق متعلق ہیں اور ان میں سے بعض تو زندہ ہوں گے اور بعض مر گئے ہوں گے اور جو مر گئے ہوں گے ان کے حقوق اس اناج میں شامل ہونے کی وجہ سے وہ سارا اناج حرام ہو جائے گا۔ اور اس حدیث میں جو اربعین کی قید ہے وہ وقت کے تعین کے لیے نہیں ہے اس سے کم بھی اگر کوئی ذخیرہ کرے تو بھی گناہ گار ہوگا مگر کم درجے کا۔ واللہ اعلم۔

# جاندار کی روزی روکنا منافقانہ عمل ہے

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو۔ جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے لیے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے وہ کہتے کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس میں سے عزت والا ذلیل کو ضرور نکال دیگا اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

(سورہ منافقون آیت ۷-۸)

## سورۂ منافقون کے نزول کا مفصل واقعہ

یہ واقعہ محمد بن اسحٰق کی روایت کے مطابق شعبان ۶ھ میں اور قتادہ وعروہ کی روایت کے مطابق شعبان ۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر پیش آیا ہے (مظہری) جو محمد بن اسحٰق اور اکثر علماء مغازی وسیر

کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، یہ حارث بن ضرار جویریہؓ کے والد ہیں جو بعد میں مسلمان ہو کر ازواج مطہراتؓ میں داخل ہوئیں اور خود حارث بن ضرار بھی بعد میں مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی جنگی تیاری کی خبر ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے نکلے، اس جہاد کے لیے نکلنے والے مسلمانوں کے ساتھ بہت سے منافق بھی اس طمع میں نکلے کہ ہمیں بھی مال غنیمت میں حصہ ملے گا، کیونکہ یہ لوگ باوجود دل میں کافر و منکر ہونے کے یہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آپؐ کے ساتھ ہے اور آپ ہی غالب اور فاتح ہونگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی المصطلق کے مقام پہ پہنچے، تو حارث بن ضرار کے لشکر سے سامنا اس پانی کے چشمہ یا کنوئیں پہ ہوا جو مُریسیع کے نام سے معروف تھا، اسی لیے اس غزوہ کو غزوہ مُریسیع بھی کہا جاتا ہے، جانبین سے جنگ کی صفیں مرتب ہو کر تیروں کے ساتھ مقابلہ ہوا، جس میں بنی المصطلق کے بہت سے آدمی مارے گئے باقی بھاگنے لگے، حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح فرمائی، ان کے کچھ اموالِ غنیمت اور کچھ مرد و عورت قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے، اس جہاد کا قضیہ تو ختم ہوا۔

## وطنی یا نسبی قومیت کی بنیاد پر تعاون و تناصر کفر و جاہلیت کا نعرہ ہے

مگر اس کے بعد ابھی مسلمانوں کا لشکر اسی مُریسیع کے پانی پر جمع تھا،

کہ ایک ناگوار واقعہ یہ پیش آگیا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری میں اسی پانی پر باہم جھگڑا ہو گیا اور نوبت باہم قتل و قتال کی آگئی، مہاجر نے اپنی مدد کے لیے مہاجرین کو پکارا اور انصاری نے انصار کو، دونوں کی مدد کے لیے کچھ افراد پہنچ گئے، اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے باہم ایک فتنہ کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور سخت ناراضی کے ساتھ فرمایا " مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ" (یعنی یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے) کہ وطنی اور نسبی قومیت کو بنیاد بنا کر امداد و دفاع کا معاملہ ہونے لگا، اور فرمایا " دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ" (اس نعرہ کو چھوڑ دو یہ بدبودار نعرہ ہے) اور فرمایا کہ ہر مسلمان کو اپنے ہر مسلمان بھائی کی مدد کرنا چاہیے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ مظلوم کی مدد کرنا تو ظاہر ہے کہ اس کو ظلم سے بچائے اور ظالم کی مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکے، کیونکہ اس کی حقیقی مدد یہی ہے، مراد یہ تھی کہ ہر معاملہ میں یہ دیکھنا چاہیے کہ مظلوم کون ہے، ظالم کون، پھر ہر مسلمان کا خواہ وہ مہاجری ہو یا انصاری اور کسی قبیلہ و خاندان کا ہو یہ فرض ہو جاتا ہے کہ مظلوم کو ظلم سے چھڑائے، اور ظالم کا ہاتھ روکے، خواہ وہ اپنا حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو، یہ نسبی اور وطنی قومیت جاہلانہ اور بدبودار نعرہ ہے جس سے گندگی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہی جھگڑا ختم ہو گیا، اس معاملہ میں زیادتی جہجاہ مہاجری کی ثابت ہوئی، اس کے بالمقابل سنان بن وبرہ جہنی انصاری کو زخم آگیا تھا، حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سمجھانے سے سنان بن وبرہ نے اپنا حق معاف کر دیا، اور جھگڑنے والے ظالم و

مظلوم پھر بھائی بھائی بن گئے۔

منافقین کی ایک جماعت جو مال غنیمت کے طمع میں مسلمانوں کے ساتھ لگی ہوئی تھی، ان کا سردار عبداللہ بن اُبی تھا جو دِل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے دشمنی رکھتا تھا، مگر دنیوی فوائد کی خاطر اپنے کو مسلمان کہتا تھا، اس کو جب مہاجرین و انصار کے باہم تصادم کی خبر ملی تو اس نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا موقع غنیمت پایا اور اپنی مجلس میں جس میں منافقین جمع تھے اور مؤمنین میں سے صرف زید بن ارقم رضؓ موجود تھے اس مجلس میں اس نے انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا اور کہنے لگا کہ تم نے ان کو اپنے وطن میں بلا کر اپنے سروں پر مسلط کیا، اپنے اموال و جائداد ان کو تقسیم کر کے دے دیئے۔ یہ تمہاری روٹیوں پر پلے ہوئے اب تمہارے ہی مقابلہ پر آئے ہیں۔ اگر تم نے اب بھی اپنے انجام کو نہ دیکھا تو آگے یہ تمہارا جینا مشکل کر دیں گے۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ آئندہ مال سے ان کی مدد نہ کرو تو خود ہی اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے، اور اب تمہیں چاہیئے کہ جب مدینہ پہنچ جاؤ تو تم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے۔

اس کی مراد عزت والے سے خود اپنی جماعت اور انصار تھے، اور ذلیل سے مراد معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ تھے، حضرت زید بن ارقم رضؓ نے جب اس کا یہ کلام سُنا تو فوراً بولے کہ واللہ تو ہی ذلیل و خوار اور مبغوض ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے دی ہوئی عزت اور مسلمانوں کی دلی محبت سے کامیاب ہیں۔

عبداللہ بن اُبی چونکہ اپنے نفاق پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا اسی لیے الفاظ

صاف نہ بولے تھے، اس وقت زید بن ارقم رضؓ کے اظہارِ غضب سے اس کو ہوش آیا کہ میرا کفر ظاہر ہو جائے گا، تو حضرت زیدؓ سے عذر کیا کہ میں نے تو یہ بات ہنسی میں کہہ دی تھی، میرا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ کرنا نہیں تھا۔

حضرت زید بن ارقم رضؓ اس مجلس سے اُٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ابن اُبیؔ کا یہ سارا واقعہ کہہ سُنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خبر بہت شاق ہوئی، چہرۂ مبارک پر تغیرّ کے آثار نظر آنے لگے (زید بن ارقم کم عمر صحابی تھے) آپ نے اُن سے کہا کہ لڑکے تم جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟ زید بن ارقم نے قسم کھا کر کہا کہ نہیں میں نے اپنے کانوں اس کے یہ کلمات سُنے ہیں، آپ نے پھر فرمایا کہ تمہیں کچھ شبہ تو نہیں ہو گیا، زید بن ارقم نے پھر وہی جواب دیا، اور پھر ابن اُبیؔ کی یہ بات مسلمانوں کے پورے لشکر میں پھیل گئی، اور آپس میں اس بات کے سوا کوئی بات ہی نہ رہی۔ اِدھر حضرات انصار سب زید بن ارقم کو ملامت کرنے لگے، کہ تم نے قوم کے سردار پر تہمت لگائی، اور قطع رحمی کی، زید بن ارقم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم پورے قبیلہ خزرج میں مجھے ابن اُبیؔ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں (مگر جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ کلمات کہے تو میں اسے برداشت نہیں کر سکا) اور اگر میرا باپ بھی ایسی بات کہتا، تو میں اس کو بھی ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا۔

دوسری طرف حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، اور بعض روایات میں ہے کہ فاروقِ اعظم رضؓ نے

یہ عرض کیا کہ آپ عباد بن بشیر کو حکم دے دیجئے کہ اس کا سر قلم کر کے آپ کے سامنے پیش کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر اس کا کیا ہو گا کہ لوگوں میں یہ شہرت دی جائے گی کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کر دیتا ہوں، اس لیے آپؐ نے ابن اُبیّ کے قتل سے روک دیا، حضرت فاروق اعظمؓ کے اس کلام کی خبر عبداللہ بن اُبیّ منافق کے بیٹے کو پہنچی، ان کا نام بھی عبداللہ تھا، اور یہ پکے مسلمان تھے۔ یہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ میرے باپ کو ان کی اس گفتگو کے نتیجہ میں قتل کرنے کا ہے تو آپؐ مجھے حکم دیجئے میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کی خدمت میں اس سے پہلے کہ آپ اپنی مجلس سے اُٹھیں پیش کر دوں گا، اور عرض کیا کہ پورا قبیلہ خزرج اس کا گواہ ہے کہ اُن میں کوئی بھی مجھ سے زیادہ اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے والا نہیں ہے، مگر اللہ و رسولؐ کے خلاف اُن کی بھی کوئی چیز برداشت نہیں ہو سکتی، اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ نے کسی اور کو میرے باپ کے قتل کا حکم دیا اور اس نے قتل کر دیا تو ایسا نہ ہو کہ جب میں اپنے باپ کے قاتل کو چلتا پھرتا دیکھوں تو مجھ پر غیرتِ نسبی غالب آجائے اور میں اسے قتل کر بیٹھوں، جو میرے لیے عذاب کا سبب بنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میرا ارادہ اس کے قتل کا ہے نہ میں نے کسی کو اس کا حکم دیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام عادت کے خلاف بے وقت سفر کرنے کا اعلانِ عام فرما دیا اور خود ناقہ قصویٰ پر سوار ہو گئے۔

جب عام حضرات صحابہ روانہ ہو گئے تو آپ نے عبداللہ ابن اُبیّ کو بلایا اور

دریافت کیا کہ کیا تم نے ایسا کہا ہے؟ یہ قسمیں کھا گیا، کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا یہ لڑکا (زید بن ارقم) جھوٹا ہے، عبداللہ بن اُبی کی اپنی قوم میں عزت تھی۔ سب نے یہ قرار دیا کہ شاید زید بن ارقم رضؓ کو کچھ مغالطہ لگ گیا ہے، ابنِ اُبیّ نے ایسا نہیں کہا۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ اُبی کی قسم اور عذر کو قبول کر لیا اور لوگوں میں زید بن ارقم رضؓ پر غصہ اور اُن کی ملامت اور تیز ہو گئی، اور یہ اس رُسوائی کے سبب لوگوں سے چھپے رہنے لگے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے لشکرِ اسلام کے ساتھ پورے دن پھر پُوری رات سفر کیا، اور اگلے روز صبح کو بھی برابر سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ دھوپ تیز ہونے لگی، اُس وقت آپؐ نے قافلہ کو ایک جگہ ٹھیرایا، پورے ایک دن ایک رات کے مسلسل سفر سے تھکے ہوئے صحابۂ کرام جب اس منزل پر اُترے تو فوراً سب محوِ خواب ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام سفر کرنیکی عادت کے خلاف فوری طور پر بے وقت سفر شروع کرنے اور پھر سفر کو اتنا طویل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ابن اُبی کے واقعہ کا چرچا جو تمام مسلمانوں میں پھیل گیا تھا مسلمانوں کو سفر کے ایسے شغل میں لگا دیں کہ یہ چرچا ختم ہو جائے۔

اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر شروع کیا، اسی دوران میں جب تک ابن اُبی کے بارے میں قرآن کی آیات نازل نہ ہوئی تھیں تو عبادہ بن صامت رضؓ نے اس کو نصیحت کی کہ تُو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جُرم کا اعتراف کر لے۔ تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے استغفار فرما دیں گے، تیری نجات

ہو جائے گی۔ ابن اُبی نے اُن کی یہ بات سُن کر اپنا سر اس طرف سے پھیر لیا، حضرت عبادہ نے اسی وقت فرمایا کہ ضرور تیرے اس اعراض کے بارے میں قرآن میں نازل ہوگا۔

اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اور زید بن ارقم رضؓ بار بار آپؐ کے قریب آتے تھے کیونکہ ان کو اپنی جگہ یقین تھا کہ اس شخص منافق نے مجھے پوری قوم میں جھوٹا قرار دے کر رسوا کیا ہے ضرور میری تصدیق اور اس شخص کی تکذیب میں قرآن نازل ہوگا۔ اچانک زید بن ارقم رضؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے وقت ہوتی تھی کہ سانس پھولنے لگا اور پیشانی مبارک پر پسینہ بہنے لگا اور آپؐ کی سواری ناقہ بوجھ سے دبنے لگی، تو ان کو امید ہوئی کہ اب کوئی وحی اس بارے میں نازل ہوگی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت رفع ہوئی میری سواری چونکہ آپؐ کے قریب تھی آپ نے اپنی سواری ہی پر سے میرا کان پکڑا اور فرمایا: يَا غُلَامُ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيثَكَ وَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقِيْنَ فِىْ ابْنِ اُبَىٍّ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى اٰخِرِهَا (یعنی اے لڑکے اللہ نے تیری بات کی تصدیق کر دی اور پوری سورۂ منافقون اسی واقعہ ابن اُبی کے متعلق نازل ہوئی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سورۂ منافقون دوران سفر ہی میں نازل ہو گئی تھی مگر بغوی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور زید بن ارقم رضؓ رسوائی کے خوف سے گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے اُس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ

کے قریب وادی عقیق میں پہنچے تو عبداللہ بن اُبیّ منافق کے مومن صاحبزادے عبداللہؓ آگے بڑھے اور تمام سواریوں میں تلاش کرتے ہوئے اپنے باپ ابن اُبی کی سواری کے قریب پہنچ کر باپ کی اونٹنی کو بٹھا دیا، اور اس کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر باپ سے خطاب کیا کہ خدا کی قسم : تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکو گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں، اور جب تک تم یہ بات واضح نہ کرو کہ تم نے جو بات کہی ہے کہ عزّت والا ذلّت والے کو نکال دے گا، اس میں عزت والا کون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تم ؟ عبداللہ بن عبداللہ ابن اُبی اپنے باپ کا راستہ روکے ہوئے کھڑے تھے اور پاس سے گزرنے والے لوگ عبداللہ کو ملامت کر رہے تھے کہ باپ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے، آخر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری اُن کے قریب آئی تو معاملہ کے متعلق دریافت کیا، لوگوں نے بتلایا کہ عبداللہ مؤمن نے اپنے باپ کا راستہ اس لیے روکا ہوا ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے یہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابن اُبیّ منافق بیٹے سے مجبور ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ میں تو بچوں اور عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صاحبزادے سے کہا کہ ان کا راستہ چھوڑ دو، مدینہ میں جانے دو، تب بیٹے نے راستہ چھوڑا۔

سورۂ منافقون کے نزول کا قصّہ تو اتنا ہی تھا جو اوپر لکھا گیا، قصّہ کے شروع میں یہ بھی اجمالاً ذکر ہوا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کا اصل فیصلہ دار اُمّ المومنین حضرت جویریہؓ کا والد حارث بن ضرار ہوا تھا، بعد میں حضرت

جویریہؓ کو اللہ تعالیٰ نے شرف اسلام کے ساتھ امہات المؤمنین میں داخل ہونے کا شرف عطا فرمایا اور باپ بھی مسلمان ہو گیا۔

اس کا واقعہ مسند احمد، ابوداؤد وغیرہ میں یہ منقول ہے کہ جب بنو المصطلق کو شکست ہوئی تو مال غنیمت کے ساتھ ان کے کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے، اسلامی قانون کے مطابق سب قیدی اور مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر کر دیئے گئے، قیدیوں میں حارث بن ضرار کی بیٹی جُوَیریہ بھی تھیں، یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آگئیں۔ انہوں نے جُوَیریہ کو بصورت کتابت آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام یا کنیز پر کچھ رقم مقرر کر دی جائے اور اس کو محنت مزدوری یا تجارت کی اجازت دے دی جاتی وہ مقررہ رقم کما کر مالک کو ادا کر دے تو آزاد ہو جائے۔

جُوَیریہؓ پر جو رقم مقرر کی تھی وہ بڑی رقم تھی جس کی ادائیگی ان کے لیے آسان نہ تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں، یہ شہادت دیتی ہوں، کہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر اپنا واقعہ سنایا کہ ثابت بن قیس جن کے حصہ میں میں آئی ہوں انہوں نے مجھے مکاتب بنا دیا ہے، مگر رقم کتابت کی ادائیگی میرے بس میں نہیں، آپ اس میں میری کچھ مدد فرما دیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ساتھ ہی اُن کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا، جُوَیریہ کے لیے یہ بہت بڑی نعمت تھی وہ کیسے قبول نہ کرتیں، بخوشی خاطر قبول کیا

اور یہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہو گئیں، ام المؤمنین حضرت جُویریہ رض کا بیان ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے تین دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ یثرب کی طرف سے چاند چلا اور میری گود میں آکر گر گیا، اس وقت تو میں نے یہ خواب کسی سے ذکر نہ کیا تھا اب اُس کی تعبیر آنکھوں سے دیکھ لی۔

یہ سردارِ قوم کی بیٹی، ان کے ازواجِ مطہرات میں داخل ہونے سے پورے قبیلہ پر بھی اچھے اثرات مرتب ہوئے اور ایک فائدہ ان تمام عورتوں کو پہنچا جو اُن کے ساتھ گرفتار ہوئی تھیں، اور ان کی رشتہ دار تھیں کیونکہ اُن کا اُمّ المؤمنین ہو جانا معلوم کرنے کے بعد جس جس مسلمان کے پاس اُن کی رشتہ دار کوئی کنیز تھی سب نے ان کو آزاد کر دیا، کہ انکی عزیزہ کسی عورت کو کنیز بنا کر اپنے پاس رکھنا ادب کے خلاف سمجھا، اس طرح سنو کنیزیں اُن کے ساتھ آزاد ہو گئیں اور پھر ان کے والد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

## واقعہ مذکورہ میں اہم ہدایات و فوائد

سورۂ منافقون کے نزول کا واقعہ اس کی تفسیر کے سمجھنے میں تو معین ہے ہی، اس کے ضمن میں بہت اہم ہدایات و مسائل، اخلاق، سیاست اور معاشرت کے متعلق آ گئے ہیں۔ اس لیے احقر نے اس واقعہ کی پوری تفصیل یہاں نقل کی ہے، وہ ہدایات یہ ہیں:-

اسلامی سیاست کا سنگِ بنیاد خالص اسلامی برادری قائم کرنا ہے جس میں رنگ و نسل اور زبان اور ملکی و غیر ملکی کے سب

امتیازات سب ختم کر دیئے جاویں۔

غزوہ بنی المصطلق میں پیش آنے والا ایک انصاری اور ایک مہاجری کا جھگڑا اور دونوں طرف سے انصار و مہاجرین کو اپنی اپنی مدد کے لیے پکارنا یہ وہ جاہلیت کا بُت تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ دیا تھا اور مسلمان کہیں کا رہنے والا ہو کسی رنگ و زبان اور کسی نسل و قوم کا ہو سب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ انصار و مہاجرین میں باقاعدہ بھر مواخات کرا کے ان کی مشترک اسلامی برادری بنا دی تھی، مگر شیطان کا یہ پرانا جال ہے جس میں لوگوں کو پھنسا کر باہمی جھگڑوں کے وقت قوم و وطن اور زبان و رنگ وغیرہ کو تعاون و تناصر کی بنیاد بنا دیتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تعاون و تناصر کا اسلامی معیار حق و انصاف سب کے ذہنوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، صرف برادری اور قومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اصول بن جاتا ہے، اس طرح وہ مسلمانوں کو مسلمانوں سے بھڑا دیتا ہے، اس واقعہ میں بھی کچھ ایسی ہی صورت بن رہی تھی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً موقع پر پہنچ کر اس فتنہ کو ختم کر دیا اور بتلایا کہ یہ جاہلیت و کفر کا بدبو دار نعرہ ہے، اس سے بچو، اور پھر سب کو قرآنی اصول تعاون پر قائم کر دیا جس میں ارشاد ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، یعنی مسلمانوں کے لیے کسی کی مدد کرنے یا مدد حاصل کرنے کا معیار ہونا چاہیئے کہ جو شخص عدل و انصاف اور نیکی پر ہے اس کی مدد کرو، اگرچہ وہ نسب و خاندان اور زبان و وطن میں تم سے الگ ہو اور جو شخص کسی گناہ اور ظلم پر ہو اس کی ہرگز مدد نہ کرو اگرچہ وہ تمہارا باپ اور بھائی ہی ہو، یہی وہ معقول اور

منصفانہ بنیاد ہے جس کو اسلام نے قائم فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قدم پر اس کی خود رعایت فرمائی اور سب کو اس کے تابع رہنے کی تلقین فرمائی، اور اپنے آخری خطبۂ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت کی سب رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں۔ اب عربی، عجمی، کالے گورے ملکی غیر ملکی کے امتیازات کے بُت ٹوٹ چکے ہیں، باہمی تعاون وتناصر کی اسلامی بنیاد صرف حق وانصاف ہے، سب کو اس کے تابع چلنا ہے۔

اس واقعہ نے ہمیں یہ بھی سبق دیا ہے کہ دشمنانِ اسلام آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے یہی برادری اور وطنی قومیت کا حربہ استعمال کرتے ہیں، جب اور جس وقت موقع مل جاتا ہے اسی سے کام لیکر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں۔

افسوس ہے کہ زمانۂ دراز سے پھر مسلمان اپنے سبق کو بھول گئے اور اغیار نے مسلمانوں کی اسلامی وحدت کے ٹکڑے کرنے میں پھر وہی شیطانی جال پھیلا دیا، اور دین واصولِ دین سے غفلت کی بنا پر عام دنیا کے مسلمان اس جال میں پھنس کر باہمی خانہ جنگیوں کے شکار ہو گئے، اور کفر و الحاد کے مقابلہ کے لیے اُن کی متحدہ قوت پاش پاش ہو گئی، صرف عربی و عجمی ہی نہیں عربوں میں مصری، شامی، حجازی، یمنی ایک دوسرے سے متحد نہ رہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں پنجابی، بنگالی، سندھی، ہندی، پٹھان اور بلوچی باہم آویزش کے شکار ہو گئے۔ فالی اللہ المشتکی، دشمنانِ اسلام ہماری آویزش سے کھیل رہے ہیں اس کے نتیجہ میں وہ ہر میدان میں وہ ہم پر غالب آتے جاتے ہیں اور ہم ہر جگہ شکست خوردہ غلامانہ ذہنیت میں مبتلا انہی کی پناہ لینے پر مجبور نظر آتے ہیں، کاش! آج بھی مسلمان اپنے قرآنی اصول اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر غور کریں، غیروں کے سہارے جینے کے بجائے خود اسلامی برادری کو مضبوط بنالیں، رنگ ونسل اور زبان و وطن کے بتوں کو پھر ایک دفعہ توڑ ڈالیں تو آج بھی خدا تعالیٰ کی نصرت وامداد کا مشاہدہ کھلی آنکھوں ہونے لگے۔

## صحابہ کرامؓ کی اسلامی اصول پر بےنظیر ثابت قدمی اور مقام بلند

اسی واقعہ نے یہ بھی بتلایا کہ اگرچہ وقتی طور پر شیطان نے کچھ لوگوں کو نعرۂ جاہلیت میں مبتلا کر دیا تھا، مگر درحقیقت سب کے دلوں میں ایمان رچا بسا ہوا تھا، ذرا سی تنبیہ پر سب ان خیالات سے تائب ہو گئے اور ان کے دلوں پر اللہ اور رسولؐ کی محبت وعظمت کا ایسا غلبہ تھا جس میں کوئی رشتہ ناطہ برادری اور قومیت حائل نہ ہوئی، اس کی شہادت خود اسی واقعہ میں اول زید بن ارقمؓ کے بیان سے واضح ہوئی کہ وہ خود بھی قبیلۂ خزرج کے آدمی ہیں اور ابن اُبی اس قبیلہ کا سردار تھا، اور زید بن ارقمؓ بھی اس کی عزت وعظمت کے قائل تھے لیکن جس وقت اس کی زبان سے مؤمنین، مہاجرین اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الفاظ سُنے تو برداشت نہ کر سکے اُسی مجلس میں ابن اُبی کو مُنہ توڑ جواب دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت پیش کر دی، اگر آج کی کی برادری پرستی ہوتی تو اپنی برادری کے سردار کی یہ بات وہ کبھی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچاتے اسی واقعہ میں خود ابن اُبی کے صاحبزادے عبد اللہ کے واقعہ نے اس کو کس قدر روشن کر دیا، کہ ان کی محبت وعظمت کا اصل تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ سے تھا، جب اپنے باپ سے اُن کے خلاف بات

سُنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خود اپنے باپ کا سر قلم کرنے کی پیش کش کر دی اور اجازت طلب کی، آپ نے اس سے روک دیا، تو مدینہ کے قریب پہنچ کر باپ کی سواری کو بٹھا دیا اور مدینہ جانے کا راستہ روک کر باپ کو مجبور کیا کہ وہ یہ اقرار کرے کہ عزت دار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ خود ذلیل و خوار ہے، پھر آپؐ کی اجازت ملنے سے پہلے باپ کا راستہ نہیں کھولا، جس کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے ؎

تو نخل خوش ثمر کیستی کہ سرو و سمن
ہمہ زخویش بریدند و با تو پیوستند

اس کے علاوہ بدر و اُحد اور احزاب کی جنگوں نے تو بذریعہ تلوار اس قوم پرستی اور وطن پرستی کے بُت کے ٹکڑے اڑائے ہیں جس نے ثابت کر دیا کہ مسلمان کسی قوم و وطن اور کسی رنگ و زبان کا ہو۔ وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور جو اللہ و رسول کو نہ مانے وہ اگرچہ حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو وہ دُشمن ہے ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
خدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

## مسلمانوں کے مصالح عامہ کی رعایت اور اُن کو غلط فہمی سے بچانے کا اہتمام

اسی واقعہ نے ہمیں ایک سبق یہ دیا کہ جو کام فی نفسہٖ جائز و درست ہو مگر اس کے کرنے سے کوئی یہ خطرہ ہو کہ کسی مسلمان کو خود غلط فہمی پیدا ہو گی، یا دُشمنوں کو غلط فہمی پھیلانے کا موقع ملے گا تو یہ کام نہ کیا جائے گا،

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین ابن اُبی کا نفاق کھل جانے کے بعد بھی فاروق اعظم رضؓ کے اس مشورہ کو قبول نہیں فرمایا کہ اس کو قتل کیا جائے کیونکہ اس میں خطرہ یہ تھا کہ دشمنوں کو عام لوگوں میں یہ غلط فہمی پھیلانے کا موقع مل جائے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔

مگر دوسری روایات سے یہ ثابت ہے کہ غلط فہمی کے خطرہ سے ایسے کاموں کو چھوڑا جا سکتا ہے جو مقاصدِ شرعیہ میں سے نہ ہوں مگر مستحب اور کارِ ثواب ہوں، کسی مقصدِ شرعی کو ایسے خطرہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا بلکہ خطرہ کے ازالہ کی فکر کی جائے گی اور اس کام کو کیا جائے گا۔

سورۃ کا ترجمہ اور خلاصۂ تفسیر اوپر لکھا جا چکا ہے اب اس کے خاص خاص جملوں کی مزید توضیح دیکھئے :- وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ الاٰیۃ ، عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کے معاملہ میں یہ سورت نازل ہوئی ہے جس میں اس کی قسموں کا جھوٹا ہونا واضح کر دیا گیا تو لوگوں نے اس کو از راہ خیر خواہی یہ کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ تیرے بارے میں قرآن میں کیا نازل ہوا ہے۔ اب بھی وقت نہیں گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جا (اور اعترافِ جرم کرلے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے استغفار فرما دیں گے اس نے جواب میں کہا کہ تم لوگوں نے مجھے کہا کہ ایمان لے آ، میں نے ایمان اختیار کر لیا، پھر تم نے مجھے اپنے مال میں سے زکوٰۃ دینے کو کہا وہ دینے لگا، اب اس کے سوا کیا رہ گیا ہے کہ میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کیا کروں، اس پر آیاتِ مذکورہ نازل ہوئیں جن میں واضح کر دیا گیا کہ جب اُس

کے دل میں ایمان ہی نہیں تو اس کے لیے کسی کا استغفار نافع نہیں ہو سکتا۔

ابن اُبی اس واقعہ کے مدینہ طیبہ پہنچ کر چند روز ہی زندہ رہا، پھر جلد ہی مر گیا (مظہری)

هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ، یہ وہی قول ہے جو جہجاہ مہاجری اور سنان انصاری کے جھگڑے کے وقت ابن اُبی نے کہا تھا، جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دے دیا کہ یہ بیوقوف یوں سمجھ رہے ہیں کہ مہاجرین ہماری داد و دہش کے محتاج ہیں ہم ہی اُن کو دیتے ہیں حالانکہ تمام آسمان و زمین کے خزانے تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہیں تو مہاجرین کو تمہاری کسی امداد کے بغیر سب کچھ دے سکتے ہیں، اس کا ایسا سمجھنا چونکہ بے عقلی اور بیوقوفی کی دلیل ہے اس لیے قرآن حکیم نے اس جگہ لَا یَفْقَهُوْنَ کا لفظ اختیار فرما کر بتلا دیا کہ ایسا خیال کرنے والا بے عقل و بے سمجھ ہے۔

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ، یہ بھی اسی منافق عبداللہ ابن اُبی کا قول ہے جس میں اگرچہ الفاظ صاف نہیں بولے مگر مطلب ظاہر تھا کہ اس نے اپنے آپ کو اور انصارِ مدینہ کو عزت والا اور اُن کے مقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ کو معاذ اللہ ذلیل قرار دیا اور انصارِ مدینہ کو اس پر بھڑکانا چاہا کہ ان کمزور اور ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں، حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کی بات کو اُسی پر اُلٹ دیا کہ اگر عزت والوں نے ذلت والوں کو نکالا تو اس کا خمیازہ تمہیں کو بھگتنا پڑیگا کیونکہ عزت تو اللہ کی اور اللہ کے رسول ؐ اور مومنین کا حق ہے، مگر تم

اپنی جہالت کی بناء پر اس سے بے خبر ہو۔ یہاں قرآن کریم نے لَا یَعْلَمُوْنَ کا لفظ استعمال فرمایا اور اس سے پہلے لَا یَفْقَهُوْنَ فرمایا تھا، وجہ فرق کی یہ ہے کہ کوئی انسان اپنے آپ کو دوسرے انسان کا رازق سمجھ بیٹھے تو یہ سراسر عقل کے خلاف ہے۔ اس کا یہ سمجھنا بیوقوفی اور بے عقلی کی علامت ہے اور عزت و ذلت دنیا میں کبھی کسی کو کبھی کسی کو ملتی رہتی ہے، اس لیے اس میں مغالطہ ہو تو یہ واقعات سے بے خبری اور ناواقفی کی دلیل ہے اس لیے یہاں لَا یَعْلَمُوْنَ فرمایا۔ (منقول از معارف القرآن)

اس واقعہ میں جس عبداللہ بن اُبی کا ذکر ہے وہ تو پہلے سے ہی منافق تھا اور جب اس موقعہ پر اس نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے گروہ انصار کو مہاجرین کی امداد بند کرنے پر اُکسایا تو اس سے اس کے نفاق کی مزید توثیق ہو گئی۔

پس ثابت ہوا کہ جاندار مخلوق کی روزی بند کرنا منافقانہ عمل ہے ایسے لوگ مسلمانوں کی صف میں شمار نہیں ہو سکتے آج بہت سے لوگ اس ذخیرہ اندوزی کا کاروبار کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کی رُو سے وہ لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ تو منافق ہیں ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ دنیا کی فانی چند کوڑیوں کی خاطر اپنے آپ کو منافقوں کی صف میں کھڑا نہ کریں۔

# جانداروں کی روزی ضائع کرنیکی ممانعت اور اسکی اُخروی سزا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۴ تا ۲۰۶)

اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو ملک میں فساد ڈالتا ہے اور کھیتی اور مویشی کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو شیخی میں آکر اور بھی گناہ کرتا ہے سو اس کے لیے دوزخ کافی ہے اور البتہ وہ برا ٹھکانا ہے۔

# تفسیر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اخنس بن شریف نامی ایک شخص تھا جو بڑا فصیح اور بلیغ تھا اور جب آپ کے دربار عالیہ میں آتا تو ایسی ایسی باتیں کرتا یوں معلوم ہوتا کہ اس سے بڑھ کر آپ کا عاشق اور کوئی نہیں ہے اور جب آپ کے دربار عالی سے اُٹھ کر جاتا تو کسی کی کھیتی خراب کر دیتا اور کسی کے مویشی ہلاک یا زخمی کر دیتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی مذمت میں چھ باتیں فرمائی ہیں ایک ملمع سازی، دوسری جھوٹی قسم، تیسری جھگڑا کرنا، چوتھی فساد کرنا، پانچویں کھیتی اور مویشی ہلاک کرنا اور چھٹی گناہوں پر خوشی اور شیخی خوری کرنا۔ باقی پانچ چیزوں کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ یہاں صرف پانچویں چیز کھیتی اور مویشی ہلاک کرنے کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی مذمت کیوں بیان فرمائی اور پھر آخر میں اس کی سزا کیوں بیان فرمائی۔

تو بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی اپنی جاندار مخلوق کی روزی کے لیے پیدا کی ہیں اور ان کو ہلاک کرنا گویا کہ پوری نسل انسانی اور حیوانی کے ساتھ ظلم کرنا ہے اور انہیں ہلاک کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت بیان فرمائی ہے اور اس کی اخروی سزا بیان فرمائی ہے اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے روح المعانی کے حوالے سے حرث سے مراد عورت اور نسل سے مراد اولاد کا احتمال لکھا ہے اور قرآن کریم کی بعض دیگر آیات سے بھی اس احتمال کو تقویت ملتی ہے جیسا ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق

یا ایمسکہ علی هون ام یدسہ فی التراب۔

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض عربوں میں ایسا رواج تھا کہ بیوگان کا نکاح نہیں کرتے تھے، بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ بچوں کو قتل کر دیتے تھے اور کچھ لوگوں میں اغلام بازی کرنا یا عورتوں سے لواطت کرنے کا رواج تھا اور یہ سب صورتیں نسل منقطع کرنے کی ہیں اور جب یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ ذو معنیین اور ذو احتمالین بھی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں یہ دونوں عیوب ہونگے اور آیت کے شروع کے جملے ومن الناس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی شخص نہیں تھا بلکہ اس پیشے کے اور بھی لوگ بہت تھے کیونکہ یہ من تبعیضیہ ہے اور اس سے آگے یعجبك اور یشهد وغیرہ مضارع کے صیغے آرہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نظریہ کے لوگ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی نہیں تھے بلکہ تا قیامت ایسے لوگ ہونگے کیونکہ مضارع کے صیغوں میں جب علامت حال یا استقبال نہ ہو تو ان میں دونوں زمانے پائے جاتے ہیں۔

تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ ہر زمانہ میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو نسل انسان اور حیوان کی بیخ کنی کے درپے ہوں گے اور انہیں نقصان پہنچانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کریے گئے چنانچہ آج کل ایسا ہو رہا ہے اور یقیناً ایسے لوگ آخرت کی سزا کے بھی مستحق ہوں گے۔

# حکایات برائے عبرت

عربی ادب کی کتابوں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک دفعہ ایک طالب علم رات کے وقت مطالعہ کر رہا تھا تو اتنے میں ایک چوہا آگیا تو اس طالب علم نے اسے پکڑ کر بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور چوہا آیا اس نے دیکھا کہ میرا ساتھی گرفتار ہے تو وہ چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے منہ میں ایک روپیہ پکڑا ہوا تھا۔ وہ روپیہ اس نے طالب علم کے سامنے پھینک دیا۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ یہ روپیہ لے لو اور میرا ساتھی رہا کر دو مگر اس طالب علم نے رہا نہ کیا تو وہ چلا گیا اور ایک اور روپیہ لیا اور طالب علم کے سامنے پیش کیا مگر اس نے اس کا ساتھی پھر رہا نہ کیا علیٰ ہذا القیاس چالیس روپے اس نے طالب علم کے سامنے ڈالے مگر پھر بھی اس کا ساتھی رہا نہ کیا تو آخر میں اس چوہے نے خالی تھیلی لاکر پھینک دی تو طالب علم نے سمجھا کہ اب اس کے پاس اور کچھ نہیں ہے تو پھر اس کا ساتھی اس نے رہا کر دیا۔

مقامِ عبرت ہے کہ چوہا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک گھٹیا سی مخلوق ہے مگر وہ اپنی نسل کا ہمدرد ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے مگر یہ اپنی نسل کا دشمن ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا انسان حیوانات سے بھی گیا گزرا ہے اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ ایک وادی سے اپنے لشکر کے ساتھ گزرنے لگے تو ایک چیونٹی نے تمام چیونٹیوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ عنقریب حضرت سلیمان علیہ السلام کا

لشکر یہاں سے گزرے گا تو وہ بے خبری میں تمہیں کچل ڈالیں گے لہٰذا تم اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ تو اس چیونٹی نے اپنی نسل کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا واقعہ اپنے قرآن میں نقل فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں میں سے جو بھی اپنی نسل کی حفاظت کرتے ہیں وہ اللہ تعالے کو بہت اچھے لگتے ہیں اور انسانوں میں سے اگر کوئی اپنی نسل کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بُرا لگتا ہے۔

# جانداروں کی روزی ضائع کرنے کی دنیاوی سزا

| | |
|---|---|
| وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ | اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح |
| صٰلِحًا مـ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا | کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی |
| اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ | بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی |
| اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط هُوَ اَنْشَاَكُمْ | معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین |
| مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ | سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد |
| فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ | کیا پس اس سے معافی مانگو |
| تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ط اِنَّ | پھر اس کی طرف رجوع کرو |
| رَبِّىْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ | بے شک میرا رب نزدیک ہے |
| قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ | قبول کرنے والا انہوں نے کہا |
| فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ | اے صالح اس سے پہلے تو ہمیں |
| اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا | تجھ سے بڑی امید تھی کیا تم ہمیں |

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ قف فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ

ان معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو کہ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اور جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے تو ہم بڑے شک میں ہیں۔ صالح نے کہا اے میری قوم بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کوئی کھلی دلیل رکھتا ہوں۔ اور اس کی طرف سے میرے پاس رحمت بھی آ چکی ہو پھر اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اس سے کون بچا سکتا ہے پھر تم مجھے نقصان کے سوا اور کیا دے سکو گے۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۔

اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے برائی سے چھونا بھی نہیں (ورنہ) پھر تمہیں عذاب بہت جلد آ پکڑے گا۔

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۔

پھر انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے تب صالح نے کہا تین دن تک اپنے گھروں میں فائدہ اٹھا لو یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۔

پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رُسوائی سے نجات دی بیشک تیرا رب وہی زور والا زبردست ہے۔

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۔

اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے گویا کہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے خبردار ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا تھا خبردار ثمود پر پھٹکار ہے۔

## تفسیر

ان ایتوں میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت اور تباہی کا بیان

ہے ۔ تفصیل اس کی یہ ہے ۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم عرب کے شمال مغرب میں بستی تھی اور ان کے بڑے شہر کا نام حجر تھا جو مدائن صالح کے نام سے بھی مشہور ہے ۔ یہ قوم بُت پرست تھی ان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے دعوتِ توحید ماننے کے لیے یہ شرط رکھی کہ پتھر سے دُودھ والی اونٹنی پیدا ہو تو پھر ہم دعوتِ توحید قبول کرینگے چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دُعا فرمائی تو اللہ تعالےٰ نے پتھر سے اونٹنی پیدا فرمائی اور پھر وہ فوراً سُو گئی ۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ لوگ عقیدہ توحید پر ایمان لاتے اور حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے مگر انہوں نے پھر انکار کر دیا اور اس اونٹنی کو مارنے کے درپے ہو گئے حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور فرمایا کہ اس اُونٹنی کو نہ مارنا ورنہ تم پر خدا کا عذاب آئے گا اس اونٹنی میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکات رکھی تھی کہ یہ اتنا زیادہ دودھ دیتی تھی کہ پوری آبادی کو کفایت کر جاتا تھا مگر یہ چارہ بھی زیادہ کھاتی تھی اور پانی بھی زیادہ پیتی تھی ۔ اس وجہ سے وہ لوگ کچھ مشکلات میں مبتلا ہو گئے کیونکہ کنواں ایک ہی تھا تو حضرت صالح علیہ السلام نے پانی تقسیم کیا اور فرمایا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن تمہارے مویشی پئیں گے مگر ان لوگوں نے یہ تقسیم نہ مانی اور اس اونٹنی کو ذبح کر دیا تو ان لوگوں پر خدا کا عذاب آیا ۔ جبریل امین نے آکر ایک آواز دی تو ان لوگوں کے جگر پھٹ گئے اور ہلاک ہو گئے ۔

حاصل یہ نکلا کہ ان لوگوں کی ہلاکت کا باعث تین چیزیں تھیں ۔ ایک عقیدہ توحید کا انکار اور دوسرا عقیدہ رسالت کا انکار اور تیسرا اللہ تعالیٰ

کی نعمت کی بے قدری اور اس کو ضائع کرنا ہے جو ایک معجزہ کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی پس معلوم ہوا کہ روزی ضائع کرنے کی وجہ سے دنیا کے اندر بھی عذاب آتا ہے جس کا ایک نمونہ یہاں بیان ہوا ہے اور آنے والی مندرجہ ذیل احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ روزی کو ضائع نہ کیا جائے۔

| | |
|---|---|
| عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ | زید بن خالد سے منقول ہے کہ |
| قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | وسلم کے پاس ایک شخص آیا |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَئَلَهٗ | پھر اس نے گری پڑی چیز کے |
| عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ | بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا پہلے |
| اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا | اسکے ظرف اور سربند کو پہچان پھر |
| ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً | ایک سال تک اس کی تشہیر کر |
| فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَ | اگر اس کا مالک آگیا تو ٹھیک ہے |
| اِلَّا فَشَانُكَ بِهَا | ورنہ تیری ہے جیسے کرے تو۔ |
| قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ | اس نے کہا کہ گمی ہوئی بکری، تو |
| قَالَ هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ | آپ نے فرمایا وہ تیری ہے یا |
| اَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ | تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے |
| فَضَالَّةُ الْاِبِلِ قَالَ | کی ہے۔ اس نے کہا گما ہوا اونٹ |
| مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا | تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے |
| سِقَاءُهَا وَحِذَاءُهَا | کیا ہے اس کے پاس ایک |
| تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاكُلُ | مشکیزہ ہے موزے ہیں خود |
| الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا | پانی پر جاتا ہے درخت کھاتا |

رَبُّهَا (متفق علیہ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَۃً ثُمَّ اعْرِفْ وِکَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَاَدِّهِ اِلَیْهِ۔

ہے یہاں تک کہ مالک اس سے ملے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک سال تک اس کی تشہیر کر پھر پہچان اس کا سربند اور اس کا ظرف پھر خرچ کر اسے اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے ڈے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰی ضَالَّۃً فَهُوَ ضَالٌّ مَالَمْ یُعَرِّفْهَا (مسلم)

اور اسی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گمی ہوئی چیز کو پناہ دے تو وہ گمراہ ہے جب تک اس کی تشہیر نہ کرے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ اَصَابَ مِنْ ذِیْ حَاجَۃٍ غَیْرَ

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ آپ سے درخت پر لگے ہوئے پھل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو شخص حاجت مند وہ پھل پائے

| | |
|---|---|
| مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلاَ | اور جھولی باندھ کر نہ لے جائے |
| شَئَ عَلَيْهِ وَمَنْ | تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے |
| خَرَجَ بِشَئٍ مِنْهُ | اور جو اس میں سے کچھ لے |
| فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ | جائے تو اس پر تاوان ہے۔ |
| مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ وَمَنْ | دو مثل اس کے اور سزا ہے |
| سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا | جو شخص کہ چرائے اس میں سے |
| بَعْدَ اَنْ يُؤْوِيَهُ | کچھ بعد اس کے ٹھکا دیا ہو اس |
| الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ | کو کھلیان نے پس پہنچے ڈھال |
| الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ | کے مول کو پس ہاتھ کاٹنا ہے |
| وَذَكَرَ فِي ضَالَّةِ | اس کے اور ذکر کیا راوی نے |
| الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَا | بیچ گم ہوئے اونٹ اور بکری |
| ذَكَرَ غَيْرُهُ قَالَ | کے جیسا ذکر کیا اور راویوں نے |
| وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ | کہا راوی نے کہ سوال کیا گیا آپؐ |
| فَقَالَ مَا كَانَ مِنْهَا | سے لُقطہ کے بارے میں تو |
| فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ | آپ نے فرمایا جو لُقطہ ہو آمد و |
| وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ | رفت کے راستے میں اور آباد |
| فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ | گاؤں میں تو ایک سال تک |
| جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا | اس کی تشہیر کر اگر اس کا مالک |
| اِلَيْهِ وَاِنْ لَمْ يَاْتِ | آگیا تو اس کو دے دے اور |
| فَهُوَ لَكَ وَمَا كَانَ | اگر نہ آئے تو وہ تیرا ہے اور |
| فِي الْخَرَابِ الْعَادِيِّ | جو پرانی غیر آباد جگہ میں ہو اس |

فَفِيْهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ (النسائی)

میں اور گڑے ہوئے مال میں پانچواں حصّہ خدا کے راستے دینا ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيْ اِنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَجَدَ دِيْنَارًا فَاَتٰى بِهٖ فَاطِمَةَ فَسَئَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رِزْقُ اللهِ فَاَكَلَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلَ عَلِيٌّ وَّ فَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَالِكَ اَتَتْ اِمْرَاَةٌ تَنْشُدُ الدِّيْنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اَدِّ الدِّيْنَارَ۔

(ابوداؤد)

ابی سعید خدری سے نقل ہے کہ علی بن ابی طالب کو ایک دینار ملا تو وہ اسے فاطمہ کے پاس لائے پھر اس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا رزق ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے کھایا علی اور فاطمہ نے بھی کھایا پھر اس کے بعد ایک عورت آئی جو دینار تلاش کر رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی اس کا دینار دیدو۔

وَعَنِ الْجَارُوْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ۔

(دارمی)

جارود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کی گمی ہوئی چیز آگ کا شعلہ ہے۔

وَعَنْ عِيَاضِ ابْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ اَوْ ذَوِيْ عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَاِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ وَاِلَّا فَهُوَ مَالُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

(احمد ابوداود۔ دارمی)

عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو گری پڑی چیز پائے اسے چاہیئے کہ دو صاحب عدل گواہ مقرر کرے اور اسے نہ چھپائے اور نہ غائب کرے۔ اگر اس کا مالک مل جائے تو اس کو واپس کردے ورنہ اللہ کا مال ہے دیتا ہے جس کو چاہے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ وَ

اور جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لاٹھی، کوڑا اور رسی کے بارے میں اجازت دی تھی کہ آدمی اس کو اٹھا کر

يَنْتَفِعُ بِهٖ (ابوداود) اس سے نفع اُٹھا سکتا ہے۔

## تشریح

یہاں ان صفحات میں سات احادیث ذکر کی گئی ہیں ان میں پہلی حدیث زید بن خالد والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔

ایک کسی برتن میں محفوظ گری پڑی چیز۔

دوسری بکری

اور تیسری اونٹ۔

آپ نے برتن والی چیز کے بارے میں تو فرمایا کہ اس کے ظرف اور سربند کو اچھی طرح پہچان لو تاکہ اس میں کوئی اور چیز نہ ملے یا ضائع نہ ہو پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرنا ہے اگر مالک آجائے تو ٹھیک ہے اس کو دے دو اور اگر نہ آئے تو اس کو استعمال کر سکتے ہو۔ اور بکری کے بارے میں بھی یہی حکم ہے ورنہ اس کو بھیڑیا کھا جائے گا اور اونٹ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ اس کو بلا تشہیر چھوڑ دے ہاں اگر اس کے بھی ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو بھی پکڑ لینا چاہیئے اس حدیث کے مضمون پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے اور امام مسلم کی جو الگ روایت نیچے لکھی ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے صرف الفاظ کا فرق ہے۔

اور زید بن خالد سے جو دوسری روایت ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لقطہ کو بلا تشہیر استعمال کرے وہ گمراہ ہے یعنی اس کے لیے یہ چیز اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے

تیسری حدیث جو عمرو بن شعیب والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو چیزوں کا سوال ہوا۔ ایک درخت کے ساتھ لگے ہوئے پھل کے بارے میں اور دوسرا لقطہ یعنی گری پڑی ہوئی چیز کے بارے میں تو پہلے سوال کا جواب تو آپ نے یہ دیا کہ اگر کوئی بھوکا آدمی مصیبت زدہ کسی کے باغ سے بلا اجازت پھل توڑ کر کھالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مصیبت زدہ نہیں ہے تو پھر گناہ ہے۔

دوسری شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ جھولی میں ڈال کر نہ لے جائے اور اگر ایسا کرے گا تو بھی گناہ ہوگا اور اس کی دُگنی ضمانت بھی ہوگی اور سزا بھی ہوگی اور اگر کھلیان سے کوئی شخص پھل یا اناج چرالے اور اس کی قیمت ڈھال کے برابر ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور لقطہ اونٹ اور بکری کے احکامات وہی ہیں جو زید بن خالد وغیرہ کی حدیث میں آئے ہیں اور آپ نے دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ گری پڑی چیز کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ چیز شارع عام سے ملے یا شہری آبادی سے ملے اس کے لیے حکم یہ ہے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کی جائے اگر مالک آجائے تو اس کو دے دو اور اگر مالک نہ آئے تو پھر اٹھانے والا اس کو استعمال کر سکتا ہے اور اگر وہ گری پڑی چیز کسی پرانی غیر آباد جگہ سے ملے یا دفن کیا ہوا خزانہ مل جائے تو انسان اس کا مالک ہے اس کو استعمال کر سکتا ہے مگر اس کا پانچواں حصہ اللہ کے راستے میں غرباء مساکین پہ خرچ کرنا ہے یعنی یہ پانچواں حصہ ان کا حق ہے۔

چوتھی حدیث جو ابی سعید خدری والی ہے اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو ایک دینار گرا پڑا مل گیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہے اس کو استعمال کرو چنانچہ اس سے جو کچھ خرید کر لایا گیا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا۔ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ نے بھی کھایا اور بعد میں اس دینار کی مالکہ جب تلاش کرتی ہوئی آئی تو آپ نے حضرت علی سے اس کی ضمانت دلوائی۔

اس حدیث میں اگرچہ اس دینار کی تشہیر کا ذکر نہیں ہے لیکن دوسری احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے پہلے اس کی تشہیر کی ہوگی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گری پڑی چیز اگر کوئی اٹھا کر استعمال کرلے اور بعد میں مالک آجائے تو اس کو ضمانت دینی ہوگی۔

پانچویں حدیث جو حضرت جارود والی ہے اس میں گری پڑی چیز کو تشہیر کے سوا استعمال کرنے کی سزا دوزخ کی آگ بیان فرمائی ہے۔

چھٹی حدیث جو عیاض بن حمار والی ہے اس میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ لقطہ اٹھاتے وقت دو دیانت دار گواہ بھی مقرر کرنے چاہئیں اور اس میں سے کوئی چیز یا وہ ساری غائب نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر مالک آجائے تو اس کو واپس دے دو ورنہ اللہ کا مال ہے دیتا ہے جس کو چاہے مقصد کہ کھالو۔

ساتویں حدیث جو حضرت جابر والی ہے اس میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی گری پڑی چیز مثلاً لاٹھی، کوڑا اور رسی وغیرہ بلا تشہیر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں لقطہ کے بارے میں چند اہم ضابطے جاننا

ضروری ہیں ۔ پہلا ضابطہ یہ ہے کہ یہ چیز جس کو ملے یہ اس کے پاس امانت ہے اگر وہ چیز قدرتی طور پہ ہلاک ہو جائے یا چور لے جائیں تو اٹھانے والے پر اس کی ضمانت نہیں ہوگی اور یہ خود اس میں کوئی تعدّی کرے تو پھر اس پر ضمانت آئے گی

اور دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ چیز اٹھانا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ ایک آدمی کی چیز ہے جو اس سے گمی ہوئی ہے اور یہ اٹھا کر اس کی حفاظت کرنا ہے یہ ایک انسانی فریضہ ہے کوئی ایسا اگر نہیں کرے گا تو عند اللہ مجرم گردانا جائے گا ۔

تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ وہ چیز اٹھاتے وقت دو آدمیوں کو گواہ مقرر کرے کہ یہ چیزیں حفاظت کے لیے اٹھا رہا ہوں ۔

اور چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ چیز اگر اہم ہے اور سال بھر تک رہ سکتی ہے تو سال تک اس کی تشہیر کرنا ہے اور سال بھر تک نہیں رہ سکتی تو جتنے عرصہ تک رہ سکتی ہے اتنے عرصہ تک اس کی تشہیر چاہیئے اگر مالک آجائے تو چیز اس کو واپس دینا ہے اور واپس دیتے وقت چیز کی علامات بھی مالک سے پوچھنا چاہیئے تب واپس کرنا ہے اور یہ چیز دو گواہوں کے سامنے واپس کرنا ہے اور اگر مالک نہ آئے تو اٹھانے والا اگر فقیر ہے تو وہ اس کو استعمال کر سکتا ہے اور امیر ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ صدقہ کر دے ورنہ رکھنا چاہیئے تو رکھ سکتا ہے اور اگر وہ گری پڑی چیز معمولی ہو تو پھر اس کی تشہیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہر اٹھانے والا اس کو استعمال کر سکتا ہے ہے اور یہ تو وہ صورتیں کہ گری پڑی چیز اگر شارع عام سے ملے یا شہری آبادی سے ملے اور اگر کسی ویران جگہ سے ملی ہو تو ہر انسان اسکو استعمال

کر سکتا ہے خواہ زمین کے اوپر کی ہو یا دفینہ ہو البتہ اس صورت میں وہ چیز ساری اسے رکھنے کی اجازت نہیں ہے صرف چار حصے وہ رکھ سکتا ہے اور اس کا پانچواں حصہ اس نے غرباء اور مساکین کو دینا ہوگا اور اس سلسلہ میں بڑی لمبی تفصیل ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہے یہاں اس پر اکتفا کرتا ہوں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لُقطہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے یہ اس لیے دیا ہے کہ یہ جاندار مخلوق کی روزی ہے یہ کہیں ضائع نہ ہو جائے پس ثابت ہوا کہ روزی ضائع کرنا بڑا جرم ہے اور ایسے لوگوں کو دنیاوی سزا بھی ہو گی اور اُخروی بھی ہو گی جس طرح اس کی تفصیل ان احادیث سے پہلے آیات قرآنیہ میں آ چکی ہے۔

## بوقت ضرورت کام آنے کے لیے حکومت اناج کا ذخیرہ کر سکتی ہے

| | |
|---|---|
| قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ | کہا تم سات سال لگاتار کھیتی |
| سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا | کرو گے پھر جو کاٹو تو اسے |
| حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ | اس کے خوشوں میں رہنے |
| سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا | دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ پھر |
| تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ | اس کے بعد سات برس سختی |
| مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ | کے آئیں گے جو تم نے انکے |
| سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ | لیے رکھا تھا کھا جائیں گے |
| مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ | مگر تھوڑا سا جو تم بیج کے |
| اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا | واسطے روک رکھو گے۔ پھر |

تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِىْ اس کے بعد ایک سال آئے گا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ اس میں لوگوں پر مینہ برسے گا
فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ اس میں رس نچوڑیں گے۔
وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝

(سورۃ یوسف آیت ۴۷ تا ۴۹)

## تفسیر

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں ابن کثیر کے حوالے سے ان آیات کی جو تفسیر نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے کہ مصر کے بادشاہ نے جب خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی گائیں ہیں۔ دبلی گائیں موٹی گایوں کو کھا جاتی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک۔ اس کی تعبیر اس نے اپنے اراکین حکومت سے پوچھی تو کوئی نہ بتا سکا اور حضرت یوسف علیہ السلام اس زمانہ میں جیل خانہ میں تھے جو ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہے تھے آپ کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا اور آپ سے بادشاہ کے اس مذکورہ خواب کی تعبیر پوچھی۔ تو آپ نے تعبیر بتائی اور ساتھ تدبیر بھی بتا دی کہ اس سے مراد سات خوش حالی کے سال ہیں اور تدبیر یہ بتائی کہ ان سالوں میں تم اچھی طرح کاشت کرنا پھر جو فصل کاٹو تو اس کے دانوں کو خوشوں میں ہی رہنے دیا جائے صرف ضرورت کے موافق نکالنا اور اس کے بعد سات سال خشک سالی کے آئیں گے۔ ان میں وہ پہلا سات سال کا کاشت شدہ اناج تم کھاؤ گے اس کے بعد پھر خوشحالی کا سال آئیگا

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام جب برسر اقتدار آئے تو آپ نے اپنے اس بیان کردہ منصوبہ پر خود عمل کیا اور سات سال تک کاشت کاروں سے خود اناج کاشت کراتے رہے اور اس کی حفاظت بھی کراتے رہے اور جب قحط کے سال شروع ہوئے تو آپ نے اپنی ہی نگرانی میں یہ اناج فروخت کرنا شروع کیا اور اس میں ملکی اور غیر ملکی کا کوئی فرق نہ رکھا۔ سب کو حسب ضرورت اناج مہیا کرتے تھے اور اس قحط کے زمانہ میں آپ خود صرف ایک وقت کھانا کھاتے تھے اور اپنے عملہ کو بھی یہ ہی ہدایت کی ہوئی تھی اور بعض لوگوں نے آپ سے کہا کہ اس وقت تو سب کچھ آپ کے اختیار میں ہے تو آپ کیوں بھوکے رہتے ہیں تو فرماتے تاکہ میرے دل سے بھوکوں کا احساس غائب نہ ہو یہ ہے دوسرے کے غم اور دکھ میں شریک ہونے کا طریقہ۔ معلوم ہوا کہ حکومت وقت حفظ ماتقدم کے طور پر غلہ کا ذخیرہ کر سکتی ہے اور نیز یہ پیغمبرانہ سنت ہے تاکہ مصیبت اور تنگدستی کے وقت پبلک اور رعیت کے یہ اناج کام آئے اور انفرادی طور پر بھی آدمی اپنے کھانے کے لیے اناج کا ذخیرہ کر سکتا ہے خواہ خرید کر ذخیرہ کرے یا اپنی زمین کی پیداوار کا ذخیرہ کرے۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب قحط کے زمانہ میں اناج خرید کر ذخیرہ کرے تاکہ قلت پیدا ہو اور گرانی زیادہ ہو تو بیچے۔ اس کی مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے۔

# ملاوٹ اور ماپ تول میں کمی کی ممانعت

| | |
|---|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا | اے ایمان والو ان ستھری |
| لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ | چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ |
| مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ | نے تمہارے لیے حلال کی ہیں |
| وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ | اور حد سے نہ بڑھو بے شک |
| اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۝ (سورۃ المائدہ: آیت ۸۷) | اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند |
| وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ | نہیں کرتا اور ماپ اور تول کو |
| بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ | انصاف سے پورا کرو۔ ہم کسی |
| نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا | کو اس کی طاقت سے زیادہ |
| وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا | تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب |
| وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ | بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ |
| وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ | رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد |
| ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ | پورا کرو تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ |
| لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ | تم نصیحت حاصل کرو اور بیشک |
| وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ | یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی |
| مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ | کا اتباع کرو اور دوسرے |
| وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ | راستوں پر مت چلو وہ تمہیں |
| فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ | اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے |
| سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ | تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم |

وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ (سورۃ انعام آیت ۱۵۲-۱۵۳) — پرہیزگار ہو جاؤ۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ٥ — اور ناپ تول کر دو۔ تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو۔ یہ بہتر ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۵

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ٥ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ٥ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ٥ وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ٥ — پیمانہ پورا دو اور نقصان دینے والے نہ بنو اور صحیح ترازو سے تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی خلقت کو بنایا۔

(سورۃ الشعراء آیت ۱۸۱ تا ۱۸۴)

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ٥ اَلَّا — اور آسمان کو اس نے بلند کر دیا اور ترازو قائم کی تاکہ

تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ‏ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو
وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ ‏ اور انصاف سے تولو اور تول
وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ‏ نہ گھٹاؤ۔

(سورۃ الرحمٰن آیت ۷ تا ۹)

## تفسیر

یہاں مختلف سورتوں کی متفرق آیات جو ایک ہی موضوع کے متعلق ہیں کردی گئی ہیں۔

پہلی آیت سورۃ مائدہ کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حلال اور پاکیزہ چیزوں کو حرام کرنے سے روکا ہے اس کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ انسان کسی حلال چیز کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ حرام ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ عقیدہ تو ایسا نہ رکھے لیکن زبان سے اس کو حرام کہہ دے یا قسم اُٹھائے کہ فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا اس کے ساتھ حرام فعل کا برتاؤ کرے اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس کے ساتھ حرام کا سا برتاؤ کرے یعنی نہ کھائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ حلال میں حرام ملا دے مثلاً اپنے کھیت کا غلّہ ہے تو اس میں سے عشر نہیں نکالتا یا کسی کا غلہ چوری کر کے اس میں ملا دیتا ہے یا سرمایہ ہے تو اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتا یا گھٹیا اور اعلیٰ چیز ملا کر اعلیٰ دام پہ بیچتا ہے وغیرہ ذالک۔ یہ سب حلال اور طیب کو حرام کرنے کی صورتیں ہیں اور یہ آیت کریمہ ان سب کو شامل ہے اور سورہ نساء کی آیت دو سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس آیت کی تشریح ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ | اور یتیموں کو ان کا مال دے دو |
| وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ | اور ناپاک کو پاک سے مت بدلو |
| بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا | اور ان کے مال اپنے مال کے |
| اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى | ساتھ ملا کر نہ کھاؤ بے شک یہ |
| اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ | بڑا گناہ ہے۔ |
| حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ | |

(سورۃ النساء آیت ۲)

اس آیت کی بقیہ تفسیر کی یہاں ضرورت نہیں ہے وہ خلاصہ تفسیر جلد خامس میں بیان ہو چکی ہے یہاں صرف اتنا مقصد ہے کہ اس آیت میں یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال کے ساتھ حرام ملانے سے وہ حلال بھی حرام ہو جاتا ہے۔

اور آخر میں فرمایا ہے کہ زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی کسی چیز کو حلال اور حرام قرار دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے بندوں کا کام اس کے حکم کی تعمیل ہے اگر اس ضابطے کی خلاف ورزی کریں گے تو خدا کی ان سے عداوت ہو جائے گی اور اس سے آگے سورہ انعام کی آیت ایک سو باون ہے اس میں حرام و حلال کی آمیزش سے بچنے کا طریقہ بتایا ہے کہ ماپ اور تول پورا کرو جہاں تک تمہارا بس چلے اور جو تمہارے بس سے باہر ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اسکی تکلیف نہیں دیتا مثلاً اپنی طرف سے تو اسے پورا تولنا چاہیئے۔ اگر کچھ دانے تولنے میں مالک کی طرف رہ جائیں تو اس میں اس کی گرفت نہیں ہو گی کیونکہ یہ

اس کے بس سے باہر ہے اور آگے واذا قلتم فاعدلوا کا جملہ عام ہے ہر قسم کی عدل وانصاف کی بات شامل ہے اس میں کاروباری بات بھی ہے کہ یہاں بھی انصاف سے بات کرنی چاہیئے جھوٹ نہیں کہنا چاہیئے اور اس کے بعد و بعہد اللہ اوفوا جو جملہ ہے کہ اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرو اس میں دیانت کا کاروبار بھی شامل ہے۔

اور آیت ایک سو ترپن میں یہ فرمایا ہے کہ یہ کاروباری طریقہ صحیح ہے اس کو اپناؤ تو حلال وحرام کی آمیزش سے تم بچ جاؤ گے ورنہ بچ نہیں سکو گے تباہی کا شکار ہو جاؤ گے اور اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل کی آیت پینتیس اور سورہ شعراء کی آیت ایک سو اکیاسی سے لے کر ایک سو چوراسی تک جو آیات ہیں یہ اسی سابق مضمون کی تائید و تاکید ہیں اور اس کے بعد سورہ رحمان کی آیت سات سے لے کر نو تک یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ترازو اس لیے پیدا کی ہے تاکہ لوگ ماپ اور تول میں ناانصافی نہ کریں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ ترازو کا نظام بھی اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ انسانوں کو سکھایا ہے اور یہ معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرنے کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

## ملاوٹ اور ماپ تول میں کمی کرنے سے دنیاوی کاروبار میں خسارہ ہو گا

| | |
|---|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ | اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو |
| يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ | کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت |

| | |
|---|---|
| وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا | کے دن پر ایمان لائے حالانکہ |
| هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ | وہ ایماندار نہیں ہیں اللہ اور |
| يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ | ایمانداروں کو دھوکا دیتے ہیں |
| اٰمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ | حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکا |
| اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا | دے رہے ہیں اور نہیں سمجھتے |
| يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ | ان کے دلوں میں بیماری ہے |
| مَّرَضٌ لا فَزَادَهُمُ | پھر اللہ نے ان کی بیماری |
| اللّٰهُ مَرَضًا ج وَلَهُمْ | بڑھا دی اور ان کے |
| عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا | لیے دردناک عذاب ہے |
| كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا | اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے |
| قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا | تھے اور جب انہیں کہا جاتا |
| فِي الْاَرْضِ لا قَالُوْٓا | ہے کہ ملک میں فساد نہ ڈالو |
| اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ | تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو اصلاح |
| اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ | کرنے والے ہیں خبردار بیشک |
| وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ | وہی لوگ فسادی ہیں لیکن نہیں |
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا | سمجھتے اور جب انہیں کہا جاتا |
| كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ | ہے ایمان لاؤ جس طرح اور |
| قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ | لوگ ایمان لائے ہیں تو |
| اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط | کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائیں جس |
| اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ | طرح بیوقوف ایمان لائے |
| وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ | ہیں خبردار وہی بیوقوف ہیں |

| | |
|---|---|
| وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ | لیکن نہیں جانتے اور جب ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف ہنسی کرنے والے ہیں اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیتا ہے کہ اپنی گمراہی میں حیران رہیں |
| اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ | یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدی سو ان کی تجارت نے نفع نہ دیا اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی بجھا |

ظُلُمٰتٍ لَّا — دی اور انہیں اندھیروں

یُبْصِرُوْنَ ۝ — میں چھوڑا کہ کچھ نہیں دیکھتے

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ — بہرے گونگے اندھے ہیں

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ — سو وہ نہیں لوٹیں گے ۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ — یا جیسا کہ آسمان سے بارش

السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ — ہو جس میں اندھیرے اور

وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ — گرج اور بجلی ہو اپنی انگلیاں

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ — اپنے کانوں میں کڑک کے

فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ — سب سے موت کے ڈر

الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ — سے دیتے ہوں اور اللہ

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ — کافروں کو گھیرے ہوئے

ہے ۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ — قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں

اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ — اچک لے جب ان

اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا — پر چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں

فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ — چلتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا

عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ — ہوتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں اور

شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ — اگر اللہ چاہے تو ان کے کان اور

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ — آنکھیں لے جائے ۔ بے شک

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ — اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (سورۃ البقرہ آیت ۸ تا ۲۰)

# تفسیر

کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے تو بظاہر اس وقت دو ہی جماعتیں تھیں۔ ایک جماعت کافروں کی تھی اور دوسری مسلمانوں کی تھی۔ اور اگرچہ ایک تیسری جماعت بھی تھی جو اپنا ایمان مخفی طور پر رکھتی تھی مگر اس کا اظہار نہیں کر سکتی تھی کیونکہ کفار کا دباؤ زیادہ تھا اس لیے ان کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی تین ہی جماعتیں تھیں۔ ایک کھل کر مسلمانوں کی جماعت۔ دوسری کافروں کی اور تیسری منافقین کی جماعت تھی۔ یہ لوگ اگرچہ اپنے آپ کو مومن کہلاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکے ایمان کی تصدیق نہیں کی جیسا کہ آیت آٹھ میں ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں اور آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ایمان نہیں لائے اور و من الناس من یقول من ہے اور یقول مضارع کا صیغہ ہے اور صیغہ مضارع پر جب تک علامت استقبال نہ ہو تو وہ زمانہ حال اور مستقبل میں مشترک رہتا ہے یعنی اس میں دونوں معنے ہوں گے۔ حال والا بھی ہوگا اور مستقبل والا بھی ہوگا تو اب آیت کا معنی یوں ہوگا کہ اس وقت بھی کچھ لوگ دعویٰ ایمان کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے مگر وہ مومن ہیں اور نہ ہوں گے۔

اور آیت نو اور دس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ایمان کے نام پر اللہ کے دین کے ساتھ اور ایمانداروں

کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان ہے اور یہاں بھی یخادعون اور یکذبون دونوں مضارع صیغہ کے ہیں جو علامت حال اور مستقبل سے خالی ہیں تو معنی یہ ہوگا کہ کچھ لوگ ہمیشہ ایمان کے نام پہ دین اور ایمانداروں سے دھوکہ کرتے رہیں اور اپنا کاروبار چمکاتے رہیں گے۔

پس آیت نو اور دس کا خلاصہ یہ نکلا کہ منافقین کی علامات میں سے دو علامتیں یہ ہیں ایک دھوکہ دینا اور دوسرا جھوٹ کہنا۔

آیت گیارہ میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک ان کے مومن نہ ہونے کی تیسری علامت بیان فرمائی ہے کہ وہ زمین میں فساد کرتے ہیں یعنی چوری، ڈکیتی، کاروبار میں بد دیانتی، رشوت خوری، سود خوری، زناکاری وغیرہ ان کا پیشہ ہے اس لیے وہ مومن نہیں ہیں اور دوسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں پر بڑی کڑی نگرانی رکھتے تھے اور ان کے عقائد اور اعمال کی طرف پوری توجہ دیتے تھے جیسا کہ ایک روحانی باپ اور مربّی کا فریضہ ہوتا ہے اور منافقین نے جب اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا تو ان کی طرف بھی آپ نے توجہ دی اور جب ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ دیکھی اور ان کے اعمال اور اخلاق کو ایمان کے منافی پایا تو پھر آپ نے خود بھی اور اپنے صحابہ کرام رضؓ کے ذریعہ بھی انہیں بتایا کہ تمہارے یہ کام تو ایمان کے منافی ہیں اس کا نام تو ایمان نہیں ہے بلکہ اللہ اور آخرت پہ ایمان لانے کا مقصد تو یہ ہے کہ ان کاموں کو مٹانا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہوتے۔ جرائم چھوڑتے، اپنی اصلاح

کرتے ۔ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگے کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو لوگوں کے سامنے اصلاح کا پروگرام (نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ ادا کرنا اور جھوٹ ، دھوکہ ، دغا بازی وغیرہ سے اجتناب) پیش کیا ہے یہ غلط ہے بلکہ ہمارا دستور حیات ہی اصلاحی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیت بارہ میں یہ جواب دیا کہ آگاہ ہو جائیے بے شک وہی فسادی ہیں یعنی ان کے جتنے کام ہیں وہ سب فساد کے ہیں لیکن ابھی تک ان کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ فساد کس کا نام ہے اور اصلاح کس کا نام ہے وہ تو اپنے ذاتی مفاد کو دیکھ رہے تھے کہ ہمارا اس میں فائدہ ہے اس لیے اس کو اصلاح کہتے تھے ۔ حالانکہ اصلاح یہ ہے کہ پورا معاشرہ امن ، سکون ، اخوت ، محبت اور رواداری کے ساتھ زندگی بسر کرے ۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو اچھا فرمایا ہے وہی کام تا قیامت اچھے ہیں اور اصلاحی ہیں اور اللہ تعالےٰ نے جن کاموں کو برا اور فساد فرمایا ہے وہ تا قیامت بُرے اور فساد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی حقائق اشیاء کا خالق اور عالم ہے اور وہی اشیاء میں خیر اور شر کا مادہ رکھنے والا ہے ۔ انسانی فراست اور فہم یہاں کام نہیں کر سکتی اور اس نے اپنے نبی کریمؐ کے ذریعہ خیر و شر اور اصلاح و فساد کے کاموں سے آگاہ فرما دیا ہے ۔

بہر حال آیت نو سے لے کر بارہ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کے کام دھوکہ ، جھوٹ اور فساد پر مبنی ہیں تو پھر ان کا ایمان ابھی بنا نہیں ہے لہٰذا آیت تیرا میں ان کو پھر ایمان کی دعوت دی گئی کہ ایمان لاؤ جس

طرح ایمان لائے ہیں اور لوگ (صحابہ) اور ان کے ایمان کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت ۳ تا ۵ میں بیان کردی گئی ہے۔ تو ان منافقین نے ایسا ایمان لانے سے انکار کر دیا بلکہ ایسے ایمان کو حماقت قرار دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا بے وقوف تو وہ خود ہیں ابھی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی اور انہیں یہ دعوت ایمان ثانیاً دینے کی ضرورت اس لیے درپیش آئی کہ اعمال کا دارومدار ہی ایمان پر ہے۔ جب ایمان بن جاتا ہے تو اعمال کی اصلاح خود ہی ہو جاتی ہے۔ اس لیے انکی اصلاح کا یہ دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا ہے مگر اس کو بھی انہوں نے مسترد کر دیا بہرحال یہ ایسے لوگوں کے منافق ہونے کی چوتھی علامت ہے۔

آیت ۱۴ میں ایسے لوگوں کے منافق ہونے کی پانچویں علامت بیان فرمائی ہے کہ یہ ذو وجھین قسم کے لوگ ہیں۔ یہ اپنے کاروباری مقاصد کے لیے مسلمانوں سے بھی ملتے ہیں اور کافروں سے بھی انکے دوستانہ مراسم ہیں ان کے عقائد اور کام ان جیسے ہیں اور وہ کافر جب انہیں سرزنش کرتے ہیں جھڑکتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کیوں مراسم اور دوستانہ رکھتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے مذاق کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ مسلم معاشرے کو اچھا نہیں سمجھتے اور وجہ اس کی ان سے ذاتی عداوت نہیں تھی بلکہ وہ مسلمانوں والے کاموں کو اچھا نہیں سمجھتے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دیانت صداقت وغیرہ کیونکہ جب مسلمان مدینہ میں آئے اور انہوں نے وہاں دیانت دارانہ کاروبار شروع کیا تو لوگوں کا رجحان ان کی طرف ہو گیا اور پہلے وہاں جو بددیانت کاروباری تھے ان کے کاروبار پر بڑا اثر پڑا اس لیے وہ ان سے عداوت رکھتے

تھے اس لیے وہ اپنے ہم عقائد لوگوں کے سامنے ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے صحابہ پر طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے اور مسلمانوں کو جب ملتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم بھی تو مسلمان ہیں۔ تم ہم سے کاروبار کیوں نہیں کرتے اور جب ان سے سودا سلف وغیرہ خریدتے تو انہیں خوب لوٹتے تھے

آیت ۱۵ میں ان کی سزا کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہنسی کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ، فراڈ، دغابازی اور استہزاء کی سزا دیں گے۔ یہ ایسا ہی جملہ ہے جیسا کہ ظلم کا بدلہ ظلم حالانکہ ظلم کا بدلہ ظلم تو نہیں ہے وہ تو انصاف ہے لیکن شکل وصورت ایسی ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں اس لیے کہہ دیا جاتا ہے کہ ظلم کا بدلہ ظلم اسی طرح یہاں بھی ہے کہ وہ مسلمانوں سے مذاق کرتے تھے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرے گا یعنی سزا دے گا اور سزا عام ہے دنیاوی بھی اور اُخروی بھی اور دنیا میں جب مسلمانوں کو فتوحات ہوئیں تو منافق ذلیل ہوئے۔ یہ وعدہ خداوندی دنیا میں پورا ہو گیا اور آخرت میں بھی انشاء اللہ پورا ہو گا اور آگے فرمایا ہے ویمدھم فی طغیانھم یعمھون اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دے رہے ہیں یعنی فوراً عذاب نہیں اتارتے تاکہ یہ لوگ غور کر لیں اور شاید اپنے عقائد باطلہ اور طرز زندگی بدل لیں مگر وہ لوگ اس پر تیار نہیں تھے اور دوسری طرف اسلام کو عروج نصیب ہو رہا تھا اسلیے وہ پریشان تھے۔

آیت ۱۶ میں ان کا خسارہ اور نقصان بیان فرمایا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ ہدایت سے مراد

عقیدہ توحید، قیامت اور رسالت پر ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی اور چوری زنا۔ قتل۔ رشوت۔ سود۔ دھوکہ۔ جھوٹ، بد دیانتی وغیرہ سے اجتناب کرنا ہے اور گمراہی سے مراد اس کا عکس ہے اس سے ان کا اصلی مقصد یہ تھا ان کے کاروبار کو فروغ نصیب ہو ترقی ہو لیکن آگے فرمایا فما ربحت تجارتھم ان کو تجارت میں نفع نہ ہوا کیونکہ جب مسلمانوں پر ان کے نفاق کی قلعی کھل گئی تو ان کی نگاہوں سے بھی گر گئے اور ان کے اپنے ہم عقائد اور ہم خیال لوگ جو تھے اُن کی نگاہوں سے بھی گر گئے۔ تو پورے مدینہ میں ان کی ساکھ ختم ہو گئی اور ضد کی وجہ سے وہ راہ ہدایت پر بھی آنے کو تیار نہیں تھے تاکہ رحمت خداوندی ان کو ڈھانپ لیتی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم  نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اور آگے آیت سترہ ۱۷ سے لے کر ۲۰ تک ایسے لوگوں کے خسارے اور نقصان کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں دی ہیں۔ پہلی مثال مثلھم سے لے کر لا یبصرون تک ہے اس کا مقصد یہ ہے جب ان لوگوں نے امنا باللہ وبالیوم الاٰخر کہہ دیا تو اس سے وہ ان تمام حقوق اور مراعات کے مستحق ہو گئے جو ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے اسلامی ریاست میں حاصل ہوتے ہیں اور جب انہوں نے اپنی بداعمالیاں، جرائم، دھوکہ، جھوٹ اور فساد فی الارض وغیرہ کا پیشہ ترک نہ کیا تو جس طرح وہ پہلے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے بعد میں ڈوبے ہی رہے اور ان کو اپنی خلاصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔ آیت ۱۸ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس

تاریکی سے نکالنے کے لیے ان کی دست گیری کرنے کو تیار تھا اور پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ آؤ راہِ ہدایت یہ ہے مگر ضد، عداوت کی وجہ سے وہ اندھے اور بہرے ہو چکے تھے اس لیے وہ آپ کی آواز پہ لبیک کہنے کو تیار نہ تھے۔

آیت ۱۹ اور ۲۰ میں دوسری مثال ہے اس کا مقصد یہ ہے اسلامی نظامِ حیات کی حیثیت باران رحمت جیسی ہے۔ جب وہ برستی ہے تو اس میں کبھی تاریکی ہوتی ہے۔ بجلیاں اور گرج چمک بھی ہوتی ہے تو لوگ ایسے موقعہ پر انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں ہلاکت نہ ہو جائے اور وہی بجلیاں جب چمکتی ہیں تو چلتی اور بجھ جاتی ہیں تو رک جاتی ہیں۔ اسی طرح منافقانہ طرزِ عمل کے لوگوں کا حال ہے کہ جب وہ اسلامی فتوحات دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کے پاس وہ مالِ غنیمت دیکھتے ہیں یا ان کی تجارتی برکات دیکھتے ہیں تو حسد کرتے ہیں اسی لیے کبھی جہاد میں شریک ہو جاتے ہیں کبھی نمازوں میں آجاتے ہیں اور کبھی فنڈ میں چندہ بھی دیتے ہیں تاکہ ادھر سے بھی مال مل جائے اور کاروباری معاملات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے جب انہیں خسارہ ہوتا تو پیچھے ہٹ جاتے تھے تو کیا ایسے لوگ اسلام سے پیچھے ہٹ کر بچ جائیں گے تو فرمایا نہیں کیونکہ ان کی سننے کی قوت اور دیکھنے کی قوت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے تو یہ لوگ اس کی گرفت سے کیسے بچیں گے تو خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی نظامِ حیات کو اپنانے سے دنیاوی کاروبار نہیں چل سکتا اس لیے وہ اسلامی اصولوں کو نہیں اپناتے لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ آخر یہ لوگ نقصان اٹھاتے

ہیں پس آیت ۸ تا ۲۰ میں جن برے کاموں کی وجہ سے منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے اس سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کاموں میں ترقی نہیں ہوتی اور دوسرا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کاروبار جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے مگر انتہائی اجمالی ہے اور آئندہ آنے والی مندرجہ ذیل احادیث سے انشاء اللہ العزیز ہم یہ ثابت کریں گے کہ کون سا کام حرام اور خسارے کا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ احادیث قرآن کریم کی تشریح ہیں کوئی الگ چیز نہیں ہے۔

## ترمیوہ خشک کے بدلے بیچنا جائز نہیں

| | |
|---|---|
| عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ | ابن عمر سے روایت ہے کہ |
| نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ | نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے |
| اَنْ يَبِيْعَ ثَمَرَ | اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ |
| حَائِطِهٖ اِنْ كَانَ نَخْلًا | کی تر کھجور خشک کھجور کے بدلے |
| بِتَمْرٍ كَيْلًا وَاِنْ | ماپ کر بیچے اور اگر انگور ہو تو |
| كَانَ كَرْمًا اَنْ يَبِيْعَهٗ | تر انگور خشک کے بدلے ماپ |
| بِزَبِيْبٍ كَيْلًا اَوْ كَانَ | کر بیچے وغیرہ ذالک۔ اور امام |
| وَعِنْدَ مُسْلِمٍ اِنْ كَانَ | مسلم کی روایت میں ہے اگر |
| زَرْعًا اَنْ يَبِيْعَهٗ بِكَيْلِ | کھیتی ہو تو اس کو ماپ کر غلّے |
| طَعَامٍ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ | کے بدلے بیچے ان سب سے |

| | |
|---|---|
| كُلِّهِ (متفق علیہ) | منع فرمایا ہے۔ |
| وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا | اور بخاری و مسلم کی ایک اور |
| نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ | روایت میں ہے کہ آپ |
| قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ | نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے |
| اَنْ يُبَاعَ مَا فِي | اور فرمایا مزابنہ یہ ہے کہ کھجور |
| رُؤُسِ النَّخْلِ بِثَمَرٍ | کے درختوں پر جو پھل ہے وہ |
| بِكَيْلٍ مُسَمًّى اِنْ زَادَ | ایک ماپ مقرر کے بدلے |
| فَلِيْ وَاِنْ نَقَصَ | بیچا جائے اگر زیادہ ہو تو میرا |
| فَعَلَيَّ | اور اگر کم ہو تو مجھ پر |
| وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى | اور جابر سے روایت ہے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ | علیہ وسلم نے مخابرہ محاقلہ |
| الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ | اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے |
| وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةُ | اور محاقلہ یہ ہے کہ آدمی کھیتی |
| اَنْ يَبِيْعَ الرَّجُلُ الزَّرْعَ | سو فرق گندم کے بدلے بیچے |
| بِمِائَةِ فَرَقِ حِنْطَةٍ | اور مزابنہ یہ ہے کہ آدمی |
| وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ | خشک کھجوریں تر کھجوروں کے |
| يَبِيْعَ الثَّمَرَ فِي | بدلے جو درختوں پر سو فرق |
| رُؤُسِ النَّخْلِ بِمِائَةِ | کے بدلے بیچے۔ اور مخابرہ |
| فَرَقٍ وَالْمُخَابَرَةُ | زمین کو تیسرے حصے پر یا چوتھے |
| كِرَاءُ الْاَرْضِ بِالثُّلُثِ | پر دینا ہے (فرق پیمانہ ہے) |

وَ الرُّبُعِ (مسلم)

## تشریح احادیث

یہ احادیث سورہ بقرہ کی مذکورہ آیات کی توضیح اور تشریح ہیں۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کا علاقہ زرعی تھا۔ یہاں کے لوگ کھیتی باڑی اور باغبانی کا کام کرتے تھے ان میں سے اگر کسی باغ والے کو یا زمیندار کو خشک پھل یا غلہ کی ضرورت پڑتی تو اسٹاک والوں سے تر پھل کے بدلے جو ابھی درختوں پر ہی ہوتا حسب ضرورت خشک پھل ادھار لے لیتے یا تر کھیتی کے بدلے جو ابھی کاٹی ہوئی نہیں ہوتی تھی حسب ضرورت خشک غلہ ادھار لے لیتے تھے۔ عربی محاورات میں اس کو محاقلہ یا مزابنہ کہتے تھے۔
اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور آپ نے ان لوگوں کو یہ کاروبار کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ اس میں دھوکہ ہے باعث نزاع ہے فریقین میں سے ایک کو نقصان پہنچنے کا احتمال قوی ہے۔
اور قرآن کریم کی مذکورہ آیات میں دھوکے کو علامت نفاق قرار دیا ہے اس لیے یہ کاروبار ناجائز ہے اور اس میں اگرچہ متاثرہ فریق اپنے نقصان پر راضی ہوتا ہے مگر اسلام میں اپنا سرمایہ یوں ضائع کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے اور آپ کے اس نشریہ فرمان کے بعد مسلمان جو پہلے یہ کاروبار کرتے تھے انہوں نے تو اسے ترک کر دیا اور عوام الناس کے ساتھ دیانت دارانہ کاروبار کرنے لگے تو ان لوگوں کا رجحان اب ان کی طرف ہو گیا۔ اور منافقین

نے ترک نہ کیا تو لوگ ان سے متنفر ہو گئے ۔ اس طرح ان کا کاروبار ٹھپ ہو گیا تو پھر وہ مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے ۔ اور دوسری حدیث کے آخر میں جو زمین کو تیسرے یا چوتھے حصے پر کرایہ پہ دینے کی ممانعت آئی ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب بیان ہو گی ۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا (مسلم) | اور اسی جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ مخابرہ، معاومہ اور ثُنیا سے منع فرمایا ہے اور عرایہ میں اجازت دی ہے ۔ |
| عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الثُّنْيَا اِلَّا اَنْ يُّعْلَمَ ۔ (رواہ الترمذی) | جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثناء کرنے سے منع فرمایا مگر کہ اندازہ معلوم ہو یعنی یوں کہے کہ میں نے یہ چیز بیچی ہے تجھ پہ مگر بعض نہیں بیچی |

کیونکہ بیع مجہول ہے باعث نزاع اور فساد ہے ہاں اگر کچھ حصہ متعین کر دے تو قباحت نہیں ہے مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ ۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ نَهٰی | اور سہل بن ابی حثمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان |

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ
بِالتَّمْرِ اِلَّا اَنَّهُ
رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ
اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا
تَمْرًا يَأْكُلُهَا اَهْلُهَا
رُطَبًا (متفق علیہ)
وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ
فِي بَيْعِ الْعَرَايَا
بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ
فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ
اَوْسُقٍ اَوْ فِي خَمْسَةِ
اَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ
ابْنُ الْحُصَيْنِ (متفق علیہ)

نقل کیا ہے کہ آپ نے درخت
پر تازہ میوے کے بدلے
خشک کھجور بیچنے سے منع
کیا ہے اور عریہ کی اجازت
دی ہے کہ درخت پر خشک
پھل کا اندازہ کر کے بیچا جائے
تاکہ کھائیں اس کے اہل تازہ کھجور
اور ابی ہریرہ سے روایت
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے عرایہ خشک
کھجور کے بدلے تخمینہ لگا کر
صرف پانچ وسق تک بیچنے
کی اجازت دی ہے اور راوی
کو شک ہے کہ لفظ دون خمس
ہے یا خمس ہے۔

## تشریح

جابر والی دوسری حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ قسم کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ محاقلہ۔ مزابنہ۔ مخابرہ۔ معاومہ اور ثنیا سے اور عرایا کی اجازت دی ہے ان میں سے پہلی

تین اقسام کی تشریح تو اس سے پہلے گزر گئی ہے اور چوتھی قسم جو معاومہ ہے اس کی تشریح یہ ہے

معاومہ عام سے بنا ہے۔ عام کے معنی سال کے آتے ہیں اور اصطلاح میں معاومہ یہ ہے کہ درختوں پر پھل نمودار ہونے سے پہلے ہی میوہ بیچ دیا جائے۔ ایک سال یا دو سال یا اس سے بھی زیادہ کے لیے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہی ہے کہ اس میں نقصان کا احتمال قوی ہے اور شریعت میں ایسی تجارت ناجائز ہے۔

پانچویں قسم ثُنیا ہے یہ مصدر ہے اس کے معنی الگ کرنے کے آتے ہیں اور اصطلاح میں ثُنیا یہ ہے کہ درخت پر پھل ہوا اور اسے بیچے مگر ایک غیر متعین حصہ اپنے لیے مقرر کرلے کہ کچھ اس سے میں اپنے لیے رکھ لوں گا یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ باعث نزاع اور فساد ہے اور اگر متعین کرے تو یہ قباحت نہیں ہے۔

چھٹی قسم عرایا ہے آپ نے اس کی اجازت دی ہے اور عرایا عریّۃ کی جمع ہے۔ عاریۃ سے بنا ہے اس کے معنے مانگنے کے آتے ہیں اور اصطلاح میں عاریّۃ یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ میں سے کچھ پھل دار درخت فقیروں کو پھل کھانے کے لیے دے دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسا کیا کرتے تھے مگر وہ فقیر جب اس باغ میں پھل کھانے کے لیے آتے تھے اور وہاں بیٹھ جاتے تھے تو ان کے آنے جانے کو صاحب باغ برا محسوس کرتا تھا۔ تو ان باغ والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی تھی کہ تم اپنے پاس سے ان فقیروں کو میوہ دے دو اور اس درخت والا تم خود رکھ لو

جو پہلے تم نے ان کو دیا ہے اس کی تفصیل آنے والی حدیث میں آرہی ہے۔

سہل والی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ ایک کھجور کھجور کے بدلے بیچنے سے۔ یہ حدیث اصل میں مجمل ہے اس کی تفصیل حضرت جابر والی حدیث میں گزر گئی ہے کیونکہ یہاں نفس کھجور کے بدلے کھجور بیچنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ یہ برابر بیچنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے اور حضرت جابر والی حدیث میں فی رؤس النخل کا ذکر ہے جس کے معنے کھجور کے درختوں پر کے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس حدیث سے یہ ہی مراد ہے۔ کہ ایک طرف تو پھل ابھی درختوں پر ہو اور دوسری طرف سے اُترا ہوا خشک پھل ہو تو یہ بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں دھوکے اور فساد کا احتمال ہے اور دوسری قسم عریہ کی ہے اس سے پہلے جابر والی حدیث میں اجمالاً اس کا ذکر آیا ہے اور اس میں قدرے تفصیل ہے کہ اندازہ لگا لیا جائے کہ درخت پر جو میوہ ہے وہ اتارنے کے بعد خشک ہو کر کتنا ہوگا اتنا اس کے بدلے میوہ لے کر انسان کھا سکتا ہے اور اندازہ سے مراد یہاں ان لوگوں کا اندازہ لگانا ہے جو ہمیشہ کھیتی باڑی اور باغات کا کام کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کا اندازہ اکثر و بیشتر صحیح ہوتا ہے لہٰذا یہ سود کی صورت نہیں ہے اور عام لوگوں کا اندازہ مراد نہیں ہے

اور اس کے بعد جو حضرت ابوہریرہ والی حدیث ہے اس میں عریہ کی قسم کی مزید تفصیل آگئی ہے کہ یہ عریہ کی قسم پانچ وسق سے زیادہ میں نہیں کیونکہ یہ اجازت بامر مجبوری دی گئی تھی اور پانچ وسق سے

ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

## درختوں پر پھل پکنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے

| | |
|---|---|
| عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَا صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ (متفق علیہ) | عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل پکنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے اور بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع کیا ہے |
| وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ | اور مسلم کی روایت میں ہے کہ کھجور بیچنے سے منع کیا یہاں تک کہ وہ سرخ اور زرد نہ ہو جائے اور کھیتی کا خوشہ بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ پختہ ہو اور آفت سے محفوظ ہو جائے۔ |
| وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ | انس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ نے پھل خوش رنگ ہونے |

| | |
|---|---|
| الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ | سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا |
| قِيْلَ وَمَا تُزْهِيَ | آپ سے عرض کیا گیا کہ خوش |
| قَالَ تَحْمَرَّ وَقَالَ | رنگ ہونے سے کیا مراد |
| اَرَئَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ | ہے کہا سُرخ اور فرمایا جب |
| الثَّمَرَةَ بِمَ يَاْخُذُ | اللہ نے پھل منع کیا ہے تو |
| اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ | تم میں سے کوئی اپنے بھائی |
| (متفق علیہ) | کا مال کیوں لیتا ہے۔ |
| وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى | انس سے روایت ہے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ | علیہ وسلم نے انگور سیاہ ہونے |
| بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى | سے پہلے بیچنے سے منع کیا |
| يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ | اور غلہ سخت ہونے سے |
| الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ | پہلے بیچنے سے منع کیا۔ |

(ترمذی و ابوداود)

## تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

پہلی حدیث عبداللہ بن عمر والی ہے اس کا پہلا حصّہ امام بخاری و مسلم کا اتفاقی ہے اس میں مطلق پھل پکنے سے پہلے بیچنے اور خریدنے سے منع فرمایا ہے اور دوسرا حصّہ صرف امام مسلم کی روایت کا ہے اس میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک کھجور پکنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت

اور دوسرا غلہ پکنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت ہے اور جب پہلی حدیث میں مطلق پھل کا ذکر ہے اور دوسری میں صرف کھجور کا ذکر ہے تو ان دونوں حدیثوں کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام ہے کوئی بھی پھل ہو پکنے سے پہلے بیچنا منع ہے اور اسی طرح غلہ پکنے سے پہلے فروخت کرنا بھی منع ہے۔

اور اس کے بعد دوسری دو حدیثیں جو حضرت انس رضؓ سے مروی ہیں یہ بھی اس مضمون سابق کی تاکید و توضیح ہیں کہ پھل ہو یا غلہ پکنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں نقصان کا احتمال قوی ہے نزاع اور فساد کا باعث ہے اور دوسرے کا مال ناجائز طور پر کھاتا ہے اور یہ حرام ہے اور علامت نفاق ہے اور خریدار کو اس لیے منع فرمایا کہ اس سے اپنا مال ضائع کرنا ہے اور یہ بھی منع ہے۔

## کسی آفت سے اگر میوہ تباہ ہو جائے تو بائع کو چاہیے کہ خریدار کو قیمت واپس کرے

| | |
|---|---|
| وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ وَاَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ | اور جابر سے روایت ہے سالہا سال بیچنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور آفتیں موقوف کر دینے کا حکم دیا۔ |

(رواہ مسلم)

| | |
|---|---|
| وَعَنْهُ قَالَ | اور ان سے ہی روایت ہے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ بِعْتَ | علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر |
| مِنْ اَخِيْكَ ثَمَرًا | تو اپنے بھائی پر میوہ بیچے |
| فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ | اور اسے کوئی آفت پہنچے تو |
| فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ | تیرے لیے حلال نہیں ہے |
| تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا | اس میں سے کچھ لینا اپنے |
| بِمَ تَاْخُذُ مَالَ اَخِيْكَ | بھائی کا مال ناحق کیوں لیتے ہو |
| بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ | |

(رواہ مسلم)

## تشریح

یہاں دو حدیثیں ہیں اور دونوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہیں۔

پہلی حدیث میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک سالوں کے حساب سے میوہ بیچنے کی ممانعت۔ اس کی تفصیل پہلے گزر گئی ہے۔ دوسرا آپ نے یہ حکم دیا کہ اگر کسی نے درختوں پر میوہ بیچا ہو اور کسی آفت سماوی سے وہ میوہ جھڑ جائے تو بائع کو چاہیئے اس کے مول میں سے کچھ کم کر دے تاکہ اس کے نقصان کی کچھ تلافی ہو سکے۔

اور دوسری حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ اس وقت بائع کو اس مول میں سے کچھ لینا حلال نہیں ہے حرام ہے۔ محدثین نے ان

دونوں حدیثوں میں تطبیق یوں بیان فرمائی ہے کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے اس میوے پر کوئی آفت آجائے تو اس وقت بائع کے لیے حرام ہے کہ اس کے مول میں سے کچھ لے کیونکہ مشتری اس وقت چیز کا مالک منصور ہوتا ہے۔ جب چیز اس کے قبضہ میں آجائے اس سے پہلے چیز مالک کی ہے اور مالک کی ہی ہلاک ہوگئی ہے پس پہلی حدیث میں ہلاکت سے مراد مشتری کے ملک میں ہونا ہے تو اس وقت مالک کو چاہیئے قیمت میں سے کچھ واپس کر دے تاکہ اس کے نقصان کی تلافی ہوسکے اور دوسری حدیث میں بائع کے ملک میں ہونا مراد ہے۔

## قبضہ کرنے سے پہلے منقولہ چیز کا بیچنا درست نہیں ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِىْ اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِىْ مَكَانِهِ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِهِ فِىْ مَكَانِهِ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ (ابوداود) | ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگ بازار کی بلندی کی جانب غلہ خریدتے تھے اور پھر اسی جگہ پر وہ بیچ دیتے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس جگہ بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ اسے منتقل نہ کریں۔ |

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰى يَكْتَالَهٗ۔ (متفق علیہ)

اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلہ خریدے پھر اس کو نہ بیچے یہاں تک کہ اس کو پورا نہ لے اور ابن عباس کی ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ اس کو ماپ نہ لے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَّا الَّذِیْ نَهٰی عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا اَحْسِبُ كُلَّ شَیْءٍ اِلَّا مِثْلَهٗ (متفق علیہ)

اور ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے منع فرمایا ہے وہ غلہ ہے کہ قبض کرنے سے پہلے اسے نہ بیچا جائے۔ ابن عباس نے کہا میرے گمان میں ہر چیز کا حکم یہ ہی ہے۔

## تشریح

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لوگ تجارت میں بہت سی غلطیاں کیا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی غلطی تھی کہ غلہ خرید کر

وہاں سے اٹھاتے نہیں تھے، تولتے اور ماپتے بھی نہیں تھے اور وہیں بیچنا شروع کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور اور اس سلسلہ میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین روایتیں ہیں۔

دو تو ابن عمر سے منقول ہیں اور ایک ابن عباس سے منقول ہے اور حضرت ابن عمر کی پہلی روایت کے آخر میں حتی ینقلوہ کا ذکر ہے یعنی اس غلہ کو وہاں (خریدی ہوئی جگہ) سے منتقل کرنا ضروری ہے اور ابن عمر سے جو دوسری روایت ہے اس کے آخر میں حتی یستوفیہ کا ذکر ہے یعنی اس غلہ کو بیچ نہیں سکتا یہاں تک اس کو پورا نہ لے۔

اور حضرت ابن عباس والی روایت میں حتی یکتالہ کا لفظ ہے یعنی اس غلہ کو بیچ نہیں سکتا یہاں تک کہ اس کو ماپ نہ لے پس اس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر والی حدیث کے آخر میں جو یستوفیہ کا جملہ ہے اس سے مراد بھی ماپنا یا تولنا ہے اور جب ماپے گا یا تولے گا تو مبیعہ اپنی جگہ سے خود ہی منتقل ہو جائے گا۔

پس ان تینوں احادیث سے ثابت ہوا کہ انسان اگر غلہ خریدے تو قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچ نہیں سکتا اور قبضہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کو تولے یا ماپ لے اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ خریدار اس وقت چیز کا مالک متصور ہوتا ہے۔ جب چیز اس کی ملک میں چلی جائے اور ملک اس کے قبضہ سے پورا اور تمام ہو گا اور اس سے پہلے خریدی ہوئی چیز پوری طرح مالک کے ملک سے نکلتی نہیں ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ماپ اور تول میں مالک سے کوئی کمی بیشی ہو گئی ہو اور اس کو مجہول چھوڑنے میں کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے۔

اب رہی یہ بات کہ آیا یہ حکم مذکور غلہ کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے تو اوپر مبینہ دو علتوں کو دیکھ کر امام شافعیؒ اور امام محمدؒ اس طرف گئے ہیں کہ یہ حکم عام ہے خواہ وہ خریدی ہوئی چیز منقولہ ہو جیسا کہ غلہ پھل اخروٹ یا غیر منقولہ ہو جیسا کہ مکان، دکان، زمین وغیرہ۔ اور حضرت ابن عباس کا بھی یہ قول ہے اور امام مالک کی رائے گرامی یہ ہے کہ یہ حکم غلہ کے ساتھ مخصوص ہے اور چیزوں کو قبضہ کے سوا بیچنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام یوسفؒ کے نزدیک یہ حکم ان تمام چیزوں کے لیے ہے جو منتقل کی جا سکتی ہیں۔ زمین، دکان، مکان وغیرہ کے لیے یہ حکم نہیں ہے اور امام احمد کا مذہب بھی یہ ہی ہے اور قبضہ چیزوں میں ناپ تول سے ہو گا اور غیر منقول میں ناپ سے۔

## خریدار عیب ناک چیز واپس کر سکتا ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ | ابی ہریرہؓ سے روایت ہے |
| اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی | کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ |
| اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ | علیہ وسلم نے فرمایا نہ آگے جا ملو |
| لَا تَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ | تم قافلہ سے جو غلہ بیچنے کے |
| لِبَیْعٍ وَلَا یَبِیْعُ بَعْضُکُمْ | لیے آئے اور نہ سودا کرے |
| عَلٰی بَعْضٍ وَلَا | تم میں سے کوئی دوسرے کے |
| تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِیْعُ | سودے پر اور گراں بیچنے کی |
| حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا | خاطر قیمت نہ بڑھاؤ۔ اور |
| الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ | شہری دیہاتی پر نہ بیچے اور نہ جمع |

| | |
|---|---|
| اِبْتَاعَهَا بَعْدَ ذَالِكَ | کرو دودھ اونٹ اور بکری |
| فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ | کے تھنوں میں پس اس کے |
| بَعْدَ اَنْ يَّحْلِبَهَا اِنْ | بعد جو خریدے تو دودھ دوہنے |
| رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ | کے بعد اس کو اختیار ہے اگر |
| سَخِطَهَا رَدَّهَا وَ | راضی ہے تو رکھ لے اور اگر |
| صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ۔ | ناراض ہے تو واپس کر دے |
| (متفق علیہ) | اور ساتھ ایک صاع کھجور بھی |
| | دے ۔ |
| وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ | اور مسلم کی روایت میں ہے |
| مَنِ اشْتَرٰى شَاةً | کہ جس نے تھنوں میں جمع شدہ |
| مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ | دودھ والی بکری خریدی تو اسے |
| ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَاِنْ | تین دن کا اختیار ہے اور اگر |
| رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا | واپس کرنا ہے تو واپس کرے |
| مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَآءَ | اور ساتھ ایک صاع کھجور دے |
| | نہ گندم ۔ |
| وَعَنْهُ قَالَ قَالَ | اور ان ہی سے روایت ہے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا | وسلم نے فرمایا کہ نہ آگے جا |
| الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ | کر ملو باہر سے اناج لانے والے |
| فَاشْتَرٰى مِنْهُ فَاِذَا | قافلے کو اور جو اسے مل کر |
| اَتٰى سَيِّدُهُ السُّوْقَ | خریدے پھر جب اسکا مالک |

| | |
|---|---|
| فَهُوَ بِالْخِيَارِ (مسلم) | بازار آئے تو اسکو اختیار ہے۔ |
| وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ | اور ابن عمر سے روایت ہے |
| قَالَ قَالَ رَسُوْلُ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ | نے فرمایا نہ آگے جاکر ملو غلہ |
| وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ | کو یہاں تک کہ وہ بازار میں |
| حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا | نہ اترے۔ |
| اِلَى السُّوْقِ (متفق علیہ) | |
| وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ | جابر سے روایت ہے کہ |
| رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ | جناب رسول اللہ صلی اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيْعُ | علیہ وسلم نے فرمایا نہ بیچے شہری |
| حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا | واسطے جنگلی کے چھوڑ دو لوگوں |
| النَّاسَ يَرْزُقُ اللهُ | کو اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے |
| بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ (مسلم) | ایک کو دوسرے کے سبب سے۔ |

# تشریح احادیث

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دورِ جاہلیت کے لوگ کاروبار میں کئی طرح سے فراڈ کرتے تھے ان میں سے پانچ کا یہاں ذکر ہے جن سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع فرمایا اور آپ نے دھوکہ میں آنے والے کو اختیار دیا ہے کہ اس فراڈ کے منکشف ہونے پر وہ سودا کینسل کر سکتا ہے۔

ان پانچ میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ خریداری کے لیے تجارتی قافلے کو شہر سے باہر جا کر نہیں ملنا چاہیئے بلکہ ان کو شہر کی منڈی میں آنے دینا چاہیئے تاکہ وہ منڈی کا نرخ معلوم کر سکیں اس کے بعد جس نرخ پر اتفاق ہو سودا خریدا جا سکتا ہے اور اگر پہلے ہی شہر سے باہر جا کر ان سے کوئی ملے تو چونکہ ان کو شہری نرخ معلوم نہیں اور اگر وہ وہیں سامان بیچ دیں گے تو ان کے ساتھ دھوکہ ہو جائے گا۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ منافقوں کا کام ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اور دوسری چیز یہ ہے کہ نہ بیچے بعض تمہارا اوپر بیچنے بعض کے اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی دوسرے سے کوئی سودا خرید چکا ہے تو تیسرا آکر اس خریدار سے کہے کہ اس سے نہ خریدو، میں تمہیں اس سے سستا دے دوں گا تم مجھ سے خریدو یہ بھی شریعت اسلامی میں جائز نہیں۔ یہ دو آدمیوں کے درمیان بغض اور نفاق ڈالنے والی بات ہے ہاں اگر پہلے نے گاہک سے کوئی دھوکہ یا غبن والا معاملہ کیا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ تیسرا آدمی اس سادہ لوح گاہک کو اس کے دھوکے سے بچائے اور اسکو ظلم سے بچائے۔

تیسری صورت کو لا تناجشوا سے بیان فرمایا ہے یہ نجش سے بنا ہے اور نجش اسے کہتے ہیں کہ کوئی آدمی بیچنے والے کے ساتھ مل کر مال کی تعریف کرتا ہے یا قیمت کو اس لیے بڑھاتا ہے تاکہ لوگ اس کو زیادہ قیمت میں خریدیں۔ خود خریدنا نہیں چاہتا اس سے بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ بھی دھوکہ اور فریب

کی صورت ہے۔

چوتھی صورت و لایبیعُ حاضر لباد میں بیان فرمائی ہے کہ نہ بیچے شہری دیہات والے کے لیے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک دیہاتی گنوار شہر میں بیچنے کے لیے غلہ لائے کہ آج کے نرخ پہ بیچوں گا اور ایک شہری اسے کہے کہ تم آج نہ بیچو۔ یہ غلہ تم میرے سپرد کر جاؤ میں تمہیں اس سے مہنگا بیچ کر دوں گا۔ اس سے بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے مخلوق کی روزی اور منافع رکتا ہے اور یہ بھی منافقانہ عمل ہے۔ اور یہ حرام ہے۔

پانچویں صورت وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ سے آخر حدیث تک بیان فرمائی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اونٹنی یا بکری وغیرہ کا دودھ ایک دو روز تک نہ دوہے تاکہ تھنوں میں بہت سا دُودھ جمع ہو جائے اور گاہک گمان کرے یہ بہت دودھ دیتی ہے اور پھر اس کی زیادہ قیمت وصول کرے اس سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں بھی دھوکہ ہے اور اگر مشتری اس طرح کا جانور رکھنا چاہے جب کہ اسے یہ معلوم بھی ہو گیا ہو کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے تو اسے اختیار ہے رکھ سکتا ہے اور اگر واپس کرنا چاہے تو بھی کر سکتا ہے لیکن واپس کرنے کی صورت میں اس کے ساتھ چار سیر کھجور یا کوئی غلہ بھی دینا ہے کیونکہ مشتری نے اس کا کچھ دودھ پیا ہو گا یا بیچا ہو گا اور یہ حکم احتیاطی طور پہ ہے۔

اور امام مسلم والی روایت میں اس اختیار کی حد بھی متعین کر دی ہے کہ اس کو تین دن اختیار ہے اس کے بعد واپس نہیں کر سکتا اور اس حدیث میں واپسی کا اختیار صرف اونٹنی یا بکری والے کو دیا ہے اور

ابوہریرہ کی جو بعد والی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے کہ جلب کو بھی شامل ہے کہ جہاں بھی مبیعہ میں عیب ظاہر ہو تو اسے مبیعہ واپس کرنے کا اختیار ہے باقی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

اور اس کے بعد ابن عمر والی حدیث اور جابر والی حدیث بھی اسی مضمون سابق کی تاکید ہیں اور اس سے پہلے جو مذکور ہوا ہے کہ بائع کو سودا کینسل کرنے کا اختیار ہے یہ اسی صورت میں ہے جب اسے پتہ چلے کہ شہری نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور اگر اس نے عام شہری نرخ پر بیچا تو پھر اختیار نہیں اور یہاں جو شافعی اور حنفی اختلاف ہے وہ کتب فقہ میں مذکور ہے یہاں اس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ (مسلم) | ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ سودا کرے آدمی اپنے بھائی کے سودے پر اور نہ منگنی کرے اپنے بھائی کی منگنی پر مگر اس کی اجازت سے۔ |
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ (مسلم) | اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بھاؤ چکائے آدمی اپنے بھائی مسلمان کے بھاؤ پر۔ |

# تشریح

یہ دونوں حدیثیں حضرت ابوہریرہ والی حدیث میں جو جملہ ولا یبیع بعضکم علی بعض کا آیا ہے اس کی تشریح ہیں یعنی اگر ایک آدمی سودا کر چکا ہے تو دوسرے آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ گاہک کو جاکر بدرا کرے اور اسی طرح ایک آدمی ایک عورت سے منگنی کر چکا ہے مہر وغیرہ بھی طے ہو چکا ہے تو دوسرے آدمی کو نہیں چاہیئے کہ وہ اس عورت کو پیغام نکاح دے مگر اس کی اجازت سے۔ اور یہاں مسلم کا جو لفظ آیا ہے یہ بھی پہلی حدیث کی تشریح ہے کیونکہ پہلی حدیث میں اخی کا لفظ آیا ہے اس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید اس سے مراد حقیقی بھائی ہوگا تو ابوہریرہ والی حدیث میں جواب دیا ہے کہ اس سے مراد مسلمان بھائی ہے اور یہ قید احترازی بھی نہیں ہے بلکہ اس میں ذمی معاہد اور مستامن بھی شامل ہیں اور مسلمان کا ذکر للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ دھوکے کی صورت ہے جو شریعت میں ناجائز ہے۔

## مبیعہ کو دیکھنا بھی ضروری ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ | اور ابی سعید خدری سے روایت |
| الْخُدْرِیْ قَالَ نَھٰی | ہے کہ جناب رسول اللہ صلی |
| رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ | اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی |

| | |
|---|---|
| وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ | پوشاک پہننے سے اور دو طرح |
| وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ نَهَى | کے بیچنے سے منع فرمایا |
| عَنِ الْمُلَامَسَةِ | آپ نے بیچنے میں چھونے |
| وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ | سے اور پھینکنے سے منع |
| وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ | فرمایا اور چھونا یہ ہے کہ |
| الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ | آدمی دوسرے کے کپڑے |
| بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ | کو رات یا دن میں اپنے |
| بِالنَّهَارِ وَلَا يُقَلِّبُهُ | ہاتھ سے چھوئے اور اس |
| إِلَّا بِذَالِكَ وَالْمُنَابَذَةُ | کو اس چھونے کے سبب |
| أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ | الٹائے نہ اور دوسری بیع |
| إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ | منابذت ہے کہ پھینکے آدمی |
| وَيَنْبِذَ الْآخَرُ ثَوْبَهُ | اپنا کپڑا دوسرے کی طرف |
| وَيَكُونُ ذَالِكَ بَيْعَهُمَا | اور وہ دوسرا اپنا کپڑا اس |
| عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا | کی طرف پھینکے اور یہی ان |
| تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَيْنِ | کے درمیان سودا قرار پائے |
| اِشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ | سوائے دیکھنے کے اور |
| أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبًا عَلَى | رضامندی کے اور دو طرح |
| أَحَدِ عَاتِقَيْهِ فَيَبْدُو | کے پہناووں سے منع کیا |
| أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ | ایک ان میں صماء ہے اور صماء |
| عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ | یہ ہے کہ ایک مونڈھے پر |
| الْأُخْرَى اِحْتِبَاؤُهُ | آدمی کپڑا ڈالے اور دوسرا مونڈھا |

| | |
|---|---|
| بِثَوْبِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ | کھلا رہے اس پر کپڑا نہ ہو اور |
| لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ | دوسرا پہناوا یہ ہے کہ گوٹ |
| شَيْءٌ ۔ | مارنا ہے ساتھ کپڑے کے |
| (متفق علیہ) | دراں حالیکہ وہ بیٹھا ہوا ہو |
| | اور اس کی شرمگاہ پر کچھ نہ ہو |

# تشریح

یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے معاشرے میں کئی طرح سے خرابیاں پائی جاتی تھیں، اور آپ نے آکر ان کی اصلاح فرمائی۔ ان خرابیوں میں سے دو خرابیوں کا بیان اس حدیث میں ہے۔ پہلی خرابی ملامست کہلاتی تھی اس کی صورت یہ تھی ایک آدمی دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگاتا تھا بس اسی کو بیع تصور کرتے تھے۔ ایجاب وقبول بھی نہیں ہوتی تھی اس کپڑے کو الٹ پلٹ بھی نہیں کرتے تھے دیکھتے بھی نہیں تھے رضامندی کی بھی کوئی شرط نہیں تھی۔ اس سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دھوکے کا احتمال ہے اور آج کل بھی یہ کاروبار عام ہے کہ لوگ مبیعہ کو دیکھتے نہیں ہیں سودا کر لیتے ہیں اور بعد میں دھوکہ ثابت ہوتا ہے

اور دوسری خرابی منابذت کہلاتی ہے اور منابذت یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکتا تھا اور وہ دوسرا اپنا کپڑا اس کی طرف پھینکتا تھا بس اسی کو بیع تصور کرتے تھے زبانی طور پر کوئی ایجاب

وقبول نہیں ہوتا تھا اور اس کپڑے کو الٹ پلٹ بھی نہیں کرتے تھے اور رضامندی کی بھی کوئی شرط نہیں ہوتی تھی اس سے بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اور فریقین میں سے کسی نہ کسی کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور آج کل بھی بعض علاقوں میں ایسا رواج ہے کہ مبیعہ کی طرف پتھر پھینکتے ہیں بس اسی کو بیع تصوّر کرتے ہیں۔ فریقین میں سے کسی کی رضامندی اور دیکھنے کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا

اور جن دو قسم کے پہناووں سے منع فرمایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ سر سے لے کر پاؤں تک کپڑا لپیٹ لے کہ ہاتھ بھی اس میں لپٹے رہیں اور کہیں سے کھلا نہ رہے شاید آج کل اس کا کہیں رواج ہو لیکن دورِ جاہلیت میں اس کا رواج تھا اور دوسرا پوشش جس سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ کولہوں پہ بیٹھے اور اپنی دونوں رانوں کو کھڑی کرے اور کپڑا اپنی دونوں رانوں اور کمر کے گرد لپیٹے اس طرح کہ ستر کھلا رہے اس طرح کے پہناوے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے بے پردگی ہوتی ہے۔ اگر بے پردگی نہ ہو تو کوئی قباحت نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ — ابوہریرہؓ سے منقول ہے

قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ — جناب رسول اللہ صلے اللہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ — علیہ وسلم نے حصاۃ اور غرر

عَنْ بَیْعِ الْحَصَاةِ — کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

وَعَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ۔

(رواہ مسلم)

# تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو قسم کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ ایک حصاۃ اور دوسری غرر حصاۃ کی تعریف یہ ہے کہ مول لینے والا خریدار بیچنے والے سے کہے جب میں تیری چیز پر کنکری پھینکوں تو بیع واجب ہو گی اور یا بیچنے والا کہے کہ جب تو میری چیز پر کنکری پھینکے تو بیع واجب ہو گئی یا زمین میں سے میں نے اتنی زمین بیچی جہاں تک تیری کنکری جائے۔

اور بیع غرر یہ ہے کہ بیع مجہول ہو یا بائع کی قدرت میں نہ ہو جیسے دریا میں مچھلی بیچنا یا ہوا میں پرندہ بیچنا دورِ جاہلیت میں ایسے کاروبار کا رواج تھا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اور باعث فساد اور نزاع ہے۔ مبیعہ دیکھا ہوا نہیں ہے۔ پس یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی وضاحت ہے جو ابوسعید خدری سے مروی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ | ابن عمر سے روایت ہے |
| نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ | نے حمل کا حمل بیچنے سے منع |
| بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ | فرمایا |
| وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ | اور دورِ جاہلیت میں لوگ یہ |
| اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ | بیع کرتے تھے۔ آدمی اونٹ |
| الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ | خریدتا تھا یہاں تک کہ جنے |

| | |
|---|---|
| اِلیٰ اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ | اونٹنی پھر جنے وہ جو اس کے |
| ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِیْ فِیْ | پیٹ میں ہے۔ |
| بَطْنِهَا۔ (متفق علیہ) | |

## تشریح

اس کاروبار سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ یہاں بھی مبیعہ مجہول ہے اور جہاں بھی مبیعہ مجہول ہو وہ کاروبار ناجائز ہے آئندہ احادیث میں مزید تشریح آرہی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْهُ قَالَ نَهٰی | اور ابن عمر سے روایت ہے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ | نے نر کو جفتی کے لیے کرایہ |
| عَسْبِ الْفَحْلِ (البخاری) | پر دینے سے منع فرمایا ہے |
| وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا | اور انس سے مروی ہے کہ |
| مِنْ کِلَابٍ سَئَلَ | بنی کلاب کے ایک |
| النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ | آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ | سے نر کو جفتی کے لیے کرایہ |
| الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ | پر دینے کے بارے میں پوچھا |
| یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا | تو آپ نے منع کیا اس نے |
| نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُکْرَمُ | کہا یا رسول اللہ ہم نر کو عاریتہ |
| فَرَخَّصَ لَهٗ فِیْ | دیتے ہیں پھر ہمیں انعام دیا |
| الْکَرَامَةِ (ترمذی) | جاتا ہے تو آپ نے انعام لینے |

کی اجازت دی ۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ فَاَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ | اور حکیم بن حزام سے نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا کہ وہ چیز بیچوں جو میرے پاس نہیں ہے ۔ اور امام ترمذی کی ایک اور روایت میں اور ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ حکیم بن حزام نے کہا میں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک آدمی آتا ہے اور وہ مجھ سے کوئی چیز لینا چاہتا ہے اور وہ میرے پاس نہیں ہوتی تو میں اس کے لیے بازار سے خریدتا ہوں تو آپ نے فرمایا مت بیچو وہ چیز جو تمہارے پاس نہیں ۔ |

## تشریح

یہاں تین حدیثیں مذکور ہوئی ہیں ۔ ایک ابن عمر والی ہے اور دوسری انس والی ہے ان دونوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کو جفتی کے لیے

کرایہ پر دینے سے منع فرمایا اور عاریۃً دینے کی اجازت دی اور اس سلسلہ میں اگر مالک کو کوئی انعام کے طور پر کچھ دے دے تو اس کی بھی اجازت دی ہے

اور تیسری حدیث میں جو چیز آدمی کے پاس نہ ہو اس کے بیچنے سے منع فرمایا ہے اور ان تمام چیزوں کو بیچنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں مبیعہ موجود نہیں ہوتا اور اسلامی اصولوں کے موافق خرید و فروخت کے وقت مبیعہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔

# فالتو پانی بیچنا ناجائز ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ (مسلم) | اور جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فالتو پانی بیچنے سے منع فرمایا۔ |
| وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَاُ (متفق علیہ) | اور ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فالتو پانی نہ بیچا جائے تاکہ اس کے بدلے گھاس بیچا جائے |

# تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فالتو پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے اور وجہ اس کی ہے کہ پانی اللہ تعالٰی نے انسان حیوانات جانور اور چرندو پرند سب کے لیے پیدا کیا ہے اس میں سے انسان اتنا رکھ سکتا ہے جتنا کہ اس کو اپنے ذاتی استعمال یا کھیت کے لیے ضرورت ہو اس سے زیادہ نہیں رکھ سکتا اور اس زیادہ پانی کو بیچ بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ اس کا حق نہیں ہے یہ غیر کا حق ہے اور غیر کے حق کو یہ کیسے بیچ سکتا ہے اور اگر ایسا کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے کے کھیت میں اس پانی سے جو گھاس اُگے گا وہ گھاس یہ بیچ رہا ہے اور یہ سراسر ظلم ہے اور انتہائی ناانصافی ہے۔ ہاں اگر کسی کا ذاتی پانی ہے زر خرید ہے ذاتی کنواں ہے یا اس کی ذاتی زمین میں چشمہ اگتا ہے تو وہ اگر بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے بہر حال خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ فالتو پانی بیچنا ناجائز ہے کیونکہ یہ خدا کی جاندار مخلوق کی روزی روکنا ہے اس سے بہت سی مخلوق روزی سے محروم ہو جائے گی۔

## ایک سودے میں ۲ سودے اور ساتھ شرطیں لگانا ناجائز ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ | اور ابوہریرہ سے روایت |
| قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ | ہے کہ جناب رسول اللہ صلی |
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | اللہ علیہ وسلم نے ایک سودے |

| | |
|---|---|
| عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ (رواہ مالک والترمذی) | میں دو سودے کرنے سے منع فرمایا۔ |
| عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ صَفْقَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ (شرح السنۃ) | عمرو ابن شعیب نے اپنے باپ اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سودے میں دو سودے کرنے سے منع فرمایا |

## تشریح

اس باب میں دو حدیثیں ہیں۔ ایک ابو ہریرہ والی ہے اور دوسری عمرو بن شعیب والی ہے ان دونوں میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سودے میں دو سودے کرنے سے منع فرمایا ہے اس کی تفسیر دو طرح بیان کی گئی ہے ایک یہ ہے کہ ایک ادمی دوسرے آدمی کو یوں کہے کہ میں نے اپنی فلاں چیز تجھ پر دس ہزار پہ بیچی بشرطیکہ تو اپنی فلاں چیز مجھ پر سو روپے میں بیچے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو یوں کہ میں نے اپنی فلاں چیز تجھ پر دس روپے میں بیچی بشرطیکہ تو مجھے بیس روپے قرض بھی دے یہ ہے ایک سودے میں دو سودے کرنے کی صورت اور یہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں ایک طرح کا دھوکہ ہے اور دوسرے کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھانے

کی صورت ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَّلَا بَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحُ مَالَمْ يُضْمَنْ وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ (ترمذی) | اور عمرو ابن شعیب سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں حلال قرض اور سودا اور نہیں درست ایک سودے میں دو شرطیں اور اس چیز کا نفع اٹھانا جائز نہیں جو ضمان میں نہیں آئی اور نہیں بیچنا اس کو جو تیرے پاس نہیں |

## تشریح

اس حدیث کا مضمون تو اجمالاً پہلی دو حدیثوں میں آچکا ہے اس میں ضرر سے تفصیل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان عالی میں چار طرح کے کاروبار سے منع فرمایا ہے پہلا نہیں جائز قرض اور بیچنا یعنی کسی کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا اس شرط پر کہ وہ اس کو اتنا قرض دے گا۔

اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو قرض دے اور اپنی کوئی چیز اس کے ہاتھ بیچے اور اس کی قیمت زیادہ لگائے یہ حرام ہے کیونکہ اس کے قرض دینے پر وہ زیادہ قیمت دیتا ہے اور قرض پر منافع لینا حرام ہے کیونکہ یہ سود ہے اور آج کل یہ کاروبار عام ہے یہ سود خوروں کا ایک چکر ہے یہ حرام کھانے اور کمانے کا ایک حیلہ ہے اس لیے آپ

نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اور دوسرا کاروبار یہ ہے کہ ایک سودے میں دو شرطیں لگانا یہ بھی ممنوع ہے اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو وہ جو اوپر مذکور ہو چکی ہے ابوہریرہ والی حدیث اور عمرو بن شعیب والی حدیث کی تشریح ملاحظہ فرمائیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ بیچے ایک چیز ساتھ دو شرطوں کے مثلاً یوں کہے کہ میں نے یہ کپڑا تجھ پر بیچا بایں شرط کہ دُھلا بھی دوں گا اور سلوا بھی دوں گا۔ اور محدثین نے لکھا ہے کہ دو شرطوں کی قید اتفاقی ہے اگر ایک شرط لگائے تو بھی ناجائز ہے کیونکہ سودے میں ایسی شرطیں لگانا ناجائز ہے۔

اور تیسرا کاروبار جو ممنوع ہے وہ یہ ہے مثلاً ایک شخص ایک چیز بیچتا ہے اور خریدار ابھی تک اس پر قبضہ نہیں کرتا اور بیچنے والا اس چیز کا اس سے کرایہ لیتا ہے اور یا خریدار از سر خود اس کا کرایہ دیتا ہے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ ابھی تک وہ چیز بیچنے والے کے ملک میں ہے اس وقت اگر وہ ضائع ہو جائے تو بیچنے والے کی ضائع ہوئی۔ مشتری کی ضائع نہیں ہوئی اور اگر اس چیز سے کوئی نفع حاصل ہوگا تو وہ بیچنے والا کا ہوگا اور چوتھی چیز اس چیز کا بیچنا ممنوع ہے جو ملک میں نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اوپر مذکور ہو چکی ہے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ملاحظہ کر لیں۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ | عائشہ سے روایت ہے |
| جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ | کہا بریرہ آئی اور کہا کہ میں نے |
| اِنِّیْ كَاتَبْتُ عَلٰى | مکاتبت کی ہے نو اوقیہ پر |
| تِسْعِ اَوَاقٍ فِیْ كُلِّ | اور ہر سال میں ایک اوقیہ دینا |

| | |
|---|---|
| عَامٍ وَقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِيْ | ہے آپ میری امداد کریں عائشہ |
| فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ | نے کہا اگر پسند کریں تیرا |
| اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا | خاندان تو دے دوں ان کو |
| لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً | ایک ہی دفعہ اور تجھے آزاد |
| وَاُعْتِقُكِ فَعَلْتُ | کر دوں گی پھر میں ایسا کروں |
| وَيَكُوْنَ وِلَاءُ لَكِ لِيْ | اور تیری وِلاء میری ہو گی پھر |
| فَذَهَبَتْ اِلٰى اَهْلِهَا | وہ اپنی اہل کے پاس گئی تو |
| فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ | انہوں نے وِلاء دینے کا انکار |
| الْوَلَاءُ لَهُمْ فَقَالَ | کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | نے فرمایا لے لو اور اسے |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِيْهَا | آزاد کرو پھر رسول اللہ صلی اللہ |
| وَاَعْتِقِيْهَا ثُمَّ قَامَ | علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | ہوئے پھر آپ نے اللہ |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى | تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور |
| النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ | ثنا بیان کی پھر فرمایا اس کے |
| وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ | بعد کیا حال ہو گا ان لوگوں کا |
| قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ | جو ایسی شرطیں مقرر کرتے |
| رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ | ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں |
| شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِىْ | ہیں اور جو شخص ایسی شرط |
| كِتَابِ اللّٰهِ مَا كَانَ | لگائے جو اللہ کی کتاب میں |
| مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِىْ | نہیں ہیں تو وہ باطل ہے اگرچہ |

| | |
|---|---|
| كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ | سو شرطیں کیوں نہ ہوں پس |
| بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ | اللہ کا حکم لائق تر ہے کہ اس |
| شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللّٰهِ | کی اتباع کی جائے اور اللہ |
| اَحَقُّ وَ شَرْطُ اللّٰهِ | کی شرطیں زیادہ مضبوط ہیں |
| اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ | ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے۔ |
| لِمَنْ اَعْتَقَ (متفق علیہ) | |

## تشریح

حضرت بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی تھی اس سے پہلے وہ ایک یہودی کی لونڈی تھی۔ انہوں نے بریرہ سے کتابت کی۔ کتابت یہ ہے کہ مالک اپنے غلام یا لونڈی سے کہے کہ تم اپنی قیمت مجھے دے دو تو میں تجھے آزاد کر دوں گا اور اگر وہ قبول کرے اور اپنی قیمت ادا کر دے تو آزاد ہو جاتا ہے ورنہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور آپ سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی اور کہا کہ میں نے ان کو سال میں صرف ایک اوقیہ دینا ہے اور کل نو اوقیہ قیمت طے ہوئی ہے اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پس حضرت عائشہ نے فرمایا میں تیری ساری قیمت یکمشت دے دیتی ہوں مگر ولا میری ہوگی جا کر مالکوں سے مشورہ کر لو چنانچہ وہ گئی اور ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے ولا دینے سے انکار کر دیا۔ ولا حق آزادی کو کہتے ہیں یعنی وہ آزاد کردہ غلام جب مر جائے اور اس کے عصبہ ورثا نہ ہوں تو آزاد کنندہ اس کا وارث ہوتا ہے اور جب مالکوں نے ولا دینے سے انکار کیا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو فرمایا کہ وہ لونڈی خرید لو اور اس کو آزاد کر دو اور ولا تیری ہو گی کیونکہ ولا اس کی ہے جو آزاد کرے وہ یہودی تو بیچنے والا ہے آزاد کرنے والا نہیں ہے۔ تو وہ ولا کا کس طرح کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور جو لوگ کاروبار میں ایسی شرطیں لگاتے ہیں ان کی مذمت بیان فرمائی اور ایسی شرطوں کو باطل فرمایا پس معلوم ہوا بائع یا مشتری کے لیے عقد کے منافی شرطیں لگانا ناجائز ہے۔

# بیع میں کھیتی، پھل اور جانور کی سواری کو مستثنیٰ کرنا جائز ہے

لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنِ اشْتَرٰى اَرْضًا فِيْهَا نَخْلٌ فَالثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ (ہدایہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو زمین خریدے اس میں کھجوریں ہوں تو زمین بیچنے والے کو حق ہو گا کہ پھل کو اپنے لیے مستثنیٰ کرے مگر کہ خریدار شرط لگا دے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ

ابن عمر سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تابیر کے بعد کھجور خریدے تو اس کا

| | |
|---|---|
| تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ | پھل بیچنے والے کا ہو گا مگر |
| اِلاَّ اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ | کہ خریدار شرط لگائے اور |
| وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا | جو غلام خریدے اور اس کا |
| وَلَهٗ مَالٌ فَمَالُهٗ | مال ہو تو وہ مال بیچنے والے |
| لِلْبَائِعِ اِلاَّ اَنْ | کا ہو گا مگر کہ خریدار شرط لگا |
| يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ | دے۔ |
| (مسلم) | |
| وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ كَانَ | اور جابر سے روایت ہے کہ |
| يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ | وہ اپنے اونٹ پر جا رہے |
| لَهٗ قَدْ اَعْيٰى فَمَرَّ | تھے جو تھک چکا تھا تو نبی صلی |
| النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ | اللہ علیہ وسلم اس کے پاس |
| وَسَلَّمَ بِهٖ فَضَرَبَهٗ | سے گزرے تو آپ نے اسے |
| فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ | مارا تو وہ بہت تیز چلنے لگا |
| يَسِيْرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ قَالَ | کہ پہلے اس طرح نہیں چلتا تھا |
| بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ | پھر آپ نے فرمایا کہ اس کو |
| فَبِعْتُهٗ فَاسْتَثْنَيْتُ | مجھ پر ایک وقیہ سے بیچ دو |
| حُمْلاَنَهٗ اِلٰى اَهْلِيْ | اس نے کہا کہ میں نے وہ آپ |
| فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ | پر بیچ دیا اور استثناء کی |
| اَتَيْتُهٗ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ | اس کی سواری اپنے گھر تک |
| ثَمَنَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ | پس جب میں مدینہ آیا تو |
| فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ | لایا میں آپ کے پاس وہ |

وَرَدَّهُ عَلَيَّ
(متفق علیہ)

اونٹ اور آپ نے مجھے اس کی قیمت دی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مجھے اس کی قیمت دی اور وہ اونٹ بھی مجھے واپس دیدیا۔

## تشریح

یہاں اس باب میں تین احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث صاحب ہدایہ نے نقل کی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص کسی سے زمین خریدے اور اس میں درخت ہوں اور ان درختوں پر پھل ہو تو وہ پھل بیچنے والے کے ہونگے ہاں اگر خریدار نے شرط لگائی ہو کہ ان درختوں کا پھل بھی میرا ہی ہوگا اور بیچنے والے نے ہاں کردی تو پھر وہ پھل خریدار کا ہوگا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی سے زمین خریدے اور فصل موجود ہو تو وہ فصل بھی مالک کا ہی ہوگا ہاں اگر خریدار شرط لگائے کہ اس میں جو فصل ہے وہ بھی میں ہی رکھوں گا اور بائع اس پر راضی ہو جائے تو ٹھیک ہے یہ فصل مشتری کا ہوگا اور اسی حدیث میں اگرچہ درختوں کے پھلوں کا ذکر ہے زمین کی فصل کا ذکر نہیں ہے لیکن ظاہر ہے جب پھلوں کا یہ حکم ہے تو کھیتی کا بھی یہ ہی حکم ہے کیونکہ فصل بھی درختوں جیسا پھل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ غلہ کے درخت چھوٹے ہوتے ہیں اور عام پھل کے درخت بڑے ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث ابن عمر والی ہے اور اس میں دو مسئلے ہیں ایک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے تابیر شدہ کھجور کے درخت خریدے تو ان کا پھل بیچنے والے کا ہوگا۔ ہاں اگر خریدار شرط لگائے کہ یہ پھل بھی میں ہی رکھوں گا اور بیچنے والا راضی ہو جائے تو پھر پھل اسی کا ہوگا اور تابیر اسے کہتے کہ رکھتے ہیں نر کھجور کا پھول مادہ کھجور کے پھولوں میں اس سے پھل زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کے اس حصے سے صاحب ہدایہ والی حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس حدیث میں دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اسی طرح اگر کوئی غلام خریدے اور اس کا مال ہو تو وہ مال بھی بیچنے والے کا ہوگا۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے تو پھر وہ مال خریدار کا ہوگا اور آج اگرچہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے لیکن اس حدیث کے ضمن میں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جانور بیچے مثلاً گھوڑا، اونٹ وغیرہ اور اس پہ زین یا جھول وغیرہ تو وہ بھی بیچنے والے کا ہوگا ہاں اگر خریدار مستثنیٰ کر دے تو وہ بھی خریدار کا ہوگا۔

تیسری حدیث جابر والی ہے اس میں انہوں نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اونٹ خریدا اس حال میں کہ میں اس پہ سوار تھا تو میں نے اپنے گھر تک پہنچنے کی استثنار کی تو آپ نے منظور فرمائی۔

پس ان تینوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص فصل والی زمین بیچے تو فصل بیچنے والے کا ہی ہے اور اگر پھلدار درخت بیچے تو پھل بھی بیچنے والے کا ہوگا۔ ہاں اگر خریدار شرط عائد کر دے تو وہ پھل خریدار کا ہوگا۔ اسی طرح اگر جانور بیچے تو جب تک اسکے قبضے

میں ہے اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

## بیعانہ رکھنا جائز نہیں ہے

عَنْ عُمَرَ ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الْعُرْبَانِ۔

عمر ابن شعیب اپنے باپ اور وہ اس کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عُربان سے منع فرمایا ہے۔

(مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ)

## تشریح

کوئی شخص اگر کسی پر کوئی چیز بیچے اور خریدار سے کچھ روپے پہلے لے لے اور یوں کہے کہ اگر ہمارا سودا ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ یہ روپے میں تمہیں نہیں دوں گا۔ عربی میں اس کو بیع عُربان اور ہمارے محاورات میں اس کو بیعانہ کہتے ہیں۔ بیانہ یا سائی بھی کہتے ہیں اس سے جناب نبی کریم نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ اس کا حق نہیں اسے واپس خریدار کو دینا چاہیئے۔

# سوڈے کا عیب

## خریدار کے سامنے ظاہر کرنا ضروری ہے

| | |
|---|---|
| عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُنَبِّهْهُ لَمْ تَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَلْعَنُهٗ۔ (ابن ماجہ) | واثلہ بن اسقع سے نقل ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جس نے عیب دار چیز بیچی اس کا عیب نہ بتایا تو وہ ہمیشہ اللہ کے غصّے میں رہتا ہے یا فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ |
| وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ | ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک بے پناہ ڈھیر کے پاس سے گزرے پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو آپ کی انگلیاں تراوٹ سے تر ہو گیئں تو آپ نے فرمایا غلہ کے مالک یہ کیا ہے اس نے کہا کہ اس پہ |

يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ (مسلم)

پڑی ہے یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا تو نے تر کو اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ دیکھتے جو فریب دے وہ میری امت سے نہیں ہے۔

وَعَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدِ ابْنِ هَوْذَةَ اَخْرَجَ كِتَابًا هٰذَا مَا اشْتَرٰى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ ابْنَ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ بَيْعُ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ

(ترمذی) وقال هٰذا حديث غريب۔

عدار بن خالد بن ھوذہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک خط نکالا کہ یہ ہے وہ کہ خریدا عدا بن خالد بن ھوذہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدا ان سے غلام یا لونڈی (شک راوی کو ہے) نہیں بیماری نہیں دغا نہیں فریب خرید ہے مسلمان کی مسلمان سے۔

# تشریح احادیث

یہاں اس باب میں تین احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ ایک واثلہ

بن اسقع والی اور دوسری ابوہریرہ والی اور تیسری عداً بن خالد والی۔ واثلہ والی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مذمت بیان فرمائی ہے جو سودا بیچتے وقت اس کے سودے میں اگر عیب ہو تو لوگوں کو نہ بتائے اور وہ بُرائی یہ ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے غصے اور ناراضگی میں رہتا ہے اور یا آپ نے فرمایا کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور لعنت کے معنیٰ اللہ کی رحمت سے دُوری کے ہیں تو حاصل یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سودے کا عیب ظاہر نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے اور اس کے فرشتے بھی ناراض ہوتے ہیں اور ایسا انسان اللہ کی رحمت سے دُور ہو جاتا ہے کیونکہ سودے کے عیب کو چھپانا اور اسے ظاہر نہ کرنا منافقانہ طرز ہے اور ایسے طرز عمل کے لوگ خدا کو اور اس کے فرشتوں کو اچھے نہیں لگتے اس لیے ان پر لعنت بھیجی جاتی ہے اور اس لعنت کا اثر یہ ہوگا کہ ان کا کاروبار ترقی نہیں کرے گا اور ایسے لوگ دنیا میں بھی بُری طرح رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی لیکن سوال یہ ہے کہ سودے کا عیب چھپانے سے فرشتوں کو کیا تکلیف ہوتی ہے کہ وہ ایسے انسان پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

کہ اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت رکھے فرشتے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس سے عداوت رکھتے ہیں فرشتے بھی اس سے عداوت رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اس سے اس لیے عداوت رکھتا ہے کہ یہ خدا کے بندوں کو دھوکہ دے رہا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض فرشتے اللہ تعالیٰ

نے انسان کی حفاظت کے لیے مقرر کئے ہوئے ہیں اور بعض اعمال لکھنے کے لیے اور یہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور انسان کے سارے کاموں کو دیکھتے رہتے ہیں اور جب یہ انسان کسی کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے تو اس کے اپنے ساتھ والے فرشتے بھی اور جس کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اس کے ساتھ والے بھی اس پہ نفریں کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ غضب میں آکر ایسے جرائم پیشہ لوگوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہے تو اس کے لیے فرشتوں کو ہی مامور کرتا ہے اور پھر ان کو اس سلسلہ میں کافی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس لیے وہ ایسے لوگوں پر لعنت کرتے ہیں۔

دوسری حدیث ابوہریرہ والی ہے اس میں ایک واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اناج کے ایک بہت بڑے ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈھیر میں داخل کیا تاکہ دیکھیں کہ اس میں کسی قسم کی آمیزش اور ملاوٹ تو نہیں ہے تو ہاتھ داخل کرنے سے معلوم ہوا کہ پانی کی ملاوٹ ہے تو آپ نے جب اس دکاندار سے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے نہیں ملایا بلکہ قدرتی طور پہ مل گیا ہے بارش ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا پھر بھی تجھے چاہیئے تھا کہ گیلے غلّہ کو اوپر رکھتا تاکہ لوگوں کو پتہ چلتا۔ تو آخر میں فرمایا جو بھی ایسا دھوکہ کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سودے کا عیب چھپانا بہت بڑا جرم ہے اس سے انسان مسلم معاشرہ سے خارج ہوتا ہے

تیسری حدیث عداء بن خالد والی ہے اس میں حضرت عداء بن خالد نے اپنا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا ہے کہ میں نے محمدؐ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ غلام خریدا ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے تو حاصل ان تینوں احادیث کا یہ ہوا کہ سودے میں اگر عیب ہو تو بھی بتا دینا چاہیئے اور اگر نہ ہو تو بھی بتا دینا چاہیئے۔

## جبری بیع نہیں ہوتی

| | |
|---|---|
| وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى | اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ | منقول ہے کہ رسول اللہ صلی |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ | اللہ علیہ وسلم نے بیع مضطر، |
| بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَعَنْ | غرر اور پھل پکنے سے پہلے |
| بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ | بیچنے سے منع فرمایا۔ |
| الثَّمَرَةِ قَبْلَ اَنْ | |
| تُدْرِكَ (ابوداود) | |

## تشریح حدیث

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قسم کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک بیع مضطر سے دوسرا غرر سے اور تیسرا پھل پکنے سے پہلے۔ ان تینوں میں سے پہلی دو کی تفسیر گزر چکی ہے اور پہلی بیع مضطر جو ہے اس سے مراد خریدنا ہے کیونکہ لفظ بیع مشترک ہے یہ بیچنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور خریدنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ موقعہ محل کے اعتبار سے خود ہی پتہ چل جاتا

ہے کہ اس سے مراد خریدنا ہے یا بیچنا ہے اور یہاں بیع سے مراد خریدنا ہے کیونکہ آگے لفظ مضطر آیا ہے اس کے معنی مجبور کے ہیں۔ اور بامر مجبوری اگر کوئی آدمی اپنی کوئی چیز سستی اور ارزاں بیچتا ہے تو وہ گناہ نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں بیع ساتھ معنی خریدنے کے ہے تو حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ مجبور سے خریدنا منع ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ مثال کے طور پہ ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ فلاں چیز تم مجھے اتنے پہ دے دو ورنہ قتل کر دوں گا یا فلاں نقصان پہنچاؤں گا اور وہ اس پہ قادر ہے حالانکہ وہ چیز اس سے زیادہ قیمتی ہو اگر وہ شخص اس خطرے کے پیش نظر سستے اور ارزاں نرخ پر وہ چیز اس پر بیچ دے اور وہ خرید لے تو اس کے لیے وہ چیز حلال نہیں ہے حرام ہے۔

اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک انسان قرض کی وجہ سے یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے اپنی قیمتی چیز ارزاں بیچے تو یہ بھی خریدنا ناجائز ہے بلکہ باقی انسانوں کا فرض ہے کہ اس کی امداد کریں یا وہ چیز اس سے پوری قیمت پر اس سے خریدیں۔ ایک دوسری حدیث کا مضمون ہے الا یحل مال امرمسلم الا بطیبِ نفسٍ منہُ۔ یعنی کسی مسلمان آدمی کا مال جائز نہیں مگر اس کی مرضی سے اور ظاہر بات ہے کہ ان مذکورہ دو صورتوں میں مجبور آدمی اگرچہ اپنی چیز دوسرے پہ بیچ رہا ہے مگر اس کے دل کی رضامندی اور خوشنودی اس میں شامل نہیں ہے اس لیے یہ بیع ناجائز اور حرام ہے۔

# نیلامی جائز ہے

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَّقَدَحًا فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ۔ (ترمذی ابوداود ابن ماجہ)

اور حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹاٹ اور پیالہ بیچا اور آپ نے فرمایا کون ہے جو اس ٹاٹ اور پیالے کو خریدے تو ایک آدمی نے کہا کہ میں اس کو ایک درہم پر لوں گا پھر جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے پھر ایک آدمی نے آپ کو دو درہم دیئے پھر آپ نے وہ دونوں اس پر بیچ دیئے۔

## تشریح حدیث

یہ ایک لمبی حدیث کا خلاصہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک انصاری جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے کچھ سوال کیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرے گھر میں کچھ ہے تو اس نے کہا کہ ایک کمبل ہے جس کا آدھا حصہ اوپر

اوڑھتا ہوں اور آدھا نیچے بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے اس سے ہم پانی پیتے ہیں تو آپ نے فرمایا جاؤ وہ دونوں لے آؤ۔ وہ لے آیا تو آپ نے انہیں نیلام کر دیا اور ان کے دو درہم وصول کر کے اس مالک کو دیئے اور فرمایا کہ ایک درہم کا غلّہ خرید کر اپنی اہل کو دو اور ایک درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس آ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو آپ نے اس کلہاڑی میں خود دستہ ڈالا اور اس شخص کو فرمایا کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بیچو اور پندرہ دن تک میرے پاس نہ آنا چنانچہ وہ کام کرتا رہا لکڑیاں کاٹ کر بیچتا رہا اور پندرہ دن کے بعد آیا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ ان دونوں حدیثوں کے مضمون کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحت مند کے لیے سوال ناجائز ہے اسے خود محنت کرنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیلامی کا کاروبار جائز ہے۔

## اختلاف کی صورت میں قول بائع کا معتبر ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفَا الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ۔ | اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بائع اور مشتری کا اختلاف ہو جائے تو بات بائع کی معتبر ہو گی اور خریدار کو اختیار ہے۔ |
| رواہ الترمذی وف | ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی |

روایۃ ابن ماجہ والدارمی قال البیعان اذا اختلفا والمبیع قائم بعینہ ولیس بینھما بینۃ فالقول ما قال البائع او یترادان البیع۔

کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور مبیعہ بعینہٖ قائم ہو اور ان کے درمیان کوئی گواہ بھی نہ ہو تو بات بائع کی معتبر ہو گی یا سودا ہی واپس کردیں۔

## تشریح حدیث

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو مثلاً قیمت کی کمی بیشی میں یا میعاد وغیرہ میں اور کوئی تحریر یا گواہ موجود ہوں تو اس وقت فیصلہ تحریر یا گواہی کے موافق ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تحریر یا گواہ تو نہیں ہیں اور مبیعہ موجود ہے تو اس وقت بات بائع کی معتبر ہو گی مگر اسے قسم اٹھانی پڑے گی کہ یہ چیز میں نے اتنے پہ نہیں بیچی جو مشتری کہتا ہے اس قسم کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ وہ چیز اس قیمت پہ رکھے جو بائع کہتا ہے یا واپس کرے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مبیعہ موجود نہیں ہے ہلاک ہو گیا ہے تو دونوں میں سے کسی کو قسم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بات بائع

کی معتبر ہوگی ۔ بہرحال یہ مسئلہ مجمل لکھا ہے پوری تفصیل ہدایہ میں لکھی ہے جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے یہاں فقہی مسائل کی گنجائش نہیں ہے ۔

# سودا واپس کرنا جائز ہے

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ | ابوہریرہ سے روایت ہے |
| قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | نے فرمایا جو مسلمان بھائی کا سودا |
| مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا | واپس کرے تو اللہ تعالےٰ |
| اَقَالَہُ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ | قیامت کے دن اس کے |
| یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ | گناہ معاف کرے گا ۔ |

(ابوداود)

# تشریح حدیث

اس حدیث میں جو لفظ اقال آیا ہے یہ اِقالہ سے بنا ہے اور اِقالہ کے معنی سودا واپس کرنے کے ہیں ۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودا واپس کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جو سودا واپس کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے گا اور سودا واپس کرنے کی اجازت اس لیے دی ہے کہ کبھی بائع کو غلطی لگ جاتی ہے اور کبھی مشتری کو غلطی لگ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا شدید نقصان ہوتا ہے اس کے ازالہ کے

لیے اس کی اجازت دی اور ساتھ فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ | ابوہریرہ سے روایت ہے کہ |
| قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى | وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے |
| رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ | ایک آدمی نے ایک دوسرے |
| قَبْلَكُمْ عَقَارًا مِنْ | آدمی سے زمین خریدی پھر |
| رَجُلٍ فَوَجَدَ الَّذِیْ | خریدار کو اس زمین سے سونے |
| اِشْتَرَى الْعَقَارَ فِیْ | کا ایک مٹکا ملا۔ پھر اس |
| عَقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا | نے جا کر اس شخص سے کہا |
| ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِیْ | جس سے اس نے زمین خریدی |
| اِشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ | کہ اپنا سونا لے آؤ مجھ |
| ذَهَبَكَ عَنِّیْ اِنَّمَا | سے میں نے تم سے صرف |
| اشْتَرَيْتُ الْعَقَارَ | زمین خریدی تھی سونا نہیں |
| وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْكَ | خریدا تھا تو زمین بیچنے والے |
| الذَّهَبَ فَقَالَ بَائِعُ | نے کہا کہ میں نے تم پر زمین |
| الْاَرْضِ اِنَّمَا بِعْتُكَ | بیچی ہے اور جو اس میں |
| الْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا | ہے پھر وہ فیصلہ کرانے |
| فَتَحَاكَمَا اِلٰى رَجُلٍ | کے لیے ایک آدمی کے |
| فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا | پاس گئے تو فیصلہ کرنے والے |
| اِلَيْهِ اَلَكُمَا وَلَدٌ | نے کہا تم میں سے کسی کا لڑکا |
| فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ | ہے تو ایک نے کہا کہ میرا |

غُلَامٌ وَ قَالَ لڑکا ہے اور دوسرے نے
الْاٰخَرُ لِيْ جَارِيَةٌ کہا میری لڑکی ہے تو اس
فَقَالَ اَنْكِحُوا الْغُلَامَ نے کہا نکاح کر دو اس لڑکے
الْجَارِيَةَ وَ اَنْفِقُوْا کا اس لڑکی سے اور خرچ
عَلَيْهِمَا مِنْهُ کرو ان پر اس میں سے اور
وَ تَصَدَّقُوْا۔ صدقہ کرو۔

(متفق علیہ)

## تشریح حدیث

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو واقعہ بیان فرمایا ہے اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک اِقالہ کرنے کی دنیاوی فضیلت کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیاوی برکات سے محروم نہیں کرتا جیساکہ اس واقعہ میں ہے کہ آخر میں وہ دیگ ایک کے بچے کو ملی اور دوسرے کی بچی کو ملی اور یہ پورے مبیعہ کا اِقالہ اگرچہ نہیں لیکن بعض کا ہے۔

دوسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عادلانہ فیصلہ کی بڑی برکات ہیں کہ اس سے پبلک آسودہ اور امن سے رہتی ہے اور تیسرا یہ معلوم ہوا کہ سودا میں انسان کو کبھی بڑی فاش غلطی لگ جاتی ہے جس طرح ان دونوں بزرگوں کو غلطی لگی ہوئی تھی کہ بائع سمجھتا تھا کہ وہ دیگ مبیعہ میں شامل ہے اور مشتری سمجھتا تھا کہ شامل نہیں۔ لہٰذا جس کو غلطی لگ جائے تو دوسرے کو مناسب ہے کہ اِقالہ کی صورت میں اس کا تدارک کرے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے یہ فیصلہ کرنے والے حضرت داود

علیہ السلام تھے۔

## سَلَم جائز ہے

| | |
|---|---|
| عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ | ابن عباس سے روایت ہے |
| قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى | کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم |
| اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | جب مدینہ میں تشریف لائے |
| الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ | تو وہ لوگ پھلوں میں سلم کرتے |
| يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ | تھے ایک سال دو سال اور |
| السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ | تین سال کے لیے تو نبی کریم |
| وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ | صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو |
| اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ | کسی چیز میں سَلَم کرے تو |
| فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ | اسے چاہیئے ماپ معلوم وزن |
| مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ | معلوم اور وقت معلوم تک |
| مَعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ | کرے۔ |
| مَعْلُوْمٍ | |

(متفق علیہ)

## تشریح حدیث

قیمت پہلے ادا کرنا اور غلّہ بعد میں لینا اس کو سَلَم کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے مگر اس کے لیے تین شرطیں بیان کی ہیں کہ ماپ معلوم ہو یا وزن معلوم ہو اور تاریخ معلوم ہو

اور آنے والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ کے بعد اس کو بیچ سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلف فی شئ فلا یصرفہ الیٰ غیرہ قبل ان یقبضہ | ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی چیز میں سلم کرے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی دوسرے پر فروخت نہ کرے۔ |

(ابوداود ابن ماجہ)

اور سلم کے باقی مسائل کتب فقہ میں مذکور ہیں یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

## رہن جائز ہے اور مرتہن کا نفع اٹھانا ناجائز ہے

| | |
|---|---|
| وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ (نساء) | اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو گروی پر قبضہ کیا جائے۔ |

### تفسیر

یہ ایک لمبی آیت کا ٹکڑا ہے جو مجمل ہے اور آنے والی مندرجہ

احادیث اس کی تفصیل ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ | عائشہؓ سے روایت ہے |
| اِشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ | کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ |
| صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | علیہ وسلم نے ایک یہودی سے |
| طَعَامًا مِنْ یَھُوْدِیٍّ | ادھار غلہ خریدا اور اس کے |
| اِلٰی اَجَلٍ وَرَھَنَہٗ | پاس اپنی لوہے کی زرہ رہن |
| دِرْعًا لَّہٗ مِنْ حَدِیْدٍ۔ | رکھی۔ |
| (متفق علیہ) | |
| وَعَنْھَا قَالَتْ تُوُفِّیَ | اور عائشہ سے روایت ہے |
| رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُہٗ | وسلم فوت گئے اور آپ کی |
| مَرْھُوْنَۃٌ عِنْدَ | زرہ ایک یہودی کے پاس |
| یَھُوْدِیٍّ ثَلٰثِیْنَ صَاعًا | تیس صاع جو کے بدلے |
| مِنْ شَعِیْرٍ (بخاری) | گروی تھی۔ |
| وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ | اور ابو ہریرہ سے روایت |
| قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ | ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ |
| صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیٹھ پر |
| اَلظَّھْرُ یُرْکَبُ بِنَفَقَتِہٖ | سواری کی جا سکتی ہے اس |
| اِذَا کَانَ مَرْھُوْنًا وَلَبَنُ | کے خرچ کے بدلے جب |
| الدَّرِّ یُشْرَبُ بِنَفَقَتِہٖ | گروہو اور شیر دار جانور کا |
| اِذَا کَانَ مَرْھُوْنًا وَعَلَی | دودھ پیا جا سکتا ہے خرچ |

الَّذِیْ یَرْکَبُ وَیَشْرَبُ النَّفَقَۃَ۔ (بخاری)

کے بدلے جب کہ وہ گرو ہو اور سواری کرنے والے پر اور دودھ پینے والے پر خرچ ہے۔

عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَغْلِقُ الرَّھْنُ الرَّھْنَ مِنْ صَاحِبِہٖ الَّذِیْ رَھَنَہٗ لَہٗ غُنْمُہٗ وَعَلَیْہِ غُرْمُہٗ (شافعی)

اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں منع کرتا گرو رکھنا۔ گروی رکھی ہوئی چیز کو اپنے مالک سے جس نے گرو رکھی ہے اسی کے لیے ہے اس کا منافع اور اسی پہ ہے اس کا تاوان۔

## تشریح

یہاں اس باب میں چار احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ دو حضرت عائشہ سے مروی ہیں اور ایک حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور ایک حضرت سعید بن مسیب سے۔

حضرت عائشہ والی دو حدیثوں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی پس اس سے معلوم ہوا کہ رہن جائز ہے رہن

یہ ہے کہ انسان کسی سے کوئی چیز خریدے اور اس کی قیمت ادا نہ کرے بلکہ اس کے بدلے کوئی چیز اس کے پاس رکھ دے اور یوں کہے کہ جب میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا تو اپنی یہ چیز لے لوں گا۔ اس کو رہن یا گرو کہتے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ عمل سے یہ معلوم ہے کہ یہ جائز ہے

تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ والی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گروی رکھی ہوئی چیز اگر سواری کا جانور ہے یا شیر دار جانور ہے تو اس کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہیئے بلکہ پیٹھ پر سواری کی جائے گی ساتھ اس کے نفقہ کے اور دودھ پیا جائے گا ساتھ اس کے نفقہ کے اور آخر میں فرمایا کہ جو اس پر سواری کرے اس پر اس کا نفقہ ہے اور جو دودھ پیئے اس پر اس کا نفقہ ہے۔ اور یہ حدیث مجمل ہے اور آگے جو سعید بن مسیب والی حدیث آرہی ہے وہ اس کی تشریح ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس کا منافع بھی مالک کا ہے اور اس کا خرچ بھی مالک پر ہے۔

یہ تمام احادیث جو تر میوہ خشک کے بدلے بیچنا ناجائز ہے کے عنوان سے لے کر رہن کے عنوان تک نقل کی گئی ہیں۔ یہ سب سورہ بقرہ کی آیت آٹھ سے لے کر بیس تک کی تشریح اور تفسیر ہیں۔ ان آیات میں منافقین کی بری خصلتوں (دھوکہ، جھوٹ اور فساد فی الارض) کو بیان فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ فما ربحت تجارتھم ان کے کاروبار میں ترقی نہیں ہوگی اور ان احادیث میں دھوکہ، جھوٹ اور فساد فی الارض کی وہ صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں اور اسی لیے شریعت میں ایسے کاروبار کو ناجائز قرار دیا ہے اور ضمناً اگرچہ بعض جواز کی صورتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔

تمت بالخیر

تیسری شرط یہ ہے کہ مدّت متعین ہو۔
چوتھی شرط یہ ہے کہ بیج کے ذمہ دار کا تعین ہو۔
پانچویں شرط یہ ہے کہ جس کا بیج نہیں اس کا حصّہ کتنا ہوگا۔
چھٹی شرط یہ ہے کہ مالک کاشت کار کو کنٹرول اور اختیار دے۔
ساتویں شرط یہ ہے کہ زمین کی پیداوار میں حصّہ اس وقت ہوگا جب اس سے کچھ پیدا ہو۔
آٹھویں شرط یہ ہے کہ بیج کی جنس بھی معلوم ہونا چاہیئے۔
یہ تمام شروط اس لیے ہیں تاکہ بعد میں نزاع نہ پیدا ہو اور فریقین میں سے کسی کا نقصان نہ ہو اور بیج کے سلسلہ میں تین صورتیں اتفاقاً جائز ہیں۔ مثلاً زمین اور بیج مالک دے جانور اور محنت کاشت کار کی ہو۔ زمین مالک کی بیج جانور اور محنت کاشت کار کی۔ زمین جانور اور بیج مالک کے اور محنت کاشت کار کی۔ اور چوتھی صورت میں اختلاف ہے کہ زمین اور جانور مالک کے بیج اور محنت کاشت کار کی۔
اس صورت کو باقی مجوّزین زراعت آئمہ ناجائز کہتے ہیں اور ابو یوسف اس کو بھی جائز کہتے ہیں اور مزارعت کی باقی تفصیل کتب فقہ میں ہے یہاں صرف چند ضروری چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

## دوسرے کی زمین سے فائدہ اٹھانے کی چوتھی صورت عطیہ ہے اور یہ سب سے افضل ہے

عَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ عمرو سے نقل ہے کہ میں نے